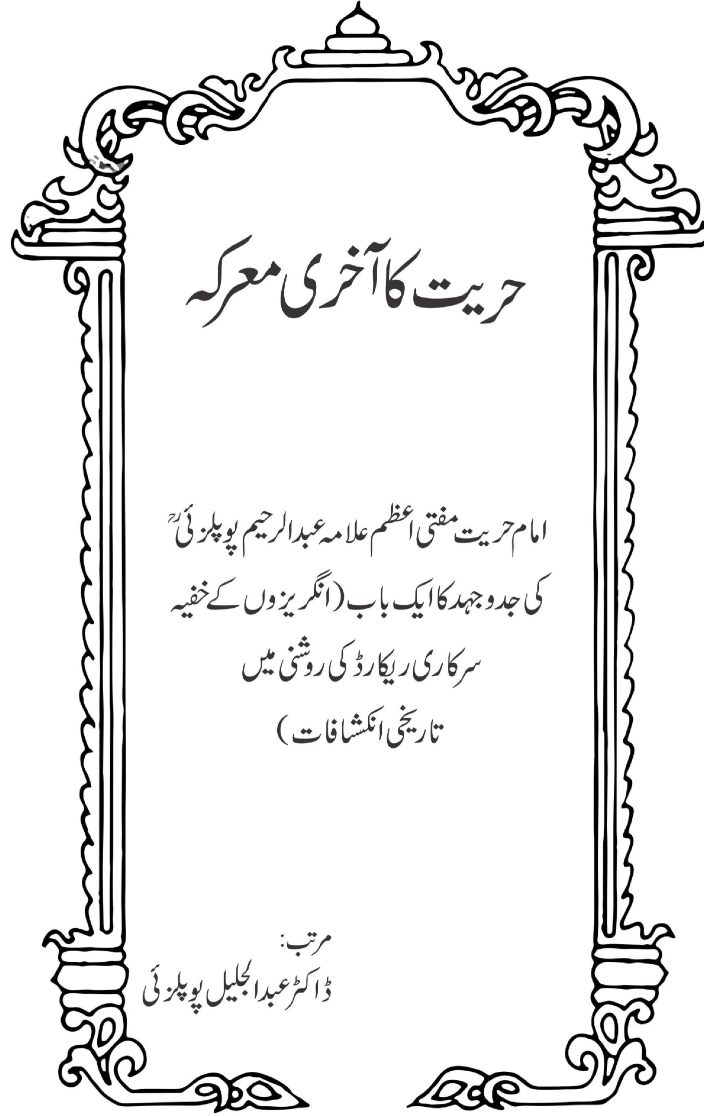
حریت کا آخری معرکہ



امام حریت مفتی اعظم علامہ عبدالرحیم پوپلزئیؒ
کی جدوجہد کا ایک باب (انگریزوں کے خفیہ
سرکاری ریکارڈ کی روشنی میں
تاریخی انکشافات)

مرتب:
ڈاکٹر عبدالجلیل پوپلزئی



حریت کا آخری معرکہ

امام حریت مفتی اعظم علامہ عبدالرحیم پوپلزئیؒ
کی جدوجہد کا ایک باب (انگریزوں کے خفیہ
سرکاری ریکارڈ کی روشنی میں
تاریخی انکشافات)

مرتب:
ڈاکٹر عبدالجلیل پوپلزئی

حریت کا آخری معرکہ

امام حریت مفتی اعظم علامہ عبدالرحیم پوپلزئیؒ کی جدوجہد کا ایک باب
(انگریزوں کے خفیہ سرکاری ریکارڈ کی روشنی میں تاریخی انکشافات)

ڈاکٹر عبدالجلیل پوپلزئی



امامِ حریت مفتی اعظم علامہ عبدالرحیم پوپلزئیؒ

انتساب!

فقیر آف ایپی حاجی مرزا علی خانؒ کے نام

فہرست مضامین

حرفِ آغاز

زیرِنظر کتاب مفتی اعظم علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی زندگی کے آخری مقدمہ کی روداد ہے جس کے نتیجے میں حضرت آخری اور جان لیوا قید و بند سے دوچار ہوئے۔ بیماری کی حالت میں رہا کئے گئے اور اگلے سال صرف ۵۴ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ یہ آخری معرکہ ان کی ظلم جبر اور ریاستی تشدد کے خلاف مزاحمتی جدوجہد کا واضح اعلان تھا اور اس اعلان کے لئے حضرت کو مجبور ہو کر کسی سیاسی پلیٹ فارم کا سہارا لئے بغیر ایک دو پیروکاروں کے ہمراہ خود ہی نکلنا پڑا تھا۔ اس کا پس منظر یہ تھا کہ انگریزی حکومت نے ایک فارورڈ پالیسی بنا رکھی تھی جس کے تحت وہ آئے دن آزاد قبائل میں پیش قدمی اور بے جا مداخلت کرتی رہتی تھی۔ اس پالیسی کے تحت مسلسل کئی سال تک قبائل پر بمباری کی جاتی رہی۔ وزیرستان پر اس قسم کی بمباریوں کے بعد وہاں کے لوگوں نے فقیر اپی کے زیر ہدایت مفتی اعظم مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ایک تفصیلی خط لکھا جو ان کی نوادرات میں آج بھی محفوظ ہے۔

اس میں فقیر اپی کے کسی منشی نے انگریزوں کی طرف سے ڈھائے جانے والے مظالم کی تفصیل بیان کی تھی اور اسی خط میں فقیر آف اپی کا تعارف بھی کر دیا گیا تھا کہ وہ ایک مسجد کے امام تھے اور ان دنوں ایک نو مسلم ہندو لڑکی اسلام بی بی کے قبول اسلام کے واقعے کے بعد بہت مشہور ہو گئے تھے۔ حکومت کے کارندوں نے ہندوؤں کو اکسا کر اسلام بی بی کو دوبارہ ہندو بنا کر ہندوؤں کی تحویل میں دینے کا مطالبہ شروع کروا دیا تھا۔ یہ مقدمہ عدالت میں بھی چلا اور اس نے ملک گیر شہرت حاصل کر لی۔ اس کے ساتھ ہی فقیر آف اپی جن کا نام حاجی مرزا علی خان تھا اور وہ اپی نامی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ بہت معروف ہو گئے تھے۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو اس صورت حال کے حل کے لئے بنوں بلایا گیا تھا۔

۱۵ نومبر ۱۹۳۶ء کو بنوں کی مشہور مسجد قصابان میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی زیر صدارت ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا گیا تھا۔ جس کی خلاصہ خفیہ پولیس کی رپورٹ کے مطابق حاضری چھ ہزار تک تھی۔ حکومت کی فرقہ وارانہ فساد برپا کرانے کی یہ سازش زیادہ دیر تک نہ چل سکی تو وزیرستان اور بنوں کے حریت پسند لوگوں کو کچلنے کے لئے اس نے آئے دن ان پر فضائی بمباری شروع کر دی اور اس طرح وہاں ایک خوف و ہراس کی فضا پیدا کر دی۔ اس خوف و ہراس کی فضا کو ختم کرنے اور وہاں کے لوگوں میں

ریاستی تشدد کے خلاف مزاحمتی تحریک پیدا کرنے کے لئے امام حریت عبدالرحیم پوپلزئی دوبارہ بنوں تشریف لے گئے اوراسی مسجد قصابان میں ایک ایسی معرکہ آراء تقریر کی کہ انہیں حکومت وقت نے ۵ سال قید بامشقت کی سزا دے کر تاج برطانیہ کا باغی قرار دے دیا۔لیکن گرفتار ہونے سے قبل مولانا عبدالرحیم بنوں میں دوسرے مقامات پر تقاریر کر کے رائے عامہ کو بیدار کرنے کے علاوہ علماء کرام اور سرکردہ افراد سے حلف بھی لے چکے تھے۔

قیدوبند کے اس آخری دور میں مولانا کو مختلف جیلوں میں اتنی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں کہ ان کی پہلے سے موجود بیماری مرض الموت میں بدل گئی اور جب حالت بہت خراب ہونے لگی تو امن عامہ کے خراب ہونے کے خدشہ کے باعث انہیں رہا کر دیا گیا لیکن وہ رہائی کے بعد جلد ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔قید فرنگ کے ساتھ قید حیات بھی ختم ہوگئی لیکن ظلم وتشدد کے خلاف مزاحمت کی شاندار تاریخ رقم کر گئے۔

اس کتاب میں اس انقلابی ہستی کی آخری سیاسی تقریریں تحریریں اور افکار بھی پیش کئے جارہے ہیں جن سے حضرت امام حریت کے فلسفہ اور جدوجہد کو سمجھنے اوران کے نظریات کی روح تک پہنچنے میں آسانی ہوگی۔

پہلا باب　سوانحی خاکہ

علامہ عبدالرحیم پوپلزئی درانیوں کے شاہی خاندان پوپل زئی کے چشم و چراغ تھے۔ آپ ۱۸۹۰ء میں پشاور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مفتی سرحد مولانا عبدالحکیم پوپل زئی سلطان الفقرا مولانا محمد امین پوپلزئی کے بیٹے اور قاضی شہر عبدالرحیم خان پوپلزئی کے پوتے تھے۔ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی اور پھر حصول علم کی جستجو میں دہلی، رام پور، مینڈو اور دیوبند تشریف لے گئے۔ سند حدیث آپ نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے حاصل کی۔ آپ حضرت شیخ الہند کے خاص شاگردوں میں شامل تھے اور دینی اور سیاسی نظریات کے معاملے میں آپ کو حضرت شیخ الہند کے فیض سے بہت حصہ ملا تھا۔

حضرت مولانا سید محمد میاں نے اپنی کتاب علمائے ہند کا شاندار ماضی میں حضرت شیخ الہند کے ۱۷ خاص الخاص شاگردوں میں آپ کا شمار کیا ہے۔

۱۹۱۲ء میں حضرت مولانا عبدالرحیم حصول علم کی تکمیل کے بعد پشاور واپس پہنچے تو مسجد قاسم علی خان میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مشن شروع کر دیا۔ اسی مسجد میں ۱۹۱۴ء کے شروع میں آپ نے مدرسہ اسلامیہ عربیہ الصمدیہ اپنے والد محترم مولانا عبدالحکیم صاحب کی نگرانی میں شروع کر دیا اور ۲۷ مارچ ۱۹۱۴ء کو اس مدرسے کا باقاعدہ افتتاح کیا گیا۔ افتتاح کے موقع پر سید عبدالمعبود شاہ صاحب (کوہستان ملا) اور حاجی صاحب ترنگ زئیؒ جیسی بزرگ ہستیاں موجود تھیں۔ اسی سال پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی تو آپ نے خلافت اسلامیہ ترکی کی امداد کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

اس زمانے میں آپ ولی اللّٰہی تحریک اور حزب اللہ جیسی تحریکوں سے گہرا تعلق رکھتے تھے اور محراب ومنبر کے ذریعے عوامی شعور کی بیداری کا کام کر رہے تھے۔ آپ کے روابط ملک کے طول و عرض میں انقلابیوں اور علماء کرام سے قائم تھے۔ حضرت شیخ الہند کی جماعت میں تو آپ کی اہمیت اتنی زیادہ تھی کہ حضرت شیخ الہند آپ کی شادی کے موقع پر دیوبند سے بطور خاص پشاور تشریف لائے تھے اور اس زمانے میں یہ اتنی بڑی خبر سمجھی جاتی تھی کہ مولانا سعید الدین شیر کوٹی کے والد اور مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے پیر بھائی مولانا عماد الدین شیر کوٹی مدتوں تک اس کا ذکر نجی محفلوں میں کرتے رہے تھے۔

۱۹۲۰ء میں ہجرت کی تحریک شروع ہوئی تو کئی انقلابی مسلمان اس دوران مولانا عبدالرحیم

پوپلزئی کے ذریعے سرحد پار جانے لگے اور پھر وسط ایشیاء جا پہنچے۔ جہاں سے انہیں سیاسی تعلیم اور مدد ملی۔ ان لوگوں میں ایک فضل الٰہی قربان بھی تھے جو ہجرت کے دنوں میں مولانا کے زیرسایہ سرحد پار جا کر سویت یونین پہنچ گئے۔ ایسے لوگوں کے ذریعے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کا رابطہ ترکی، وسط ایشیاء اور کل ہندوستان کی تنظیموں اور انٹرنیشنل خفیہ اسلامیہ سوسائٹی سے قائم ہوگیا۔ یہ ۱۹۲۱ء اور اس کے بعد کے زمانے کی بات ہے۔ اور اس کا ذکر آپ کی رپورٹ ''کون کیا ہے؟'' میں کیا گیا تھا۔ اسی زمانے میں آپ کے پاس آسام سے انگریزوں کے باغی بھی آتے تھے۔ اور وہ آپ کے حجرے میں قیام بھی کرتے تھے۔ مولانا ابوالاکلام آزاد کے پیروکار ایک ایسے ہی باغی کو پناہ دینے کے الزام میں آپ پر مقدمہ درج کرلیا گیا تھا اور پھر عدم ثبوت کی بناء پر مقدمہ داخل دفتر کردیا گیا۔

آپ کے والد تحریک خلافت صوبہ سرحد کے رہنما تھے اس لئے آپ کا شروع ہی سے اس تحریک سے تعلق تھا۔ آپ کے ایک بھائی میاں عبدالنصیر بھی ۱۹۲۲ء میں تحریک خلافت میں سرگرم عمل تھے۔

۱۹۲۳ء میں مسلمانوں کو ہندو بنانے کی شدھی تحریک کی وجہ سے دہلی اور اس کے آس پاس مسلمانوں کے ارتداد کا چیلنج پیدا کردیا گیا تھا۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی ایک تبلیغی مشن لے کر دہلی روانہ ہوئے۔ اس مشن میں عبدالرحمٰن ریا بھی آپ کے ساتھ گئے تھے۔ دہلی میں جمعیت دعوت اسلام نے آپ کو امیرالوفد کا خطاب دیا۔ اگلے سال بھی آپ کا تبلیغی کام جاری رہا اور بہت سے لوگ اس فتنے کی لپیٹ میں آنے سے بچ گئے۔ ۱۹۲۴ء ہی میں کان پور سازش کے شُبے میں آپ کی گرفتاری بھی عمل میں لائی گئی تھی لیکن عدم ثبوت کی وجہ سے جلد رہا ہوگئے۔

۳ اور ۴ اپریل ۱۹۲۴ء کو جمعیت علماء ضلع پشاور کا قیام عمل میں لایا گیا۔ آپ نے اس تاریخی اجلاس میں شرکت کی۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے خطابت کے ذریعے تبلیغی و تدریسی کام جاری رکھا۔

۱۹۲۶ء میں آپ نے جمعیت علماء ہند کے ساتویں سالانہ اجلاس منعقدہ کلکتہ کے لئے ایک عربی قصیدہ لکھا جس میں آپ نے علماء و مشائخ سے کہا کہ وہ گوشہ نشینی چھوڑ کر عملی میدان میں قوم کی خدمت کے لئے نکلیں۔ اس زمانے میں آپ اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ بہت بڑے بڑے اجتماعات کا انعقاد کرنا لیکن ٹھوس اور بنیادی حقائق سے صرف نظر کرنا ہمیں منزل تک نہیں پہنچا سکتا۔ اس بات کا ثبوت حکیم عبدالسلام ہزاروی کے ایک مضمون سے ہوتا ہے جنہوں نے ۱۹۲۵ء میں مولانا عبدالرحیم

یوپلزئی سے اس موضوع پر بات چیت کی تھی اور اس کا ذکر رائے عامہ یوپلزئی نمبر میں بعد میں کیا تھا۔

۱۹۲۷ء کا زمانہ علامہ کے ترقی پسندانہ خیالات کی سرفروش اخبار کے ذریعے تشہیر کا دور سمجھا جاتا ہے۔ اس وقت سرفروش ایک خفیہ اخبار تھا اور ہر قاری اخبار پڑھ کر واپس کر دیتا تھا جو قاری اخبار واپس نہ کرتا اس کا پتہ لگانا آسان تھا اور اس طرح کوئی تین سال تک خفیہ انداز میں انقلابی خیالات کا پرچار جاری رہا۔ تمام اخبارات کی کاپیاں واپس ملنے پر جلادی جاتیں۔ اسی طرح کا ایک اخبار نوجوان سرحد بھی تھا۔

۱۹۲۷ء ہی میں پشاور میں جمعیت علماء ہند کا آٹھواں سالانہ اجلاس منعقد ہوا تو مولانا عبدالرحیم یوپلزئی کو صوبہ سرحد کی مجلس عاملہ کا رکن منتخب کر لیا گیا اور سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی نے اس انتخاب کا اعلان کیا۔ مولانا عبدالرحیم یوپلزئی کے والد مفتی عبدالحکیم یوپلزئی جمعیت علماء ہند صوبہ سرحد کے صدر منتخب کر لئے گئے۔ اس اجلاس میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خان، مولانا حسرت موہانی، مولانا انور شاہ کشمیریؒ (اجلاس کے صدر) سید حسین احمد مدنی، مولانا احمد سعید دہلوی، سید سلیمان ندوی، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مفتی عزیز الرحمٰن، مولانا سراج احمد، مولانا ذکریا اور مولانا مولانا احمد علی لاہوری شامل ہوئے تھے۔

اس سے اگلے سال کا اہم واقعہ سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کا تھا۔ پشاور اور نواح کے بعض خان خوانین نے انگریزی سرکار کی خوشنودی کے حصول اور کچھ مراعات کی خاطر سائمن کمیشن کے استقبال کا پروگرام بنایا تھا۔ درحقیقت اس طبقہ خوانین نے اس منصوبے کے تحت جو جلسہ منعقد کیا تھا اس میں کوئی ایک قرارداد بھی قاعدے کی رو سے منظور نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ کسی ایک قرارداد پر بھی قواعد کے مطابق تجویز تائید اور عام منظوری کے اصول کو نہیں برتا گیا تھا۔ لیکن داعیان جلسہ نے دوسرے ہی دن شہر میں اشتہارات کے ذریعہ خود منظور کردہ قرارداد کو چھاپ کر شائع بھی کر دیا۔ اس لئے ضروری تھا کہ باشندگان پشاور کے حقیقی جذبات کی ترجمانی بھی کی جاتی۔ چنانچہ شہر میں پوسٹر چسپاں کئے گئے اور رضا کاران خلافت نے محمد عثمان خان سرعسکر کی سرکردگی میں جلوس کی شکل میں شہر میں اعلان کیا اور اسلامیہ کلب ہال میں مجلس خلافت کی سرکردگی میں ۲۹ ستمبر ۱۹۲۸ء کو ایک جلسہ عام منعقد کیا گیا۔ اول رضا کاروں نے نظم پڑھی پھر مدرسہ خلافت کے ایک طالب علم نے تلاوت کی اور بعدازاں مسٹر بشیر صدیقی کی تجویز سے مولانا عبدالحکیم یوپلزئی صدر مجلس خلافت نے کرسی صدارت کو زینت بخشی۔ اس

تحریک میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے بھی سرگرمی سے حصہ لیا۔ مذکورہ جلسہ میں اللہ بخش یوسفی، حکیم عبدالجلیل ندوی، مسٹر بشیر احمد صدیقی، سردار محمد اورنگ زیب خان (سابق وزیراعلیٰ)، خلیل الرحمٰن افغانی اور مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے خطاب کیا اور قرار دادیں منظور کیں۔ اس تاریخی جلسہ عام کی تفصیلی رپورٹ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۸ء کے اخبار ہفت روزہ سرحد میں شائع ہوئی تھی۔ ۲۰ مارچ ۱۹۲۹ء کو میرٹھ سازش کیس کے تحت ملک بھر سے دفعہ ۱۲۱ ضابطہ فوجداری کے تحت تقریباً ۳۲ افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان سیاسی اسیروں کے دفاع کے لئے صوبہ سرحد میں ایک کمیٹی بنائی گئی۔ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اس کمیٹی کے سرپرست منتخب ہوئے۔ اس کے ارکان میں نکو دیوی، ملک میاں محمد، دیوان روشن لعل اور ملک دلاور خان شامل تھے۔ یہ مقدمہ ہندوستان کی تاریخ کا ایک اہم مقدمہ ہے جس میں اسیروں کے وکلاء صفائی میں ملک کے چوٹی کے وکیل شامل تھے۔ ان میں موتی لعل نہرو، پنڈت جواہر لعل نہرو اور مہاتما گاندھی بھی شامل تھے۔ یہ مقدمہ پانچ سال تک چلتا رہا۔

۳۱ مارچ ۱۹۲۹ء کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی تحریک خلافت صوبہ سرحد کی ورکنگ کمیٹی کے رکن منتخب کر لئے گئے تھے۔ اسی روز کانگرس نے بھی اپنے اجلاس میں انہیں صوبائی ورکنگ کمیٹی کا رکن منتخب کیا۔ تحریک خلافت کے اس انتخاب کے موقع پر مولانا عبدالرحیم صاحب کے والد مفتی عبدالحکیم پوپلزئی کو تحریک خلافت کا صدر میاں فضل شاہ کو نائب صدر اول اور خان عبدالغفار خان (باچا خان) کو نائب صدر دوم منتخب کر لیا گیا تھا۔ ان دنوں افغانستان میں انگریزوں نے اپنے مسلمان ایجنٹوں کے ذریعے غازی امان اللہ خان کے خلاف ایک شورش پھیلائی ہوئی تھی اور کئی جاہ پرست علماء بھی روپے پیسے کی چکا چوند سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے تھے۔ صوبہ سرحد میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے بقول عمر فاروق خان اس سازش کے بین الاقوامی پس منظر سے قوم کو آگاہ کیا اور ۲۱ اپریل ۱۹۲۹ء کو آخری کوشش کے طور پر افغانستان میں فساد کی آگ بجھانے کے لئے ۲۵ سرکردہ علماء کرام کے وفد کے ناظم کی حیثیت سے آزاد قبائل اور مشرقی افغانستان کا دورہ کیا۔ انہوں نے امیر امان اللہ خان کے خلاف مذہب کے نام پر تیار کردہ انگریزی سازش کو بے نقاب کیا۔ آپ نے اس دورہ کی روداد ایک کتابچے کی صورت میں شائع کی جس کے صفحہ اول پر ہی آپ نے ''بدنصیب ایشیاء'' کے عنوان سے امان اللہ خان کی ترقی پسند حکومت کے خاتمے کو پورے ایشیاء کی بدنصیبی اور عدم استحکام کا پیش خیمہ گردانا تھا۔ آپ نے افغانستان میں مستقبل میں پیدا ہونے والی ایک ہولناک صورت حال کی پیشن گوئی کی تھی۔

۱۹۲۷ء اکتوبر ۱۹۲۹ء کو آپ دوبارہ سال ۳۰۔۱۹۲۹ء کے لئے صوبہ سرحد کانگرس کمیٹی کے رکن منتخب ہوگئے جبکہ آپ بدستور خلافت کمیٹی کے بھی رکن تھے اور ۲۶ نومبر ۱۹۲۹ء کو آپ کی صدارت میں اسلامیہ کلب ہال میں تحریک خلافت کا جلسہ عام منعقد ہوا۔ ۲۹ نومبر ۱۹۲۹ء کو تحریک خلافت کے زیر اہتمام ہڑتال کی گئی اور شاہی باغ میں اسی روز علامہ عبدالرحیم نے جلسہ عام سے خطاب کیا۔

علامہ عبدالرحیم پوپلزئی بھی کانگرس کے اس تاریخی اجلاس کے لئے صوبہ سرحد سے مندوب منتخب ہوئے تھے جس نے لاہور میں دسمبر ۱۹۲۹ء میں دریائے راوی کے کنارے آزادی کامل کی قرارداد منظور کی تھی۔ اس دوران ۲۷ دسمبر ۱۹۲۹ء کو لاہور میں لاجپت رائے نگر کے سٹیج پر کرتی کسان کانفرنس کی دوسری نشت سے خطاب کرکے ملک بھر کے عوام وخواص کی توجہ صوبہ سرحد میں رائج جبر کے امتیازی قوانین کی طرف دلائی۔

۱۹۳۰ء کے اوائل ہی میں آپ کو صوبہ سرحد کے نوجوان بھارت سبھا کا صدر منتخب کرلیا گیا۔
خان عبدالغفار خان کا بھی نوجوان بھارت سبھا سے رابطہ قائم ہوگیا اور ۱۹ فروری ۱۹۳۰ء کو خان عبدالغفار خان نے نوجوان بھارت سبھا کے دفتر میں حاضری دی۔ (بمطابق خفیہ ڈائری)

جب ۱۹۳۰ء میں سرحد میں رائج جابرانہ قوانین کے خلاف آواز اٹھائی گئی اور اس تحریک کے لئے وارکونسل قائم کی گئی تو آپ اس وارکونسل کے رکن منتخب ہوئے اور آپ کی قیادت میں کانگرس اور نوجوان بھارت سبھا کی مشترکہ جدوجہد کا آغاز ہوگیا۔ ۳۱ مارچ ۱۹۳۰ء کو آپ کی صدارت میں کانگرس اور نوجوان تحریک کا مشترکہ جلسہ عام بھی منعقد ہوا۔ ان دنوں آپ کی جماعت کا ترجمان اخبار نوجوان سرفروش شعلہ بیانی کے باعث ضبط کرلیا گیا۔

۱۵ اپریل ۱۹۳۰ء کو آپ نے شاہی باغ میں منعقدہ ایک بہت بڑے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: ''میں نے برطانوی سامراج کا تختہ الٹنے کا ارادہ کرلیا ہے'' آپ اپریل کو کانگرس کی صوبہ سرحد میں رائج امتیازی جابرانہ قوانین سے متعلق قائم کردہ فرنٹیئر انکوائری کمیٹی کے لئے دوڑ دھوپ کرتے ہوئے ہزارہ کے دورہ پر پہنچے اور مختلف لوگوں سے ملاقاتیں کیں۔

۲۱ اپریل ۱۹۳۰ء کو شاہی باغ کے تاریخی جلسہ عام میں آپ نے وہ اہم احتجاجی قرارداد پیش کی جو تمام مقررین کے لئے مرکزی نقطہ بن گئی اور ۲۳ اپریل کو معرکہ قصہ خوانی کا پیش خیمہ بنی۔
۲۲ اپریل ۱۹۳۰ء کو آپ کے مکان پر ۲۳ اپریل کے معرکہ قصہ خوانی کے سلسلے میں انقلابیوں کا

اجلاس منعقد ہوا۔ اس اہم اجلاس میں کاکاجی صنوبر حسین بھی موجود تھے۔

۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء کو صبح تقریباً ڈھائی بجے پر آپ کی گرفتاری عمل میں لائی گئی تو عوام میں اشتعال بڑھ گیا۔ آپ کی گرفتاری کے وقت ڈی ایس پی نے کہا کہ اگر آپ کو گرفتار نہ کیا جائے تو آپ صبح انقلاب برپا کر دیں گے۔ کاکاجی صنوبر حسین نے اس کے ریمارکس سن کر نوٹ کیئے۔ اگلی صبح پشاور جیل میں قیدیوں نے بغاوت کر دی۔ آپ کو پشاور سنٹرل جیل سے قلعہ بالا حصار لے جایا گیا اور وہیں سرسری سماعت کا ڈھونگ رچا کر حکومت نے آپ کو سب سے طویل سزا ۱۹ سال قید بامشقت سنائی۔ آپ کو تین مختلف مقدمات میں مجموعی سزا سنائی گئی تھی۔ خان عبدالغفار خان کو بھی اس روز دفعہ ۴۰ سرحدی کے تحت ضمانت نہ دینے پر ۳ سال قید کی سزا دے دی گئی۔

علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نوجوان بھارت سبھا اور کانگرس دونوں کے رہنما ہونے کے علاوہ وار کونسل کے بھی اہم رکن تھے۔ آپ نے تقریر میں یہ بھی کہہ دیا تھا کہ میں برطانوی سامراج کا تختہ الٹنا چاہتا ہوں اور آپ کی قرارداد ہی ۲۱ اپریل کو احتجاج کی بنیادی قرارداد تھی۔ گرفتاری کے تقریباً ایک ہفتہ بعد آپ کو خطرناک ملزم قرار دے کر بی کلاس میں گجرات سپیشل جیل بھیج دیا گیا۔ راستے میں پولیس گاڑی میں دو دو افراد کو ایک ہی ہتھکڑی لگائی گئی تھی۔

گجرات جیل میں قید کے دوران آپ نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ''تصویر کا دوسرا رخ'' نامی مسٹر ایڈورڈ ٹامسن کی کتاب کے اردو ترجمے پر معرکتہ آراء مقدمہ لکھا۔ کتاب کا اردو ترجمہ آپ کے جیل کے ساتھی اور مجلس احرار اسلام کے رہنما شیخ حسام الدین سابق میونسپل کمشنر امرتسر نے کیا تھا۔

گاندھی ارون پیکٹ کے بعد جب سیاسی قیدی رہا ہوئے تو آپ گجرات جیل میں آخر میں رہ گئے تھے۔ آپ کو سب سے آخر میں رہائی ملی۔

۲۰ مارچ ۱۹۳۱ء کو آپ نے شاہی باغ میں ایک اور جلسہ عام میں شرکت کی۔ ۲۱ مارچ ۱۹۳۱ء کو کراچی سپیشل سیشن میں شرکت کے لئے آپ روانہ ہوئے تو راستے ہی میں ٹرین میں پتہ چلا کہ بھگت سنگھ، راج گورو اور سکھ دیو کو ۲۳ مارچ کی صبح ہی پھانسی کی سزا دی گئی ہے۔ اس خبر کے بعد ٹرین میں سوار لوگ راستے میں حکومت کے خلاف نعرے بازی کرتے رہے۔

۳۱ مارچ ۱۹۳۱ء کو آپ نے کراچی میں نوجوان بھارت سبھا کے جلسہ میں شرکت کی۔ ۲۳ اپریل ۱۹۳۱ء کو آپ نے یوم شہدائے قصہ خوانی پر جلوس کی قیادت کی جبکہ ۲۸ اپریل ۱۹۳۱ء کو مسجد

صاحبزادگان ماشوخیل میں تقریر کی اور ۲۴مئی ۱۹۳۱ءکوزیارت شہیدان نزد بازید خیل میں سرخپوشوں کے جلسہ عام سے خطاب کیا۔

۲۷مئی ۱۹۳۱ءکوآپ بمبئی میں ہونے والی خلافت کانفرنس میں شرکت کے لئے ٹرین میں روانہ ہوئے۔ یہ کانفرنس ۳۰مئی ۱۹۳۱ءکومنعقد ہوئی۔آپ کے ساتھ اللہ بخش یوسفی بھی گئے تھے۔

۱۱جون ۱۹۳۱ءکوآپ نے دفعہ ۱۴۴ کے باوجود شاہی باغ میں جلسہ منعقد کر کے تقریر کی اور ۹ جون کو ہری کشن کو دی جانے والی پھانسی کے خلاف آواز اٹھائی۔آپ کے خلاف بغاوت کا مقدمہ بنا دیا گیا۔

۱۴اگست ۱۹۳۱ءکوآپ نے انجمن اصلاح کے زیراہتمام ایک جلسہ عام سے چوک یادگار میں خطاب کیا۔۲۹اگست ۱۹۳۱ءکوآپ کو۱۱جون کی ہری کشن ڈے والی باغیانہ تقریر کے سلسلے میں گرفتار کر کے ایک سال قید بامشقت دے کرعملاً تین سال تک قید رکھا گیا۔

پہلے آپ کو پشاور جیل میں صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں تو آپ کی حالت تشویشناک ہوگئی۔ اس پر ۶ستمبر ۱۹۳۱ءکوآپ کی گرفتاری کے خلاف اللہ بخش یوسفی کی صدارت میں تکیہ سنگان میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔

۳۰ستمبر ۱۹۳۲ءکوآپ کو ہری پور جیل منتقل کرنے کے احکام جاری کئے گئے۔آپ کو ہری پور جیل میں رکھا گیا۔اس جیل میں قیدیوں نے بغاوت کردی اس لئے آپ کو ہری پور ہی میں (۱۹۳۲ء میں) ایک کیمپ میں قید کر دیا گیا۔آپ کی بیماری میں اضافہ ہوتا گیا۔اس دوران گورنر جارج کنگھم نے جیل کا دورہ کیا تو آپ نے اسے منہ نہ لگایا اس پر سب لوگ حیران ہو گئے۔

۱۰مئی ۱۹۳۳ءکوآپ کی جدائی میں آپ کے والد بیمار ہو کر انتقال فرما گئے۔اگلے دن جب آپ کے والد کی تدفین ہو چکی تھی تو آپ کو غیر مشروط طور پر رہا کر دیا گیا۔لیکن رہائی کے ساتھ ہی آپ پر بے جا پابندیاں عائد کر دی گئیں اور مسجد کی خطابت سے الگ رکھنے کی سازش شروع کر دی گئی۔آپ کے حق میں قومی رہنماؤں نے تحریک چلائی اور ایک معقول رقم آپ کے لئے جمع کر لی۔جب آپ کو رقم پیش کی گئی تو آپ نے وہ رقم واپس کر دی اور حکیم عبدالجلیل ندوی کو رقم کی متعلقہ حضرات تک واپسی کا کام سونپا۔(یہ سب تفصیل آرکائیوز ریکارڈ میں موجود ہے)

آپ دارالعلوم اسلامیہ محلّہ جٹاں میں صدر مدرس تھے۔اس دارالعلوم میں مرحوم سیٹھی کریم

بخشؒ نے چن چن کر نامی گرامی اساتذہ جمع کر رکھے تھے۔

۲۹ اگست ۱۹۳۳ء کو آپ کے مشہور سوانح نگار اور حاجی فقیرا خان ممبر قانون ساز اسمبلی کے بھائی عمر فاروق خان آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ اس ملاقات میں عبدالغفور آتش بھی موجود تھے۔ اس روز طویل نشست رہی۔ اس سے پہلے ہری پور جیل میں وہ آپ کے ساتھ رہ چکے تھے اور آپ نے انہیں ولی اللّٰہی تحریک سے روشناس کرادیا تھا۔ جیل ہی میں آپ نے عمر فاروق خان کو حجۃ اللہ البالغہ کا درس دینا شروع کر دیا تھا۔ وہ اس کو ایک فکری تحریک سے زیادہ اہمیت دینے کے حامی تھے۔ چنانچہ رائج الوقت سیاسی اصطلاحات سے ولی اللّٰہی تحریک کے مقاصد حاصل کرنے کے لئے وہ ان سیاسی اصطلاحات اور سیاسی فضا کو نہایت موافق سمجھتے تھے۔

اسی سال آپ نے آئے دن کے ہندو مسلم سکھ تنازعات کے حل اور انسانیت کی بلا لحاظ مذہب وملت خدمت کے لئے ایک انجمن بنائی جس کا نام انجمن خدام انسانیت تھا۔ اس انجمن کے تحت آپ نے فلاحی کام بھی شروع کر دیے مثلاً: مفت لائبریری، شبینہ سکول، مفت ہسپتال اور خواتین کی خصوصی تعلیم۔ اس سلسلے میں ابتدائی فنڈ کے طور پر مبلغ ۲۰۰ روپے عبدالرحمٰن ریا کے حوالے کئے۔ آپ نے جنوری ۱۹۳۴ء میں بہار اور اڑیسہ میں زلزلہ زدگان کے لئے سوشل ورک میں حصہ لیا۔ ۱۷ جنوری ۱۹۳۴ء کو عیدالفطر تھی اور آپ پر حکومت نے پابندی عائد کر کے آپ کو نظر بند کر دیا تھا۔ لیکن دینی فریضہ کی بجا آوری کے لئے آپ نے اس بار پابندی توڑنے کا فیصلہ کیا اور عیدگاہ جا کر نماز پڑھائی۔

اس کے بعد جب ۲۸ مارچ ۱۹۳۴ء کو عید قربان آئی تو دوبارہ آپ کو پابندیاں توڑ کر عیدگاہ جانا پڑا۔ اس پر حکومت وقت کو آپ کی یہ جرأت ناگوار گزری اور آپ کے خطبہ عید کے متعلق اپنے ایجنٹوں کے ذریعے غلط فہمیاں اور افواہیں پھیلا دیں۔ اس پر آپ نے فوراً ایک کتابچہ تحریر فرمایا اور اس میں قربانی سے متعلق شرعی احکام کی وضاحت کی۔ ملک بھر کے نامور علمائے کرام نے بھی آپ کی تائید میں فتاویٰ جاری کئے۔ ان فتاویٰ میں مدرسہ امینیہ دہلی، ندوۃ علماء اور دیوبند کے علمائے کرام کے فتوے شامل تھے۔

آپ کی تنظیم انجمن خدام انسانیت ہندو مسلم سکھ فساد کو مٹانے کے لئے بنی تھی۔ اس پلیٹ فارم سے سیاسی کام نہیں کیا جا سکتا تھا ورنہ سرکاری حلقے اسے ایک سیاسی جماعت قرار دے کر بدنام کر دیتے اور اس طرح ان کے لئے دوبارہ ہندو مسلم جھگڑے پیدا کرنا آسان ہو جاتا۔ اس لئے آپ نے ۱۹۳۴ء ہی میں سیاسی خدمت کے لئے کالعدم نوجوان بھارت سبھا کا کام جاری رکھنے کی غرض سے ینگ

مین ایوسی ایشن کے نام سے ایک سیاسی پلیٹ فارم قائم کیا۔

جمعیت علماء سرحد نے آپ کو صدارت کی پیشکش کی لیکن آپ نے اس سے معذرت کر لی۔ اگر آپ اس کی صدارت قبول کر لیتے تو ایک طرف تو آپ اس مسلمان جماعت کے نظم و نسق تک محدود ہو کر باقی اہل وطن سے دور ہو جاتے اور ان کے تنازعات مٹانے کی حیثیت کھو دیتے اور دوسرے اپنے ولی اللّٰہی فکر کی اپنے زمانے کے مطابق تشکیل کرنے کے کام سے دستبردار ہو جاتے۔ مختلف مذاہب کو اتحاد کا درس دینے کی غرض سے آپ نے ان کا ایک متحدہ محاذ متحدہ بورڈ کے نام سے اسی سال قائم کر دیا۔ لیکن اتحاد کی ان مساعی کے باوجود آپ دینی خدمت کے کام سے ہرگز غافل نہ تھے۔ چنانچہ ۱۹۳۴ء کو شریعت بل منظور کرانے کی جدوجہد میں آپ نے سرگرم حصہ لیا اور مسلم پرسنل لا منظور کروا کر دم لیا۔ فرقہ وارانہ ہم آہنگی کیلئے بھی ساتھ ساتھ آپ کا کام جاری رہا اور اس کے اجلاسوں کی صدارت کرتے رہے۔

۱۹۳۴ء ہی میں پہلی بار آپ اور آپ کے ساتھیوں کی دیرینہ کوششوں کے نتیجے میں صوبہ سرحد کو بھی مجلس قانون ساز کے لئے اپنا نمائندہ خود منتخب کرنے کا حق مل گیا۔ آپ نے اس کے لئے ڈاکٹر خان صاحب اور ان کے بھائی خان عبدالغفار خان کے قومی کردار کو پیش نظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر خان صاحب کے لئے مہم چلائی اور اپنی جماعت کے بعض اراکین کی سخت مخالفت کے باوجود ڈاکٹر خان صاحب کے لئے وسیع حمایت حاصل کر لی۔ ڈاکٹر خان صاحب صوبہ سرحد کے پہلے منتخب رکن مجلس قانون ساز بن گئے۔ اگلے سال مولانا عبدالرحیم نے حج کا ارادہ فرمایا تو حکومت نے آپ کو اس کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر آپ نے تاریخی یادگار جامع مسجد قاسم علی خان میں تقریر کرتے ہوئے حکومت کو خبردار کر دیا کہ میرا حج کا ارادہ اٹل ہے اور میں حکومت کا قانون توڑ کر حج پر چلا جاؤں گا۔ مجھے فریضہ حج کی ادائیگی سے روکنا ایسا ہی ہے جیسے کسی پہاڑ سے ٹکرانا۔ اس پہاڑ سے ٹکرانے سے حکومت کا قانون ہی پاش پاش ہوگا۔ اس سے پہلے آپ قانون توڑ کر عیدگاہ میں تقریر کے لئے جاتے رہے تھے۔ حکومت کو مجبور ہو کر اجازت دینی پڑی اور ۱۸ فروری ۱۹۳۵ء کی صبح آپ پشاور سے ٹرین میں روانہ ہو گئے۔ قصہ خوانی میں مسجد قاسم علی خان سے مولانا عبدالرحیم کو ایک جلوس کی شکل میں کابلی گیٹ لے جایا گیا۔ جلوس میں تقریباً ۷۰ افراد تھے ان میں ۱۶ خاکسار بھی تھے۔ کابلی گیٹ پہنچ کر جلوس رکا اور بخشی فقیر چند وید نے شرکاء سے خطاب کیا۔

بخشی فقیر چند وید نے کہا کہ ہم سب کو مولانا کی جدائی کا افسوس ہے لیکن یہ احساس بھی ہے کہ

وہ ایک فریضے کی بجا آوری کے لئے مکہ جارہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ مولانا صاحب نے ۱۹۱۴ء سے لے کر اب تک ملک وقوم کے لئے بیش بہا خدمات سرانجام دی ہیں اور ہمیشہ دیانت داری سے کام کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ مولانا پشاور واپس آ کر ایک نئے ولولے کے ساتھ سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہیں گے۔اوران کے پیروکاران کی عدم موجودگی میں اس انداز میں کام جاری رکھیں گے کہ کسی کو ان پر انگلی اٹھانے کا موقع نہ مل سکے۔انہوں نے مزید کہا کہ میں مولانا صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ مقامات مقدسہ پر ملک کی آزادی اور صوبہ سرحد کے لئے دعا فرمائیں۔ میں آپ سب سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ آپ بھی مولانا صاحب کی بخیر و عافیت وطن واپسی کے لئے دعا کریں۔اس کے بعد مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو پھولوں کے بہت سے ہار پہنائے گئے اور ٹانگے میں صدر ریلوے سٹیشن لے جایا گیا۔انہیں ریلوے سٹیشن پر ان کے رفقاء نے جن میں پیر بخش وکیل، سردار عبدالرب نشتر اور چاچا یونس شامل تھے الوداع کہا۔ جونہی ٹرین روانہ ہوئی تو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی زندہ باد کے نعرے لگائے گئے۔مولانا کے ساتھ بہت سے خفیہ والے ڈیوٹی پر تھے۔رام سرن نگینہ بھی ٹرین میں سوار ہو گئے۔انہوں نے نوشہرہ تک کا ٹکٹ لیا ہوا تھا۔روانہ ہوتے وقت انہوں نے اپنا ٹکٹ مولانا عبدالرحیم صاحب کو دے دیا اوران کا لاہور تک کا ٹکٹ خود لے لیا۔خفیہ والے ٹکٹ چیک کرتے وقت چکرا کر رہ گئے۔

لاہور پہنچ کر مولانا صاحب دو دن تک ٹھہرے۔ وہاں پر پنڈی داس، منشی احمد دین، مبارک علی ساغر اور ایم اے ماجد وغیرہ کے ساتھ ایک خفیہ اجلاس میں شرکت بھی کی۔انہیں لاہور میں ملک کے لئے خدمات پر سپاسنامہ بھی پیش کیا گیا۔مولانا صاحب لاہور سے کراچی پہنچے اور بحری جہاز کے ذریعے حجاز روانہ ہوئے۔مولانا صاحب کی نگرانی کے لئے ایک خفیہ سرکاری افسر ''حج'' کے لئے بھیج دیا گیا تھا۔

۲۹ اپریل ۱۹۳۵ء کے اخبارات روزنامہ ''پرتاب'' لاہور اور روزنامہ ''فرنٹیئر ایڈوکیٹ پشاور'' نے لکھا کہ ''مولانا عبدالرحیم پوپلزئی، غازی امان اللہ خان کے ساتھ قسطنطنیہ گئے ہیں اور وہ ان کے ساتھ یورپ بھی جائیں گے''۔ان دنوں غازی امان اللہ خان اٹلی میں جلاوطنی کے ایام گزار رہا تھا۔

آپ کے شاگرد ۹۲ سالہ حاجی غلام غوث ولد حاجی عزیز اللہ کھوسہ ساز کا بیان ہے کہ وہ بھی اس حج کے لئے آپ کے ساتھ گئے تھے۔اس کا کہنا ہے کہ:

''آپ جب حجاز مقدس پہنچے تو گورنر مکہ کو خواب میں حکم دے کر آپ کے استقبال کے لئے بھیجا گیا کہ ''میرا مہمان آ رہا ہے'' اس کو عزت واحترام سے لایا جائے''۔حجاز میں پہنچنے کے بعد آپ کو

شاہی مہمان کا درجہ دے دیا گیا۔ آپ نے ۱۵ دن شاہی مہمان کی حیثیت سے گزارنے کے بعد وہاں اس حیثیت سے رہنے سے معذرت کر لی کیونکہ آپ خود سلطان الفقرا تھے۔ آپ کو بہت پیشکشیں ہوئیں لیکن آپ نے جواب دیا۔

نحن لا نسكن هناك ''ہم یہاں نہیں رہیں گے''

(نحن کا صیغہ واحد متکلم کی بجائے جمع متکلم کا ہے۔ مابدولت کے جواب میں کہا گیا ہوگا)

ارض مقدس میں قیام کے دوران آپ کی ملاقاتیں دنیا بھر کے رہنماؤں سے ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ غازی امان اللہ خان بھی وہاں پہنچ گیا تھا اور آپ نے خود ایک مرتبہ فرمایا کہ وہ اپنے گناہوں کی معافی کے لئے ارض پاک پر سر کے بالوں سے جھاڑو دیتا تھا۔ آپ ایک سال سے زیادہ عرصہ تک وہاں قیام پذیر رہے اور اگلے سال اپریل ۱۹۳۶ء میں دوسرا حج کرنے کے بعد وطن واپس تشریف لائے۔ واپسی پر بمبئی میں اترے پھر اجمیر شریف لاہور راولپنڈی اور کشمیر وغیرہ میں قیام کیا۔ قیام کشمیر کے دوران آپ کو اپنی والدہ کی وفات کا ٹیلی گرام ملا تو پشاور روانہ ہوئے لیکن وطن واپسی کے فوراً بعد آپ پر از سر نو ناروا پابندیاں عائد کر دی گئیں۔ جب ۸، ۹ اور ۱۰ مئی ۱۹۳۶ء کو آل انڈیا مجلس احرار اسلام کانفرنس امرتسر میں منعقد ہوئی تو اس میں بھی علامہ عبدالرحیم پوپلزئی پر نامناسب پابندیوں کی مذمت کی گئی اور حکومت سے پابندیاں واپس لینے کا مطالبہ کیا گیا۔

۲۸ اگست ۱۹۳۶ء کو ڈسٹرکٹ پارلیمانی بورڈ کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام پشاور میں منعقد ہوا تو اس میں بھی آپ پر عائد شدہ پابندیوں کا ذکر کیا گیا۔ جلسہ عام میں آپ خود بھی موجود تھے۔ جلد ہی سرکار انگریزی نے پھر سے ہندو مسلم تنازعات کو ہوا دینے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ اسی قسم کا ایک تنازعہ فتو منڈی پشاور شہر میں مکان اور زیارت کے لئے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین تھا۔ جھگڑے میں ۱۶ ستمبر ۱۹۳۶ء کو سب نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی سرپرستی پر اتفاق کیا۔ اگلے ماہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو ہونے والی مجلس احرار اسلام کی کانفرنس میں بھی مفتی عبدالرحیم پوپلزئی پر حکومتی پابندیوں کی سخت مذمت کی گئی اور شیخ حسام الدین میونسپل کمشنر امرتسر نے آپ پر پابندیاں اٹھانے کا مطالبہ کیا۔

۱۴ نومبر ۱۹۳۶ء کو مسجد قصابان بنوں میں اسلام بی بی کیس کے سلسلے میں ایک بہت بڑا جلسہ عام منعقد ہوا۔ سرکاری رپورٹوں کے مطابق اس جلسے کے حاضرین کی تعداد چھ ہزار کے قریب تھی۔ آپ کو علماء کرام نے اس جلسہ عام کا صدر بنایا تھا۔ ان دنوں امر کور نامی ہندو لڑکی کے قبول اسلام کے بعد

اسلام بی بی بننے اور میر نور شاہ سے نکاح کا واقعہ ملک گیر شہرت اختیار کر گیا تھا۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے اس اہم جلسہ کی صدارت فرمائی تھی لیکن اس میں آپ نے تقریر نہیں کی تھی۔

۱۶ دسمبر ۱۹۳۶ء کو عید کے موقع پر ۳۸ خاکساروں نے پرچم اور بگل کے ساتھ آپ کو سلامی پیش کی۔ ۱۹۳۷ء میں آپ نے شہدائے قصہ خوانی کی یادگار تعمیر کرانے کی تحریک شروع کرادی۔ اس زمانے میں کالعدم نوجوان بھارت سبھا کے اراکین کانگرس اشترا کی پارٹی کے پرچم تلے سیاسی کام کر رہے تھے۔ آپ اس جماعت کے سرحد میں قائد تھے۔ آپ کانگرس کے بھی بدستور رکن تھے۔ اس سال کے دوران آپ انتخابات کے سلسلے میں جلسے جلوسوں اور خفیہ پارٹی اجلاسوں میں مصروف رہے۔ اپنے محلّہ کی مسجد بھی اسی دوران تعمیر کروائی۔

۲۷ اگست ۱۹۳۷ء کو خان عبدالغفار خان کی سیاسی زندگی کے مشہور جلوس کی قیادت بھی امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے کی۔ اسی روز شاہی باغ میں منعقدہ جلسہ عام کی صدارت بھی علامہ پوپلزئی ہی نے فرمائی تھی۔ جلسہ میں خان عبدالغفار خان اور ڈاکٹر خان صاحب سمیت صوبہ سرحد کے ممتاز رہنما موجود تھے۔ جلوس وجلسہ کے انتظام کے سرپرست بھی آپ تھے۔ باقی بارہ اراکین میں ڈاکٹر خان صاحب، آغا لعل بادشاہ بخاری، علی گل خان، پیر بخش گیل، حکیم عبدالجلیل ندوی اور سردار عبدالرب نشتر وغیرہ شامل تھے۔

اسی سال ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو جواہر لعل نہرو نے صوبہ سرحد کا دورہ کیا تو خان عبدالغفار خان اور علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی رہنمائی میں دورے کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔

اگلے سال ۱۹۳۸ء میں بھی آپ جلسے جلوسوں اور پارٹی کی تنظیم سازی کے کاموں میں مصروف عمل رہے۔ اس کے ساتھ یادگار شہدائے قصہ خوانی کی تعمیر کی تحریک بھی جاری رکھی۔

۱۲۸ اپریل ۱۹۳۸ء کو اکوڑہ خٹک میں کسان کانفرنس کا انعقاد ہوا تو پرچم کشائی آپ کے دست مبارک سے کرائی گئی۔ اسی سال ۱۹۳۸ء ہی میں مردان میں غلہ ڈھیر نامی گاؤں میں کسانوں کی تحریک شروع ہوئی تو آپ نے اس تحریک میں کسانوں کی رہنمائی کی۔ آپ کو غلہ ڈھیر کے سینکڑوں دیہاتیوں سمیت ڈاکٹر خان صاحب کی حکومت نے جیل میں قید کر دیا اور انگریزوں کی سختیوں کا ریکارڈ توڑ کر آپ کو پہلی بار سی کلاس میں رکھا۔ آپ کی کوٹھڑی سے بول وبراز کا ایک نالہ گزارا گیا تھا۔ آپ کو کھانے کے لئے کالے چنے دیئے جاتے تھے۔ اس پر آپ کے ایک قیدی ساتھی وارث خان رشکئی نے اس اذیت ناک

حالت کا ذکر کیا تو آپ نے ان سے کہا کہ آزادی کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ آزادی آسانی سے نہیں ملتی۔ آپ اس گندے نالے کو دریائے کابل تصور کریں اور سیاہ چنے بادام سمجھ کر کھائیں تو اس اذیت کا احساس کم ہوجائے گا۔ وارث خان رشکئی بتاتے تھے کہ اس بار تو جیل سے ہمارا زندہ سلامت باہر آنا ایک معجزہ سے کم نہ تھا۔ جیل سے باہر آ کر آپ نے پھر سے مظلوموں کی جدوجہد کی قیادت شروع کی اور دسمبر ۱۹۳۸ء میں ہزارہ کے دورے اور مزارعوں، گجروں اور چرواہوں کی تنظیم سازی کا کام کیا۔

۱۹۳۸ء اور ۱۹۳۹ء میں سرکاری ایجنٹوں نے پھر کینٹ مسجد احاطہ بیلی رام کا ہندو مسلم تنازعہ کھڑا کردیا۔ آپ میدان میں پھر نکلے تو سب نے آپ کی ثالثی پر اتفاق کرلیا۔

۲۵ اور ۲۶ فروری ۱۹۳۹ء کو پڑاؤ مانسہرہ کے مقام پر پہلی ہزارہ کسان کانفرنس منعقد ہوئی۔ آپ نے اس کی صدارت کی اور عنقریب ایک جنگ عظیم شروع ہونے کی پیشن گوئی فرمائی۔ اسی سال جنگ عظیم دوم چھڑ گئی۔ آپ کی جدوجہد کی وجہ سے حکومت نے مانسہرہ تحصیل کے مزارعین اور مالکان کے تعلقات کی تحقیق کے لئے ایک کمیٹی قائم کردی اور اسمبلی میں سردار عبدالرب نشتر نے مزارعت کا بل پیش کیا جس کا مسودہ حرف بحرف علامہ پوپلزئی کا لکھا ہوا تھا۔ بل پر آپ کا بیان سرکاری بل کی مطبوعہ فائل میں موجود ہے۔

۲۶ مارچ ۱۹۳۹ء کو تاریخ انسانی کی ایک انوکھی کانفرنس منعقد کرائی۔ یہ اچھوت خاکروبوں کی پہلی تاریخی صوبائی کانفرنس تھی جس کے جلوس کی قیادت مستضعفین کے مفتی اسلام مولانا عبدالرحیم پوپلزئی ہی نے کی تھی اور کانفرنس میں جو پولوگراؤنڈ پشاور (موجودہ قیوم سٹیڈیم) میں منعقد ہوئی، خطبہ استقبالیہ بھی مولانا صاحب نے پڑھا تھا۔ یہ واقعہ انسانی عظمت کی تاریخ میں ہمیشہ سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

۱۹۳۹ء میں آپ کے دوست سبھاش چندر بوس نے پشاور کا آخری اعلانیہ دورہ کیا تھا۔ ۲۰ اور ۲۱ دسمبر ۱۹۳۹ء کو آپ نے سرائے صالح کے مقام پر دوسری ہزارہ کانفرنس منعقد کرائی۔ اگلے ہی دن آپ کا پیش کردہ مسودہ قانون کی صورت میں منظور ہوکر گورنر کے گزٹ نوٹیفکیشن میں چھپ کر قانون بن گیا۔

۲۶ مارچ ۱۹۴۰ء کو تغمان یارقند سے خداداد خان روسی حکومت کا پیغام لے کر لکھنو گیا اور پھر پشاور آکر علامہ عبدالرحیم پوپلزئی سے ملاقات کی۔ اس نے لاہور، دیوبند اور دہلی میں بھی علماء کرام سے بات چیت کی کہ اگر روس ہندوستان پر حملہ کرکے انہیں آزاد کرانے کا منصوبہ بنائے تو کیا سرحد اور آزاد

قبائل کے مسلمان ساتھ دیں گے؟ مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اور مولانا نیف گل نے اس تجویز کی حمایت کی جبکہ مفتی کفایت اللہ دہلوی اور مولانا شاکراللہ نے اس تجویز سے اتفاق نہ کیا۔

علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے اپریل میں وزیرستان اور بنوں پر انگریزوں کی آئے دن کی بمباریوں کے جواب میں وہاں کے لوگوں کو مزاحمت پر آمادہ کرنے کے لئے دورہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن آپ کی چودہ سالہ بیٹی ان دنوں سخت بیمار تھی۔ اس کے باوجود آپ بنوں روانہ ہوگئے۔ وہاں پر مختلف اجتماعات سے خطاب کیا اور ۱۲ اپریل ۱۹۴۰ء کو مسجد قصابان کی باغیانہ تقریر کرنے کے جرم میں گرفتار ہوکر جیل پہنچ گئے۔ آپ کو اسسٹنٹ کمشنر بنوں کی عدالت سے پانچ سال قید بامشقت کی سزا ہوگئی۔ سزا پر آپ نے حیرت کا اظہار کیا کہ جن غیر ملکی آقاؤں کو اپنی فرعونیت اور استبداد پر اتنا گھمنڈ ہے وہ انہیں صرف ۵ سال قید بامشقت کی سزا دے سکے۔ ان لوگوں کے قلم میں اتنی ہی طاقت تھی اس سے زیادہ وہ نہ کرسکتے تھے۔ بعد میں آپ نے قانونی جنگ کے ذریعے یہ قید تین سال قید بامشقت تک کرالی تھی۔ اس جنگ کی تفصیل اس کتاب میں موجود ہے۔

۱۵ اپریل ۱۹۴۰ء کو بھی آپ نے مسجد بیرون غوری والا بنوں میں تقریر کی جو سرکاری رپورٹ میں بیان کی گئی۔ اس کے علاوہ آپ مختلف اجتماعات اور ملاقاتوں کے ذریعے علماء اور زعماء سے اس مشن کو آگے بڑھانے کا حلف لینے میں بھی کامیاب ہو چکے تھے۔

آپ کی گرفتاری پر رائے عامہ کے رہنماؤں نے احتجاج شروع کر دیا۔ خصوصاً عبدالغفور سیٹھی تو ہر جمعے کے اجتماع میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری اور سزا کی مذمت کرتے اور خود علی الاعلان وہ الفاظ دہراتے تھے جو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی سزا کا موجب بنے تھے۔ اسی قید کے دوران ہی ایک دن آپ کو اپنی بیمار بیٹی کے انتقال کی خبر ملی جو آپ کی جدائی میں تڑپ تڑپ کر خالق حقیقی سے جا ملی تھی۔ سیٹھی عبدالغفور نے آپ کو اس کی وفات سے آگاہ کرنے کے لئے عربی میں خط لکھا۔ اور بخشی فقیر چند وید یہ خبر سنانے خود جیل میں ملاقات کے لئے گئے۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے لیکن آپ نے جلد آنسو پونچھ کر کہا کہ خداوند کریم کی یہی رضا ہوگی۔ اس کے بعد تحریک کی پیش رفت کے بارے میں پوچھنے لگے۔

۱۳ مئی ۱۹۴۱ء کو آپ کے بھائی اور آپ کے گھر کے واحد نگران مرد مفتی عبدالقیوم پوپلزئی بھی

حریت کے معرکے سر کرتے ہوئے جیل بھیج دیئے گئے۔ آپ نے ڈیرہ اسماعیل خان جیل میں بھائی کو دیکھا تو پوچھا گھر کو کس کے حوالے کیا؟ اس پر مفتی عبدالقیوم صاحب نے جواب دیا ’’اللہ ہی کے حوالے کر کے میں بھی آ گیا ہوں‘‘۔

مسلم لیگ اور مجلس احرار اسلام نے بھی مفتی اعظم صوبہ سرحد مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی رہائی کے لئے تحریک چلائی۔ دیگر جماعتوں اور انجمنوں نے بھی حکومت سے مولانا کی رہائی کے سلسلے میں مطالبات کئے۔

جولائی ۱۹۴۱ء میں مسلم لیگ کے ایک وفد نے اس سلسلے میں ڈپٹی کمشنر پشاور سے ملاقات کی اور علامہ اور ان کے بھائی کی رہائی کا مطالبہ پیش کیا۔ اس وفد میں میاں غلام حسین صاحب، آغا زمان شاہ صاحبؒ، سید سکندر شاہ صاحب اور یونس علی خان صاحب شامل تھے۔

اسی طرح انجمن خیر خواہان حیدر آباد کے حافظ عبدالرحمٰن نے ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کی اور علامہ اور ان کے بھائی کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ ۲۵ جولائی ۱۹۴۱ء کی رات کو سردار اورنگ زیب خان سابق وزیر اعلیٰ کے بالا خانے پر مسلم لیگیوں کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں آغا سید لعل بادشاہ بخاری، کریم اٹلی، غلام حسین آف پشاور بوٹ ہاؤس نے خواجہ اللہ بخش، حافظ فضل محمود وغیرہ شریک تھے۔ اس اجلاس میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی رہائی کے سلسلے میں ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کے لئے ایک وفد تشکیل دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ مسلم لیگ اور انجمن خیر خواہان حیدر آباد کے وفود نے علامہ اور ان کے بھائی کی رہائی کے سلسلے میں ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کی۔ اس دوران میں علامہ عبدالرحیم صاحب کو بنوں جیل، ڈیرہ اسماعیل خان جیل، پشاور جیل اور ہری پور جیل میں قید تنہائی کے حکم کے ساتھ منتقل کیا جاتا رہا۔

۱۷ جنوری ۱۹۴۳ء کو جب آپ کی حالت بگڑ گئی تو آپ کو سخت پابندیوں کے حکم نامے کے ساتھ رہا کیا گیا جس کے باعث آپ کسی پرفضا مقام پر بھی نہیں جا سکتے تھے۔ اس زمانے میں علاج معالجے کی زیادہ سہولتیں تو ہوتی نہیں تھیں۔ لے دے کے تپ دق کے مریض کو کسی پرفضا مقام پر لے جانے کا مشورہ دیتے تھے۔ رہائی کے وقت پشاور سنٹرل جیل کے قیدیوں نے ایک یادگار سپاسنامہ پیش کیا جس میں آپ کی خدمات کا اعتراف اور آپ کو خراج عقیدت پیش کیا گیا تھا۔ آپ پر رہائی کے وقت جو ناروا پابندیاں عائد کی گئیں اس کے خلاف مجلس احرار اسلام نے ایک قرارداد منظور کی۔ اس وقت حسین بخش کوثر اس کے سیکرٹری تھے۔ مسلم لیگ کے سیکرٹری ملک شاد محمد خان نے بھی ان پابندیوں کے خلاف

ڈپٹی کمشنر کو ایک خط لکھا جس میں کہا گیا تھا کہ آپ تمام مسلمانوں کے تسلیم شدہ مفتی اعظم ہیں اور آپ پر اس حالت میں پابندیوں کا کوئی جواز نہیں۔ ڈپٹی کمشنر سکندر مرزا نے رائے عامہ کے دباؤ کے پیش نظر مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی خدمت میں ایک تحریری معافی نامہ بھیجا اور فقیر آف اپی نے آپ کی شاندار خدمات پر آپ کی خدمت میں طلائی کشیدہ کاری والا ایک خلعت پیش کیا۔

رہائی کے بعد آپ تبدیلی آب ہوا کے لئے موسم گرما میں آخری بار کشمیر تشریف لے گئے۔ آپ کے کم سن بیٹے عبدالرؤف اور آپ کے معتقد سید رسول شاہ بھی ساتھ گئے۔ سی آئی ڈی اہلکار دھنی رام کے بھائی ٹھاکر داس نے وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔

اپنی زندگی کے آخری دسمبر کی آخری تاریخ کو وصیت نامہ لکھا۔

وصیت نامے کے شروع کے الفاظ یہ تھے "خدائے قدوس کی رضامندی میرا منتہائے مقصود ہے۔ اس سے محبت، اس کے رسول علیہ السلام سے عقیدت میرے لئے باعث زندگی ہے"۔

۳۱ مئی ۱۹۴۴ء کو بمطابق ۸ جمادی الثانی ۱۳۶۳ ہجری بدھ کے دن حضرت مفتی سرحد علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے رحلت فرمائی۔ اسی روز شام کو چوک یادگار میں ایک جلسہ عام منعقد کیا گیا۔ اس سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر خان صاحب، کانگرس کے صوبائی صدر خان علی گل خان اور محمد یونس قریشی نے آپ کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ علی گل خان نے تعزیت کی قرارداد پیش کی اور ڈاکٹر خان صاحب نے علامہ پوپلزئی کو مجاہد قوم قرار دیا۔ محمد یونس قریشی نے آپ کی مسجد قاسم علی خان میں تدفین کی تجویز پیش کی۔ اگلے روز یکم جون ۱۹۴۴ء کو آپ کے جنازے کا تاریخی جلوس نکالا گیا۔ کننگھم پارک میں صفیں باندھ کر نماز جنازہ پڑھی گئی اور شام کو چوک یادگار میں آپ کی یاد میں جلسہ عام منعقد کیا گیا۔

جمعیت علمائے ہند نے جولائی ۱۹۴۴ء اور اپریل ۱۹۴۵ء کے اجلاسوں میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی وفات حسرت آیات پر تعزیت کی قرارداد منظور کی۔ آپ کا مرقد انور مسجد قاسم علی خان میں ہے جہاں سے آپ نے جہاد اور انقلاب کی جدوجہد کا آغاز کیا تھا۔

دوسراباب امام حریت کے نام فقیر اپی کا خط

جنگ آزادی کے دوسرے نامور رہنماؤں کے علاوہ فقیر اپی کے ساتھ بھی امام حریت مولانا پوپلزئی کا رابطہ رہتا تھا۔ چنانچہ ایک واقعہ حسب ذیل ہے۔

یہ خط ۱۲ اگست ۱۹۶۰ء کے ''بانگ حرم'' اخبار میں محمد یونس قریشی مرحوم نے ''جنگ آزادی میں سابق صوبہ سرحد کا حصہ'' کے نام سے سلسلہ مضامین میں بھی شائع کرایا تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

یہ واقعہ غالباً ۱۹۳۴ء کا ہے۔ ایک دن گرمی کے موسم میں کوئی تین بجے کے قریب میں حضرت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے حجرے میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میرا بچہ عبدالرؤف بھی میرے ساتھ تھا۔ مولانا صاحب کو رؤف سے بڑی محبت تھی اور رؤف بھی آپ سے کھیلتا رہتا تھا۔ اتنے میں کسی نے دروازہ کھٹکٹایا۔ میں نے جا کر دروازہ کھولا۔ باہر دو آدمی کھڑے تھے۔ ایک تو مولانا صاحب کی مسجد کا خادم تھا اور دوسرا کوئی اجنبی معلوم ہوتا تھا۔ خادم نے مجھ سے پوچھا ''مولانا صاحب ہیں''؟

میں نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر اس نے دوسرے اجنبی آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ''یہ مولانا صاحب کے مہمان ہیں'' میں مہمان کو ساتھ لے کر اندر آ گیا۔ علیک سلیک ہوئی لیکن مولانا صاحب نے ان کو نہ پہچانا۔ اس اثناء میں اسی آدمی نے خدا جانے کون سی زبان میں کچھ کہا اور اس کے ساتھ ہی مولانا صاحب اٹھے اور مہمان سے بغلگیر ہو گئے۔ دونوں آپس میں بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے اور میں ٹکٹکی باندھے اس آدمی کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ بڑی پر اسرار شخصیت کا مالک تھا۔ اس نے میرے بارے میں مولانا صاحب سے پوچھا ''یہ کون ہے؟''۔

انہوں نے جواب دیا: ''فکر نہ کریں اپنا بچہ ہے''۔
اس اجنبی کی زبان پشتو تھی لیکن وہ اکثر ''ش'' کو ''خ'' کی جگہ اور لفظ ''چ'' کو ''ک'' کی جگہ استعمال کرتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس شخص نے اپنی ران سے بندھا ہوا ایک کپڑا کھولا اس کپڑے میں لپٹے ہوئے لمبے لمبے تین لفافے نکلے۔ ایک مولانا صاحب کے نام تھا دو کسی اور کے نام۔
لفافوں پر بیضوی قسم کی مہر لگی ہوئی تھی۔
جب یہ لفافے مولانا صاحب نے لے لئے تو میں نے خیال کیا کہ شاید یہ کوئی پرائیویٹ خط ہوں۔ اس لئے اب یہاں سے چلے جانا چاہئے۔ میں نے اجازت لی اور وہاں سے رخصت ہو گیا۔
آتے وقت مولانا صاحب نے اتنا کہا کہ ''برخوردار اس آدمی کے متعلق باہر کسی سے ذکر نہ کرنا'' دوسرے دن میں حسب معمول پھر مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت وہ مہمان وہاں موجود نہ تھا۔ میں نے پوچھا کہ ''مہمان چلا گیا ہے'' جواب سے معلوم ہوا کہ وہ وہاں سے جا چکا ہے۔ میں خاموش ہو گیا مگر رہ رہ کر میرے دل میں یہ خواہش اٹھتی کہ مولانا صاحب سے اس پراسرار آدمی اور ان لفافوں کے بارے میں پوچھوں تو سہی۔ ڈرتے ڈرتے میں نے سوال کیا کہ ''حضرت وہ آدمی کون تھا؟'' مولانا صاحب مسکرا دیئے۔ ان کی عادت تھی کہ وہ کسی بات کا جواب دینے سے پہلے بڑے مشفقانہ انداز سے سوال کا مطلب پوچھتے۔ جب جواب سے مطمئن ہو جاتے تو پھر اصل بات جو پوچھی گئی ہو، کہہ دیتے میرے سوال کے جواب میں بھی انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور ایک لفافہ میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ لفافہ موٹے کاغذ کا دستی بنا ہوا تھا۔ میں نے اسے الٹ پلٹ کر دیکھا تو سوائے ایک مہر کے اس پر کچھ نہ تھا۔ آخر لفافے سے میں نے کاغذ

نکالے۔ دو لمبے لمبے کاغذوں پر (لکھے ہوئے) خط کو دیکھتا رہا۔ وہ قندہاری طرز کی پشتو میں میں لکھا ہوا تھا۔ اور اس میں اکثر الفاظ فارسی اور عربی کے تھے جو میری سمجھ سے باہر تھے۔ میں نے خط مولانا صاحب کو واپس کر دیا اور عرض کیا کہ ''میں تو یہ خط پڑھ نہ سکا آپ ہی فرمائیں کہ اس میں کیا لکھا ہے''۔

مولانا صاحب نے خط کے بعض حصے مجھے اردو میں سنائے ان میں کچھ اس قسم کا مضمون بیان ہوا تھا:

عالی مرتبت!

آپ کے بھیجے ہوئے دونوں آدمی یہاں خیریت سے پہنچ گئے ہیں۔ یہ آدمی بڑے شریف اور بہادر ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے قلعہ کے ہسپتال کا کام سنبھال لیا ہے اور مستری صاحب بھی اپنے کام پر لگ گئے ہیں۔ پچھلے چند دنوں سے انگریزی فوجیں پھر ہماری پہاڑیوں پر گولہ باری کر رہی ہیں۔ جس کا جواب ہم بھی دے رہے ہیں۔

کئی دنوں سے ہمیں ہندوستانی اخبارات نہیں مل رہے۔ شاید راستے میں گڑبڑ ہے۔ میرا آدمی آپ کے پاس پہنچے تو اسے فوراً لوٹا دیں۔ نیز دو لفافے جو اس کے پاس ہیں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حسین احمد مدنی کی خدمت میں جلد ارسال کر دینا کیونکہ یہ بہت ضروری خطوط ہیں۔

عزیزی میرا سلام ان نوجوانوں تک پہنچا دینا جنھوں نے پشاور میں گورا فوج کی ٹرین اور لارڈ ولنگڈن کی ٹرین کو بموں سے اڑا دینے کی کوشش کی تھی۔

حقیقت میں یہی کام ہے جو سرحدات میں فرنگیوں کے خلاف لڑنے والے مجاہدین کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ ایک خوشخبری بھی سن لیں۔ وہ یہ کہ اب تو ہمارے کاریگر چھوٹی چھوٹی توپیں بھی بنانے لگے ہیں۔

آپ کبھی بنوں کے دورے پر تشریف لائیں تو مجھے آپ سے ملاقات کر کے بڑی خوشی ہوگی۔

زیادہ آداب
آپ کا مخلص
فقیر

تیسرا باب اسلام بی بی کا مشہور واقعہ

۵ مارچ ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے کہ چندوخیل تھانہ ڈومیل کی ایک ہندولڑکی نے مسلمان ہوکر امیر نورعلی شاہ نامی مسلمان سے نکاح کرلیا اوراپنا نام رام کور سے اسلام بی بی رکھ لیا۔اس پر ہندوؤں نے لڑکی کے اغوا کا مقدمہ درج کروا کرامیر نورعلی شاہ اوراس کے اہل خاندان کو گرفتار کروادیا۔ جب لڑکی کو ۱۵ جون ۱۹۳۶ء کو سینئر سول جج بنوں کی عدالت میں پیش کیا گیا تو اس نے بیان دیا کہ میں اسلام قبول کرچکی ہوں اور میری ماں منسا دیوی غیر مسلم ہے اس لئے اب مجھے اس کی تحویل میں نہ دیا جائے۔انگریزی حکومت نے اپنی روایات کے مطابق اس ہندومسلم تنازعے کو بھی خوب ہوا دی اور دونوں مذہبی گروپوں کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کرادیا۔اس طرح ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی آزمودہ حکمت عملی سے ایک بار پھر بنوں وزیرستان کی فضا کو مکدر کردیا۔

بنوں کے قریب ایک گاؤں ایپی کی مسجد کے امام مرزاعلی خان فقیر کو اس واقعے سے بہت شہرت ملی اوران پراس مقدمے کے علاوہ مسجد شہید گنج کے تنازعے کے دوران مسلمانوں کو اکسانے کے الزام میں مقدمات درج کر لئے گئے۔مرزاعلی خان عرف حاجی فقیرا یپی بندوبسی علاقہ سے وزیرستان کے قبائلی علاقے میں روپوش ہوگئے اور وہاں پر جہاد شروع کردیا۔

مفتی اعظم صوبہ سرحد علامہ عبدالرحیم پوپلزئی ان دنوں ہندومسلم تنازعات کو سلجھانے اور دونوں کو غیرملکی حکمرانوں کے خلاف متحد کرنے میں لگے ہوئے تھے۔سرکاری پولیس ریکارڈ خلاصہ خفیہ پولیس سال ۱۹۳۶ء پیرانمبر ۱۱۳۴ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان علمائے کرام نے اس موقع پر بھی انہیں بلا کر بنوں کی مشہور مسجد قصابان میں ایک بہت بڑے جلسہ عام کا صدر بنادیا تھا۔یہ جلسہ عام اسلام بی بی کیس کے سلسلے میں آئے دن ہونے والے جلسوں میں سب سے بڑا تاریخی جلسہ تھا اور پولیس کے خفیہ رپورٹروں نے اس کے حاضرین کی تعداد چھ ہزار لکھی ہے۔اس عظیم اجتماع میں بنوں کے شہری، وزیر قبائلی اور بنوچی مسلمان شریک تھے۔

یہ جلسہ عام سپیشل برانچ ریکارڈ فہرست دوم بستہ نمبر ۸۰ اور فائل نمبر ۱۴۳۶ میں ۱۴ نومبر ۱۹۳۶ء کی ڈائری کے مطابق ۱۴ نومبر ۱۹۳۶ء کو نماز جمعہ کے بعد ۲ بجے دوپہر سے ڈھائی بجے دوپہر تک منعقد ہوا تھا۔مذکورہ بالا دونوں رپورٹوں کے مطابق اس کی صدارت مولانا عبدالرحیم صاحب نے کی تھی۔

لیکن ان میں سے کسی ایک رپورٹ میں بھی یہ ذکر موجود نہیں کہ مولانا عبدالرحیم نے خود بھی اس میں تقریر کی یا نہیں۔ قیاس یہی ہے کہ نہیں کی ہوگی ورنہ صدر جلسہ کی تقریر رپورٹ کرنا ضروری تھا۔ خصوصاً اس موقع پر جب بنوں شہر کی پولیس کے اے ایس آئی حقداد خان اور فٹ کانسٹیبل سرفراز خان خود موجود تھے اور سب انسپکٹر بنوں نے اپنے دستخطوں سے اس کی رپورٹ اعلیٰ حکام کو بھیجی تھی۔ یہ مقدمہ کافی عرصہ تک چلتا رہا تھا اور اس کی رپورٹ ۱۴ اپریل ۱۹۳۶ء کے اخبار ''سرحد پشاور'' میں بھی چھپی تھی۔

۱۳ نومبر ۱۹۳۶ء کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی صدارت میں ہونے والے اجتماع سے مولانا مہر گل اور قاضی حبیب الرحمٰن سوکڑئی نے خطاب کیا تھا۔ مولانا مہر گل نے اپنے خطاب میں کہا کہ مسلمانوں کو اسلام بی بی کے مقدمے کے دوران بہت تنگ کیا جاتا رہا ہے۔ (اس پر حاضرین نے تائید کی)۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس وقت چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک اسلام بی بی کو واپس حاصل نہیں کر لیتے۔ افسوس یہ ہے کہ ہم میں اتفاق نہیں۔ ہم میں سے بہت سے لوگ ہماری حمایت کا دم بھرتے ہیں لیکن بات حکومت کی مانتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کا صوبہ ہے اور اگر ہم سب مسلمان متحد ہو کر اسلام بی بی کے حصول کے لئے آواز اٹھائیں تو حکومت ضرور اس جائز مطالبے کو تسلیم کرے گی۔ انہوں نے حاضرین کو بتایا کہ یہاں سے شیخ غلام سرور، خان ملا اور حکیم عبدالرحیم صاحب شہید گنج کانفرنس کے سلسلے میں لاہور گئے ہوئے ہیں۔ وہ اس کانفرنس میں بھی اسلام بی بی کا معاملہ پیش کریں گے۔ تاکہ پورے ہندوستان کے مسلمان اس مشترکہ دکھ میں شریک ہو جائیں۔ ہم غریب مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ سے برا سلوک روا رکھا جاتا رہا ہے۔ مسجد شہید گنج لاہور کے معاملے میں مسجد سکھوں کو دے دی گئی۔ فلسطین میں ظلم ہوا تو مسلمانوں پر ہوا اور اب بنوں میں ایک مسلمان لڑکی غیر مسلموں کے حوالے کی جارہی ہے۔ اس لڑکی کا نکاح شریعت محمدی کے مطابق جمعیت علماء بنوں نے کرایا۔ ہمیں اپنے رہنماؤں کی نصیحت ہے کہ قانون پر کاربند رہ کر اپنا کام کرو۔ اسی لئے ہم ان کے حکم کو مانتے ہوئے قانون پر کاربند ہیں۔ ہم حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ جلد از جلد اسلام بی بی اور اس کی ماں کو عدالت میں پیش کرے۔ ہم ایسے گواہ لانے کی کوشش کریں گے جو اسلام بی بی کو جانتے ہوں تاکہ ہندو ہمیں دھوکہ نہ دیں۔ اگر مولوی صاحبان کی اجازت ہو تو ہم لوگ کثیر تعداد میں پیشی کے موقع پر پہنچ سکتے ہیں۔ یہ محض وقتی جذبات کی بات نہیں۔ اگر مولوی صاحبان اسلام بی بی کے بارے میں جلسہ عام سے دور و نزدیک دیہات والوں کو خبر کر دیں تو آپ دیکھیں گے کہ ہزاروں کیا لاکھوں مسلمان حاضر ہو جائیں گے۔

قاضی حبیب الرحمٰن سکوٹی نے اپنی تقریر میں کہا کہ مجلس قانون ساز کے ایک آریہ سماجی رکن نے ایک قرارداد پیش کی ہے کہ اگر کسی بھی مذہب کی عورت آریہ سماج مذہب اختیار کرلے تو اس کی شادی کا بندھن ٹوٹ جائے گا۔لیکن اس کی وراثت کے حقوق متاثر نہیں ہونگے اور اگر ایک آریہ سماج عورت کوئی دوسرا مذہب قبول کرے تو شادی کا بندھن برقرار رہے گا۔اور اگر اس قرارداد کا قانون کے طور پر منظو ہو جائے تو اس عورت کے خاوند کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے ازدواجی حقوق کے لئے لڑے۔

قاضی حبیب الرحمٰن نے کہا کہ یہ اقتباس ۵ نومبر ۱۹۳۶ء کے اخبار میں چھپا تھا جو میں نے خود پڑھا ہے۔ہمیں شریعت کی موجودگی میں اس سلسلے میں کسی اور قانون کی ضرورت نہیں۔ہم پرزور الفاظ میں استدعا کرتے ہیں کہ اس قانون میں ترمیم کی جائے۔اس سے مسلمان مستثنٰی قرار دیئے جائیں اور اس قرارداد کا پیش کنندہ بھی اس سے مسلمانوں کے استثنٰی کی کوشش کرے۔اس کے بعد قاضی صاحب نے ایک قرارداد پیش کی جس میں انہوں نے مجلس قانون ساز کے مسلمان ارکان سے کہا کہ وہ مذکورہ بالا قرارداد پر مبنی قانون منظور نہ کریں ان کی یہ قرارداد شرکاء جلسہ نے متفقہ طور پر منظور کر لی۔مولوی مہر گل نے اس قرارداد کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ یہ قرارداد مسلمان ارکان اسمبلی کو ٹیلی گرام کے ذریعے ارسال کر دی جائے۔سی آئی ڈی والوں نے اس جلسے کی رپورٹ پیش کرنے کے بعد لکھا تھا کہ اس جلسے کی تقریروں سے حاضرین پر اچھا اثر ہوا۔

چوتھا باب وزیرستان کے مظلوموں کا مراسلہ

پہلی بار جب کانگرس کی بنیاد رکھی گئی تو حکومت کے انگریز افسروں اور وزیرستان کے علماء کرام نے اس بات پر اتفاق کیا کہ آپ علماء کرام اپنے مذہبی وعظ و جلسے کرلیا کریں لیکن کانگرس کے جلسے نہ کیا کریں۔ اور ہم آپ کے مذہب میں دخل اندازی یا اس کو نقصان رسانی کی کوشش نہیں کریں گے۔ علماء کرام نے اسے بخوشی منظور کیا۔ اس طرح انگریزی افسروں نے ہمیں دھوکہ اور فریب کے جال میں پھنسا لیا کیونکہ علماء کرام کو اس کی حقیقت کا علم نہیں تھا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد لاہور شہر سے ایک مذہبی مسلے کے سلسلے میں فریاد یہاں پہنچی کہ ایک مسجد (شہید گنج) جو پانچ سو سال پرانی تھی، انگریزوں نے رشوت لے کر سکھوں کے حوالے کر دی ہے۔

دوسری بار یہ حکم دیا گیا کہ ہر اہل مذہب مثلاً مسلمان، سکھ، ہندو جو اس مذہب کے رئیس یا خان ہوں اپنی اپنی قوم کی خوبصورت عورتیں ڈاکٹروں کے سامنے پیش کریں ورنہ ہم زبردستی انہیں تباہ و برباد کریں گے اور یہ بھی کہا گیا کہ عورتوں کو پرکھا اور تولا بھی جا سکے گا۔ یہ کاروائی تو تمام مذاہب کے خلاف ہے۔ تمام مذاہب کے لوگ یہ سن کر بھی چپ رہے۔ تیسرا حکم یہ دیا گیا کہ ہندو مسلم سکھ میں سے کوئی بھی اس وقت تک اپنے لڑکے لڑکی کی شادی نہ کرے جب تک ڈاکٹر ان کا ملاحظہ نہ کریں۔ اس سلسلے میں انہیں پچاس پچاس روپے سرکاری خزانہ میں بطور فیس داخل کرنا ہوگا۔ اس پر بھی سب نے صبر سے کام لیا۔

چوتھا حکم یہ دیا گیا کہ بغیر کسی جرم کے ارتکاب کے ہر پیشہ ور پر بطور محصول یا مالیہ ساٹھ روپے سے چار آنہ تک مقرر ہوا۔ یعنی لوہار، سنار، بیلوں کی جوڑی کا مالک، بھینس کا مالک، لاری کا مالک یہاں تک کہ مرغی کے مالک پر بھی ٹیکس مقرر کر دیئے گئے۔

پانچواں حکم یہ صادر کیا گیا کہ بندوق یا چھری کے ذریعے قتل ہونے والی کی لاش ڈاکٹر کے پاس لانا ضروری ہے (برائے پوسٹ مارٹم) تاکہ اس کا پیٹ اور ران چیر دیئے جائیں۔

چھٹا حکم یہ صادر ہوا کہ جو لڑکی خود اپنی مرضی سے کلمہ پڑھ کر ایمان لائی تھی اسے انگریز افسروں اور ملکی رئیسوں نے رشوت لے کر کلمہ سے پھر جانے کو کہا اور ظلم و زیادتی سے اسے دوبارہ ہندو بنانے کے لئے گوبر سے آلودہ کرنے کے بعد خاموشی سے گاڑی میں سوار کر کے ہندوستان کی جانب لے گئے۔ اس

پر علاقے کے لوگوں نے اعلیٰ حکام کو درخواست دی لیکن کسی نے ان کی فریاد نہ سنی۔ان دنوں وزیرستان سے اس طرف علاقہ داوڑ کے گاؤں اپی میں ایک شخص تھا فقیر۔لوگ اس کے پاس آئے اور یہ قصہ بیان کیا۔اس نے قربانی کے لئے رضامندی ظاہر کی تو اسے انگریزوں نے علاقہ داوڑ سے نکال دیا تو وہ علاقہ خیسور کی طرف چلا گیا۔انگریزوں نے جہازوں کے ذریعے بمباری کی،توپوں سے گولے چلائے،لاٹھی ڈنڈے قید اور جرمانے کر کے یہاں کے لوگوں کی زندگی اجیرن کر دی اور اب تین سال چار ماہ سے یہ جنگی کاروائیاں (فارورڈ پالیسی) جاری ہے۔ارباب اقتدار،امراء،خوانین میں سے کسی نے ہماری خبر گیری نہ کی۔کسی نے کسی کی بے عزتی کو اپنی بے عزتی یا بدنامی نہ سمجھا۔کیونکہ بالائی علاقے کے لوگ اکثر غیر مذاہب کے ہیں۔بے شمار مظالم میں سے میں مختصراً چند شکایات بیان ہوئی ہیں۔ملاحظہ فرمائیں۔

فقیر مذکور کا اصل نام حاجی مرزا علی خان قوم توری خیل ہے اور فقیر نے جہاد کے لئے چار پانچ خلفاء نامزد کئے ہیں۔ان میں سے ایک شیر علی خان قوم محسود اور دوسرا غازی غرمرجان قوم طوری خیل ہے ابتداء میں اسی قوم سے جہاد شروع ہوا۔فقیر بھی اس قوم کا ہے۔تیسرا فرمان اللہ خان قوم احمد زئی،چوتھا مہردل خان قوم خٹک،پانچواں شیر علی خان قوم مروت،چھٹے نمبر پر دو اصحاب مولوی صاحبان وارث شاہ اور محمد ظاہر شاہ اور دیگر اقوام وزیرستان،سب علماء کرام حتیٰ کہ ہندوستان اور عربستان وغیرہ کے علماء نے بھی جہاد کی فرضیت کے فتاویٰ جاری کیئے ہیں۔

جنگ اول موضع علاقہ خیسور:

انگریزوں نے دو اطراف سے حملہ کیا ایک طرف موضع ڈڈول سے جہاں شمال مغرب کی طرف تخمیناً دو بریگیڈ یعنی ۲۴ ہزار فوج کا کیمپ تھا۔اور موضع تحصیل میر علی جو جنکشن کا مقام ہے اس طرف سے بھی اتنی ہی فوج بمعہ رسالہ تخمیناً ایک ہزار یا اس سے زیادہ اور آسمان کی جانب سے فضائی فوج روانہ ہوئی۔

مجاہدین نے بھی دو حصوں میں افواج کا سامنا کیا اور وہ اپنی جانی قربانی کے لئے تیار اور کمر بستہ تھے۔ظاہری طور پر تو ہر ایک حصہ میں کم وبیش ایک سو سے ایک سو بیس تک لیکن پوشیدہ طور پر فرشتے، جن،اولیاء اور انبیاء ہیں جو میدان جنگ میں موجود ہوئے۔طلوع آفتاب سے شام تک متواتر فضائی اور

توپ خانے کی گولہ باری، مشین گنوں اور بندوقوں کی فائرنگ انگریزوں کی طرف سے اور ظاہری مجاہدین کی طرف سے بندوقوں کی سکے والی گولیاں تھیں اور پوشیدہ مجاہدین کی طرف سے مٹی کے سنگریزے گولیوں کے طور پر انگریزی فوج کی آنکھوں اور ان کے سروں پر آسمان کی طرف سے اور ہر جانب سے گرنا اور نازل ہونا شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ انگریز بھاگ بھاگ کر شام تک میر علی کیمپ جا پہنچے۔ وادی میں ہر جگہ لاشوں کے انبار تھے۔ مورچہ بند سپاہی ڈر کے مارے مورچوں میں دبکے رہے۔

وہ فوج جو دتہ خیل کیمپ کی طرف آ رہی تھی راستے میں گھر گئی یہاں تک کہ وہ پیش قدمی ترک کر کے واپس ہوئی۔ اس کے ساتھ ملک، رئیس اور دیسی جاسوس کثیر تعداد میں تھے۔ انہوں نے فوج سے کہا کہ اس وقت مجاہدین تھک کر چور ہو چکے ہیں۔ ان کی خوراک ختم ہے اس لئے یہی وقت ہے کہ آگے بڑھ کر پوری طاقت لڑائی میں جھونک دو تاکہ مجاہدین پسپا کر دیئے جائیں۔ انہوں نے یہ اطمینان بھی دلایا کہ ہم آپ کو اس کی یقین دہانی کراتے ہیں کہ غازی آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ الغرض اس وقت ایک لشکر موضع مرغہ میں قائم ہوا۔ درمیان میں علاقہ خیسور پڑتا ہے۔ ڈنڈول والی فوج کو اپنا مقصد وقتی طور پر حاصل ہوا۔ دونوں فوجوں کا ارادہ شروع میں اسی مقام کا قبضہ تھا۔ یہ قبضہ کچھ عرصہ تک جاری رہا پھر مجاہدین لڑائی سے تنگ آ کر واپس چلے گئے۔

دوسری بڑی جنگ بمقام خیسور (تحصیل میر علی جو جنکشن کا مقام ہے)

اس جگہ سے جا بجا کیمپ لگا کر حکومت نے سڑک بنانی شروع کر دی۔ روزانہ اکا دکا جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں حتیٰ کہ مقام ڈنڈول سے بھی فوجی بھیجے گئے۔ میر علی سے جملہ سامان جنگ سمیت فوج روانہ ہو کر موضع مرغہ تک پہنچی۔ ان دو حملوں میں چوبیس ہزار فوجی مارے گئے اور پندرہ سولہ غازی شہید ہوئے۔ دیسی خوانین کی فصلیں سب تباہ ہوئیں۔ اس جنگ میں مرد و زن کی آہ و فغاں آسمانوں تک کو چیرتی تھی کیونکہ سخت سردی اور برف باری کے دوران بھی ہوائی جہازوں کے ذریعے گولہ باری سے ہر کوئی سخت صعوبتوں سے دوچار ہوا تھا۔

تیسری جنگ بمقام موضع دنڈول:

دنڈول ایک بڑا کیمپ ہے۔ اس کیمپ میں بارہا افواج کا اجتماع ہوتا رہا ہے۔ اس اثناء میں اتمانزئی جن کے افراد کی تعداد چالیس ہزار کے قریب ہے اور ان میں فقیر کی قوم بھی مذکور ہے نے ایک

جرگہ جس میں رئیس، خوانین، ملک وغیرہ عمائدین تھے، فقیر مذکور کے معاہدے کے لئے مقرر کیا۔ اس جرگہ کو حکومت کی جانب سے یہ جواب ملا کہ حکومت کو جملہ اقوام کے عمائدین کے مناسب سے کوئی سروکار نہیں اور آپ عمائدین حضرات کو ہم حکومت اور اس کے تمام اعلیٰ افسران کی جانب سے اسناد عطا کریں گے۔ جن پر دستخط اور مہریں ثبت ہونگی اور یہ یقین دہانی ہوگی کہ حکومت مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی بند کر دے گی اور آئندہ کوئی دخل اندازی نہیں کرے گی۔ اس بات کو فقیر صاحب نے منظور کیا لیکن معاہدے کے لئے چند دنوں کی مہلت طلب کی۔ لیکن حکومت نے مناسب مہلت دینے سے انکار کر دیا اور جو تاریخ حکومت نے عمائدین جرگہ کو دی، اس کے اندر معاہدہ کرنا ممکن نہیں تھا۔ اس طرح حکومت نے ایک بار پھر ہمیں دھوکہ دیا۔ ان دنوں ڈنڈول کیمپ سے چھ ہزار فوج کے قافلے نے رزمک کی طرف اور چھ ہزار فوج کا قافلہ نے زیرین علاقے میں بنوں کی طرف پکٹ لگائے۔ غازیوں نے ان پر حملہ کیا۔ ان سب کو قتل کر کے ان کے سامان پر قبضہ کیا گیا اور اس میں اٹھائیس جرار غازی شہید ہوئے۔

جنگ چہارم موضع شکتو:

اس علاقے میں فقیر مذکور نے غازیوں کے قیام کے لئے غاروں میں شاندار مکانات تعمیر کرا رکھے تھے۔ انہیں خلوتیں کہا جاتا تھا۔ ان مکانات پر سات ماہ تک ہوائی جہازوں نے گولہ باری کی۔ یہاں آنسو گیس کا حربہ بھی آزمایا گیا۔ فقیر صاحب اسی جگہ رہتا تھا اور وقتاً فوقتاً اس جگہ سے مختلف اطراف کو حملے کیا کرتا تھا۔ انگریز بہت پریشان تھے کہ اس کا کیا حل نکالا جائے۔ لیکن کامیابی انہیں مشکل نظر آتی تھی۔ ان غاروں کے شمال مغربی جانب ایک علاقہ ''شام'' سے موسوم ہے۔ دیسی خوانین اور رؤسا رشوت کے دام میں آکر خلوت کے قریب تک سرکاری فوج کو لے آئے اور فقیر کو وہاں سے نکال دیا۔ اس دوران تین ہزار فوج کا کمان کرنے والا ایک اعلیٰ درجہ جرنیل قتل ہوا۔ موضع شام میں کیمپ لگایا گیا اور متواتر دو تین لڑائیاں لڑی گئیں۔ ہر ایک لڑائی میں دو دو تین تین سو سرکاری فوجی مارے گئے اور ان سب لڑائیوں میں ملا کر گیارہ بارہ غازی شہید ہوئے۔

جنگ پنجم نالی سرخ دار:

پھر فقیر مذکور علاقہ شوال کو ہجرت کر گیا۔ اس مقام پر ایک پہاڑ میں غازی تھے۔ ان غاروں

میں فقیر نے ایک لشکر عظیم تیار کیا۔ وزیرستان کا صدر مقام رزمک ہے۔ اس سے مغرب کی طرف کوہ شادر بلند پہاڑ ہے۔ اس سے پہاڑی نالے کیمپوں میں پانی کی رسد کا ذریعہ تھے۔ ہمارے لشکر نے حملہ کر کے اس نالے کے ذریعے پانی کی رسد بند کر دی۔ فوج نے توپ خانے، مشین گنوں اور جہازوں کے ذریعے دباؤ بڑھایا لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ گھمسان کا رن پڑا اور فوج پسپا ہوگئی۔ چھ سات مسلمان شہید ہوئے۔ فوج کی لاشوں سے پندرہ سولہ لاریاں بھر گئیں۔ دوسری بار انگریزوں نے پھر حملہ کیا اور اسی طرح قتل ہوئے۔ اس دفعہ کوئی غازی شہید نہ ہوا۔ پہاڑ کے اوپر نالے پر فقیر مذکور نے پکٹ مقرر کرائی تا کہ اس کی حفاظت کی جائے۔ ساتھ ساتھ حملے جاری رکھے لیکن تین چار ماہ سے کامیابی نہیں ہوئی۔ اب محروم ہوا ہے۔ دوسری جگہ سے جو تھوڑا بہت پانی مل جاتا ہے اس پر گزارہ کر رہا ہے۔ روزانہ رزمک پر بندوقوں سے فائرنگ کی جاتی ہے۔ سڑکوں کے پل اور گاڑیاں تباہ کی جاتی ہیں جس سے فوج کو پیش قدمی میں مشکلات کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ سڑکوں پر تار کا نظام تباہ ہو چکا ہے۔ اس لئے فوج تار کے بغیر ہی وائرلس سے کام لے رہی ہے۔ ان کی رسد کبھی تو ہوائی جہازوں کے ذریعے چوکیوں کو پہنچائی جاتی ہے اور کبھی مقامی آبادی سے زبردستی وصول کرتے ہیں۔

جنگ ششم مزدک پہاڑ:

مزدک ایک برف کا پہاڑ ہے۔ اس میں فقیر مذکور نے بہت سی غاریں بنائیں ہیں اور غاروں سے لشکر کشی کی جاتی ہے۔ موضع دتہ خیل میں ایک سرحدی قلعہ ہے اس مقام پر دیسی توپوں سے حملہ ہوا اور رزمک اور میران شاہ جو صدر مقام ہیں ان سے فوج کو رسد آتی تھی۔ منظر خیل ایک قوم کا درہ ہے۔ اس راستے پر فوج کو لشکر نے روکا اور اس مقام پر اس کی رسد کاٹ دی۔ میران شاہ سے آنے والی رسد بھی کاٹ دی۔ ایک ماہ تک متواتر جنگ رہی۔ اس جنگ میں بڑے بڑے فوجی افسر اور جرنیل قتل ہوئے اور دیسی توپوں سے تین سرکاری توپیں تباہ کی گئیں۔ سات ہزار تک فوجی مارے گئے۔ تین چار غازی ہوئے۔ یہاں دتہ خیل قلعہ پر توپ خانے سے شدید فائرنگ ہوئی۔ قلعہ کے اندر تیرہ سپاہیوں کا نقصان ہوا۔ پھر بھی توپوں سے مقصد پورا نہ ہوا یعنی قلعہ فتح نہ ہوا۔ ادھر ہوائی جہاز، توپیں اور مشین گنیں اس قدر استعمال ہو رہی تھیں کہ ہر طرف شور و غوغا مچا ہوا تھا۔ اچانک آسمان کی جانب سے ننھے بچوں، مویشیوں اور غازیوں کے لئے قدرتی امداد آ پہنچی۔ کچھ مشینوں سے ایسے فائر شروع ہوئے کہ ہوائی فوج نقصان

سے دوچار ہوئی۔

مزدک پہاڑ کی دوسری جنگ:

فقیر مذکور مزدک پہاڑ کی خلوتوں میں ہی رہا اور لشکر کو چند دن کے لئے اپنے اپنے گھروں کو آرام کی خاطر رخصت دے دی۔ اس دوران ایسا ہوا کہ ایک شخص جس کا نام پیر شامی تھا اور وہ کہتا تھا کہ میں مجاہدین کا معاون ہوں اور افغانستان کے بادشاہ کا مشیر ہوں اور یہ کہ اسی بادشاہ کا تخت پر بیٹھنے کا حق ہے تاکہ اسلام کو غلبہ حاصل ہو۔ اگر تم لوگ کمزور ہو یا قصداً اس کی امداد نہیں کرتے تو تم بادشاہ کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ چونکہ غازی آج کل سخت تکالیف سے دوچار ہیں اس لئے پیر شامی کی باتوں سے محسود اور احمد زائی جو وزیرستان کی مشہور قومیں ہیں کسی حد تک بہک گئیں اور وہ یہ سمجھے کہ یہ امیر امان اللہ خان کا آدمی ہے اور اس کے ساتھ تعاون سے عہدہ اور دولت بہت زیادہ حاصل ہو سکتی ہے۔ عوام میں یہ خبر پھیل گئی کہ یہ پیر شامی نامی شخص فقیر مذکور کا معاون اور راز دار بھی ہے کیونکہ یہ بھی پیر ہے اور فقیر مذکور بھی سلسلہ رشد و ہدایت سے وابستہ پیر طریقت ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس کا یہ مقصد حاصل ہو گیا۔ اس کے بعد فقیر مذکور کو جاسوسوں نے خطوط لکھے کہ ان دونوں کی منزل و مقصد ایک ہی ہے اور یہی بادشاہت افغانستان کے لئے ایک رابطہ کی صورت کرتی ہے اور اس کو خفیہ رکھنے کے لئے بادشاہ افغانستان کے تخت سے دور رہ کر واسطہ قائم کرنا ہے۔ اس سے شاہ امان اللہ خان کو امداد و اعانت اور طاقت حاصل ہو گی۔ اس طرح پیر شامی نے بہت بڑا لشکر تیار کیا اور کابل کی طرف روانہ ہو گیا۔ انگریزوں نے ہوائی جہازوں کے ذریعے گولہ باری اس لشکر پر کر دی اور ۱۱۸ یا ۱۱۷ افراد ہلاک ہو گئے۔ لشکر واپس ہوا۔ پیر شامی چلا گیا تھا۔ اس لشکر میں زیادہ تر فقیر مذکور کے معاونین کثیر تعداد میں تھے وہ دنیا کی لالچ میں دھوکہ کھا کر برباد ہوئے اور فقیر مذکور کو اس طرح کمزور اور بے بس کر دیا گیا۔ اس کے نتیجے میں فقیر کو ناقابل تلافی نقصان اور صدمہ پہنچا کیونکہ وہ تمام مال و اسباب پیر شامی کے ہاتھ آیا جو دنیاوی فوائد کے حصول کی غرض سے بڑی مشکل سے جمع کیا گیا تھا۔ لیکن فقیر کا کام تو محض اللہ کے لئے تھا۔ اس لئے جونہی جاسوس، رئیس، ملک اور انگریز اطلاع پا کر مزدک پہاڑ کی غار پر حملہ آور ہوئے تو خداوند کریم کے فضل سے افغانستان کی اقوام کا ایک لشکر اور فقیر کے اصل مددگار جو فی سبیل اللہ کام کرتے تھے فوراً جمع ہو گئے اور اس میں غیبی امداد بھی شامل تھی کیونکہ خداوند تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ: حزب اللہ ھم الغالبون ۔ یعنی خالص گروہ

اللہ کا ہر وقت غالب ہو۔

پھر جاسوسوں وغیرہ نے فوج کے ساتھ مل کر کوہِ مزدک کے نزدیک ایک کیمپ لگایا اور جب صبح ہوئی تو غازی راستہ میں دیسی بم (بارودی سرنگیں) دفن کر چکے تھے اور ان کے عقب میں ایک سو تک غازی چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے جب بندوقوں سے مسلسل فائر کئے تو باموں سے فوج کے چند افسر، چند گاڑیاں، خچر اور جنگی موٹریں (آرمڈ کاریں) اڑا دیں۔ کیمپ کا تو یہاں یہ حشر ہوا لیکن توپوں اور جہازوں سے گولہ باری شروع کر دی گئی۔ عشاء کی نماز کے وقت تک انگریز شرمناک شکست کھا کر واپس بھاگ گئے تھے۔ اس معرکے میں آٹھ اعلیٰ افسران فوج وغیرہ قتل ہوئے اور بے شمار گورے اور دیسی فوجی بھی مارے گئے۔ اندازہ ہے کہ دو تین ہزار فوجی ہلاک ہوئے ہوں گے۔ وہ لاشیں پہاڑوں میں چھوڑ کر بھاگے۔ ان کی بندوقیں اور ساز و سامان ہمارے ہاتھ لگا۔ اور فقیر صحیح سلامت بچ گیا۔ بارہ مسلمان شہید اور زخمی ہوئے ہونگے۔ پھر فقیر علاقہ بیرمل میں زیارت موسیٰ درویش گیا تو زیارت پر بے خبری میں سخت گولہ باری کی گئی اور موسیٰ درویش کی زیارت کو نقصان پہنچا۔ اس پر غیرت مند وزیرستانی لشکریوں نے انگریز افسروں کی ساٹھ تک قبریں مسمار کر کے بدلہ چکا دیا۔

صدر مقام رزمک کی جنگ:

فقیر مذکور کا جہاد جہادِ عینی ہے۔ جہادِ عینی کے معنی یہ ہیں کہ وہ جہاد جو بالاتفاق علماء کرام کیا جائے۔ وہ نماز پنجگانہ کی طرح فرض ہوتا ہے۔ مختلف اضلاع اور اقوام کے لئے چار پانچ خلفاء مقرر ہیں۔ کوہ سیاہ نامی پہاڑ پر ایک مقام ہے یہاں خلیفہ شرعلی خان بہادر مقیم تھے۔ اس کو وہاں سے نکالنے کے لئے حکومت نے ٹانک وادی کے راستے رزمک سے فوج روانہ کی۔ راستے ہی میں لشکر سے سامنا ہوا۔ جنگ ہوئی۔ تقریباً ہر میل کے فاصلے پر جگہ جگہ جھڑپیں ہوئیں۔ انگریز آگے بڑھنے سے روک دیئے گئے۔ تقریباً ایک سو تک گاڑیاں لاشوں سے بھر کر واپس رزمک لے گئے۔ تقریباً آٹھ نو مسلمان شہید اور زخمی ہوئے۔ دوسری دفعہ ''شام'' اور ''مرغہ'' کے راستے فوج مذکورہ مقام کو روانہ کی گئی اور وادی شکتو پہنچ گئی۔ دونوں طرف سے فوج غازیوں کے نرغے میں آ گئی اور بہت شرمندہ ہو کر بھاگنے پر مجبور ہوئی۔ ایک مورچے میں بیس غازی موجود تھے۔ انہیں فوج نے گھیر رکھا تھا۔ ان کے پاس کارتوس ختم ہو گئے۔ جرنیلوں اور فوجی افسروں نے اعلان کیا کہ امن ہے سب ہمارے سامنے آ جائیں۔ امان دینے کے بعد

بندوق سے فائر کا حکم بھی دے دیا۔ غازیوں نے اللہ پر توکل کیا اور چھریوں سے جرنیلوں وغیرہ پر حملہ کیا حتیٰ کہ سات فرنگی قتل کر دیئے اور سب کے سب غازیوں نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ فوج کا سازوسامان اور خچر وغیرہ بہت تباہ ہوئے۔ باقی فوج میر علی کے مقام پر جمع ہوئی تھی۔ شمال کی طرف ایک تازہ دم لشکر نے خلیفہ غازی مرجان کے ساتھ پہنچ کر رات کے وقت دیسی توپوں سے چند فائر کئے اور یہاں سے جانے والی سڑک کو موضع سپین وام بیس میل تک تباہ کر دیا۔ انگریزی فوج کو حکم دیا گیا کہ فوراً سپین وام کی طرف کوچ کرے۔ ادھر خلیفہ مذکور کا لشکر تیار تھا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ بہت سے فوجی قتل ہوئے اور فوج پسپا ہو گئی۔ کوئی مجاہد شہید نہ ہوا۔

نوٹ: مندرجہ بالا خط بغیر کسی مکتوب یا مکتوب علیہ کے ناموں، مقام کی نشاندہی اور بغیر تاریخ کے حوالے کے لکھا گیا ہے۔ عین ممکن ہے کہ فقیر ایپی نے یہ خط اس لئے بغیر کسی نام کے لکھوا دیا ہو کہ اگر راستے میں یہ پکڑا جائے تو اس سے حکومت کے ہاتھ کوئی ثبوت نہ آئے۔ لیکن اس خط سے چند باتیں ضرور اخذ کی جاسکتی ہیں۔

۱) اس میں فقیر ایپی کا تعارف کرایا گیا ہے۔

۲) اس میں مسجد شہید گنج اور اسلام بی بی کے واقعہ کا ذکر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعات رونما ہو چکے تھے۔ یہ واقعات ۱۹۳۶ء تک رونما ہو چکے تھے۔ یعنی یہ خط کم از کم ۱۹۳۶ء کے آخر یا اس کے بعد لکھا گیا۔

۳) خط میں مذکور ہے کہ انگریزوں کی بمباریاں اور جنگی کاروائیاں تین سال چار ماہ سے جاری ہیں۔ یعنی حکومت کی وزیرستان پر چڑھائی کے تین سال چار ماہ پورے ہو چکے تھے۔

۴) اس خط میں فقیر ایپی کا پورا نام حاجی مرزا علی خان بھی تحریر ہے۔ اور متعدد مقامات پر اس کا نام صرف فقیر لکھا ہے۔ کہیں بھی حضرت یا صاحب یا دیگر القاب مثلاً مدظلہ وغیرہ جو علماء کے لئے لکھے جاتے ہیں مرقوم نہیں کئے گئے۔ علاوہ ازیں فقیر ایپی کی انگریزوں کے خلاف کاروائیوں کی جزویات مفصل بیان کی گئی ہیں۔

۵) خط میں تذکیر و تانیث وغیرہ کی اغلاط تھیں جو درست کر کے بیان کر دی ہیں۔ پختونوں خصوصاً وزیرستان کے لوگوں کا انداز بیان ایسا ہوتا ہے اس کے باوجود بیان سے صاف پتہ چلتا ہے کہ کسی اچھے عالم دین کی اردو تحریر ہے۔ ورنہ وزیرستان کا عام آدمی اس زمانے میں حقائق کو اس طرح اردو میں

بیان نہیں کر سکتا تھا۔

ایک عام مولوی بھی مشکل سے ہی اس طرح کا خط تحریر کر سکتا ہے۔

۶) چونکہ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے ۱۲ اپریل ۱۹۴۰ء کو بنوں میں وہ اعلان جہاد کیا تھا جو ان کی آخری قید و بند اور مرض الموت کا باعث بنا اس لئے یہ خط ۱۲ اپریل ۱۹۴۰ء سے پہلے پہلے علامہ عبدالرحیم کو موصول ہو گیا تھا۔

۷) چونکہ علامہ عبدالرحیم کے کاغذات میں اکثر وہی باقی بچے ہیں جو آخری زمانہ حیات میں ان کے ہاں موجود تھے اور آخری بار وہ گھر سے نہیں بلکہ بنوں میں گرفتار ہوئے تھے۔ نیز اس سے پہلے زمانے کے تمام حساس مکتوبات اور لٹریچر وغیرہ علامہ عبدالرحیم ضائع کر دیا کرتے تھے تا کہ خانہ تلاشیوں کے دوران پولیس کے ہاتھ نہ لگ جائیں اس لئے قیاس غالب ہے کہ یہ خط موصول ہوا اور آپ ایک دو دن کے اندر (یا اسی دن) اتنی عجلت میں بنوں روانہ ہو گئے کہ مرض الموت میں مبتلا اپنی بیٹی کو بھی اسی حالت میں الوداع کہنا پڑا۔ اگر یہ صورت فرض کی جائے تو یہ حساب بھی درست ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۳۷ء سے اپریل ۱۹۴۰ء تک انگریزوں کے وزیرستان پر حملوں کے تین سال چار ماہ ہوئے تھے جو خط میں مذکور ہے۔

۸) خط کا تیسرا صفحہ اور آخری کاغذ کے دونوں صفحات یعنی گیارہواں اور بارہواں صفحہ خالی چھوڑا گیا ہے۔ اگر یہ کسی خاص وجہ سے نہیں کیا گیا تو شاید جلدی میں چند سادہ صفحات کسی منشی کے حوالے کرنے کے بعد اسے کسی باخبر شخصیت نے اول تا آخر ایک ہی نشت میں املا کروا دیئے تھے اور ایک غیر متوقع مقام اختتام پر خط کی املا Dictation ختم کر کے جلدی میں قاصد کو روانہ کر دیا گیا تھا۔

۹) خط میں یہ بھی تحریر ہے کہ آج کل فقیر ایسی حالت میں ہے اور ایسے علاقے میں ہے جہاں پانی بھی مشکل سے ملتا ہے۔

پانچواں باب ریاستی تشدد

یکم جنوری ۱۹۳۷ء کو بنوں کی مسجد قصابان کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولوی نصف جہاں نے ایک قرارداد پیش کی جو منظور کر لی گئی تھی۔ اس قرارداد میں حکومت کی قبائل کے اندر مداخلت پر مبنی فارورڈ پالیسی کی مذمت کی گئی اور قبائل سے ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔

۱۹ مارچ ۱۹۳۷ء کو پشاور کی مسجد مہابت خان میں نماز جمعہ کے بعد عبدالغفور سیٹھی نے تقریر کرتے ہوئے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ وزیرستان پر جو بمباری ہوئی ہے اس کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھائی جارہی۔ انہوں نے کہا کہ اس پر احتجاجی مظاہرے کرنے کے لئے عام جلسے منعقد کیئے جانے چاہئیں۔ اگلے دن مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام میں تقریر کے دوران ایک مقرر مولوی محمد کریم نے تجویز پیش کی کہ وزیرستان میں حکومت کی پالیسی کی مذمت کے لئے یوم وزیرستان منایا جائے۔ ان دنوں خبر ملی کہ اتحاد ملت لاہور نے ۲۶ مارچ کو وزیرستان کے معاملے میں حکومت کی جابرانہ حکمت عملی کے خلاف یوم وزیرستان منانے کا اعلان کر دیا تھا۔

۱۹ مارچ ہی کو بنوں کی مسجد قصابان میں بھی نماز جمعہ کے بعد ایک جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت مولوی غلام مصطفیٰ نے کی۔ اس اجتماع میں بازار احمد خان کے مولوی مہر گل نے وزیرستان پر سرکاری مظالم پر نکتہ چینی کی۔ انہوں نے روزنامہ زمیندار مورخہ ۱۷ مارچ میں شائع ہونے والی ذیل کی قرارداد پڑھ کر سنائی ”آل انڈیا اتحاد ملت کی مرکزی مجلس کا یہ اجلاس وزیرستان پر حکومت کی فوجی یلغار پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔ چونکہ وزیرستانیوں کے مطالبات شہید گنج مسجد کی بحالی اور مسماۃ اسلام بی بی کی واپسی ہیں، اس لئے حکومت کی جابرانہ پالیسی مذہبی معاملات میں مداخلت کے مترادف ہے۔ یہ اجلاس انسانیت اور تہذیب کے نام پر حکومت سے درخواست کرتا ہے کہ وہ قبائل خصوصاً وزیرستانیوں کے خلاف مظالم سے باز آجائے۔ اجلاس پٹھانوں کے مطالبے کی تائید کرتے ہوئے جملہ اہل اسلام خصوصاً اتحاد ملت کے ارکان سے اپیل کرتا ہے کہ وہ ۲۶ مارچ کو یوم سرحد آزاد کے طور پر منائیں اور جلسے منعقد کریں تا کہ حکومت کی پالیسی کی مذمت کی جائے“۔

۲۲ مارچ ۱۹۳۷ء کی شب کو جمعیت علماء پشاور بھانہ ماڑی مسجد صفا میں ایک اجلاس ہوا جس میں بھانہ ماڑی سکول کے طالب علم محمد اسلم اور بھانہ ماڑی کے مولوی محمد کریم نے صوبہ سرحد اور خصوصاً

وزیرستان کے باشندگان کے ساتھ حکومت کے سلوک کی مذمت میں تقریریں کیں۔ اس اجلاس میں ایک قرارداد پیش کی گئی جس میں وزیرستان کے لوگوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا گیا اور حکومت سے فارورڈ پالیسی ترک کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ اس قرارداد کے بعد مولوی عبدالودود سرحدی نے ایک مذہبی تقریر کے دوران کہا کہ سر جارج کننگھم کے اس دعویٰ کی حقیقت تو اس وقت مانی جائے گی کہ وہ وزیرستانیوں کا غم خوار ہے جب وہ اسلام قبول کرے۔ اگلے ہی روز ۲۳ مارچ کو پشاور شہر میں جمعیت علماء کا ایک خفیہ اجلاس بھی منعقد ہوا۔ جس میں وزیرستانیوں کے حق میں عوام کو آگاہ کرنے اور حکومت کے ظلم و جبر کے خلاف عوام کو متحد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ۲۵ مارچ کو حضرت اللہ، محمد اسلم اور عبدالودود سرحدی نے پشاور وزیر باغ میں وزیرستانیوں کے معاملے پر غور کیا۔ انہوں نے اس تجویز پر اتفاق کیا کہ وزیرستانیوں کی مالی امداد اور علاج معالجے کے لئے فنڈ قائم کرنے کے لئے ایک کمیٹی قائم کی جائے۔ انہوں نے طے کیا کہ ۲۶ مارچ کو اس سلسلے میں دوبارہ غور و خوض کریں گے۔ یہ تینوں حضرات انجمن جوانان اسلام کے زیر اہتمام کام کر رہے تھے۔ جمعے کے روز مسجد مہابت خان میں عبدالغفور سیٹھی نے دوبارہ یہی مسئلہ اٹھایا۔ مسجد قصابان میں بھی نماز جمعہ کے اجتماع میں اس نوعیت کی قرارداد پیش کی گئی۔

۲ اپریل ۱۹۳۷ء کو احرار پارٹی کا ایک اجلاس پشاور شہر میں منعقد ہوا جس میں مولانا عبدالقیوم پوپلزئی، دین محمد موچی، عصمت اللہ، مرسلین، حکیم عبدالعزیز اور چند دیگر افراد نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ اپریل کے وسط میں لکھنو میں ہونے والی احرار کانفرنس میں ایک وفد بھیجا جائے تاکہ وہاں وزیرستان کے بارے میں حکومت کی پالیسی کے خلاف قرارداد منظور کی جا سکے۔ اسی روز نماز جمعہ کے بعد مسجد مہابت خان میں عبدالغفور سیٹھی نے پھر وزیرستان کا سوال اٹھایا۔

۷ اپریل ۱۹۳۷ء کو افغان پرنٹنگ پریس پشاور شہر میں انجمن نوجوانانِ اسلام پشاور کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں عبدالرحمٰن ریا، حضرت اللہ، محمد اسلم اور عبدالودود سرحدی بھی شریک تھے۔ عبدالرحمٰن ریا نے وزیرستان پر سرکاری بمباری کی سخت مذمت کرتے ہوئے کہا کہ میری اطلاع کے مطابق وہاں زہریلی گیس بھی استعمال کی جا رہی ہے۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ وزیرستان کے بارے میں سیاسی جماعتوں کا ایک مشترکہ اجلاس بلایا جائے۔

جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حسب معمول عبدالغفور سیٹھی نے وزیرستان پر بمباری کا ذکر کیا اور کہا کہ اگر حکومت اجازت دے دے تو مسلمان خود طبی امداد مہیا کر سکتے ہیں۔ انہوں

نے مہابت خان مسجد میں اس سلسلے میں ہر جمعے کو اپنی مہم جاری رکھی۔ ۱۵ اپریل ۱۹۳۷ء کو جمعیت علماء کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس نوشہرہ کلاں میں ہوا تو اس میں بھی وزیرستان کا سوال زیرغور آیا۔ اور فیصلہ کیا گیا کہ ۱۸ اپریل کو وزیرستان کے معاملات پر ایک اجلاس بلایا جائے۔ ۱۶ اپریل کو فرنٹیئر سوشلسٹ پارٹی کے اجلاس میں وزیرستان کا مسئلہ اٹھایا گیا۔

۲۵ اپریل ۱۹۳۷ء کی شام کو چوک یادگار میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس کی صدارت مفتی سرحد مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے کی انہوں نے اپنی طویل تقریر کے دوران وزیرستان کے بارے میں حسب ذیل قرارداد بھی پیش کی جو منظور کر لی گئی۔ ''پشاور کے عوام کا یہ جلسہ عام وزیرستان میں حکومت کی اس فارورڈ پالیسی کی شدید مذمت کرتا ہے جس کا مقصد آزاد قبائل کو غلام قبائل بنانا ہے''۔

اسی روز کاٹلنگ مردان کے گاؤں لوندخوڑ کی جھنگی مسجد میں بھی مسلم لیگ کے زیراہتمام ایک اجتماع ہوا اس میں بھی دیگر قراردادوں کے ساتھ وزیرستان میں حکومت کی فارورڈ پالیسی کی مذمت کی گئی۔

(اسی اثناء میں ۲۲ اپریل کو ہی بنوں کے مولوی لطف اللہ، شیخ غلام سرور، مولوی مہر گل اور مولوی محمد امیر کو دو ماہ کے لئے گاؤں بدر کرنے کا نوٹس جاری کر دیا گیا تھا۔ یہ حکم پبلک ٹرینکویٹی ایکٹ کی دفعہ ۵ کے تحت جاری ہوا تھا)۔

۲۸ اپریل ۱۹۳۷ء کو نوشہرہ کلاں میں جمعیت علماء کا ایک خفیہ اجلاس منعقد ہوا جس میں وزیرستان کی صورت حال پر بحث کی گئی اور کافی بحث، تمحیص کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ سید سلطان شاہ، مولانا عبدالودود سرحدی، مولانا محمد شعیب اور مولانا عبدالقہار پر مشتمل ایک وفد ایک ہفتے کے اندر اندر گورنر سے ملاقات کرے تا کہ حکومت کو وزیرستان میں سرکاری پالیسی کے خلاف جمعیت کے جذبات سے آگاہ کیا جائے۔ ایک قرارداد میں بنوں کے بعض سرکردہ افراد پر پبلک ٹرینکویلٹی ایکٹ کے تحت پابندیاں لگانے کی مذمت کی گئی۔ (سپیشل برانچ بستہ نمبر ۴/ ۷ فائل نمبر ۶ /۱۳۷ پشاور آرکائیوز)

۷ جنوری ۱۹۳۸ء کو بھی مسجد قصابان بنوں میں نماز جمعہ کے بعد وزیرستان کے مسئلے پر تقاریر ہوئیں۔ ان میں نصف جہاں، مولوی میر حیات اور قاضی حبیب الرحمٰن نے حصہ لیا اور حکومت کے شیوال (خیوال) پر قبضہ کرنے کے ارادے پر کڑی نکتہ چینی کی گئی۔

فروری ۱۹۳۸ء مردان میں نماز عید کے بعد بکٹ گنج اسلامیہ سکول کے ایک استاد عبدالرحمان

نے حکومت کی فارورڈ پالیسی کی مذمت کی اور وزیرستانیوں کی کامیابی کے لئے دعا کی۔ بنوں میں بھی نماز عید کے بعد مولوی مہر گل نے حاضرین سے فقیر اپی کی کامیابی اور کافروں کی شکست کی دعا کی اپیل کی۔

۲۷ اپریل ۱۹۳۸ء کو بنوں کے ڈپٹی کمشنر نے ایک اجلاس بلایا جس میں ۲۰۰ افراد شریک تھے۔ انہوں نے حاضرین سے کہا کہ ضلع میں سے بے شمار بم برآمد کئے گئے ہیں۔ انہوں نے عوام سے تعاون کی اپیل کی۔

۲۷ مئی کو نوشہرہ کلاں میں جمعیت علماء کے ایک اجلاس میں بھی وزیرستان میں حکومت کی فارورڈ پالیسی کی مذمت کی قرارداد پیش کی گئی۔

۷ جون ۱۹۳۸ء کو بنوں میں ایک ہندو کی شادی کے موقع پر ایک مقامی گلوکار سُکھ رام نے فقیر اپی کی تعریف میں ایک نغمہ گایا۔ ہندو اور مسلمان سب حاضرین نے اس کو سراہا اور انہوں نے اس کے انعام کے طور پر ۲۵ روپے جمع کر دیئے۔

۱۰ جون ۱۹۳۸ء کو مسجد قاسم علی خان میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالقیوم پوپلزئی نے فلسطین اور وزیرستان میں مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے دکھ درد میں شریک ہوں۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان وزیروں اور ممبران اسمبلی سے کہا جائے کہ وہ اس معاملے میں اپنا کردار ادا کریں اور حکومت کو چاہیئے کہ وہ مسلم دشمن پالیسی چھوڑ دے۔

جمعہ ۱۷ جون کو بنوں کی مسجد قصابان میں اجتماع کے سامنے بازار احمد خان بنوں کے محمد اسلم خان نے ایک قرارداد پیش کی جو منظور کر لی گئی۔ اس میں کہا گیا تھا کہ بنوں کے عوام وزیرستان میں سرکاری فارورڈ پالیسی کی مذمت کرتے ہیں۔ اس میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ تمام فوجی دستوں کو واپس بلایا جائے۔ اس کی تائید میں جلسہ کے صدر مولوی نصف جہاں نے تقریر کی۔ ۲۲ جولائی ۱۹۳۸ء کو بنوں کی مسجد قصابان میں بھی شیخ غلام سرور نے مذکورہ بالا مسئلہ اٹھایا۔

بنوں شہر پر ریاستی تشدد:

سرکاری رپورٹ مذکورہ سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر ۴ ۷ فائل ۷ ۷ ۱۳ میں جولائی ۱۹۳۸ء کے ریاستی تشدد کے دوران سرکاری اعداد و شمار بیان کئے گئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ مقامی آبادی کے ۶

افراد ہلاک اور ۱۱۱ افراد زخمی ہوئے۔ زخمیوں میں ایک ایف سی کا سپاہی اور ایک پولیس کانسٹیبل بھی تھا۔ اس میں مزید بتایا گیا ہے کہ لشکر کے افراد میں سے ۵ ہلاک اور ۹ زخمی ہوئے اور ۲۳ کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس میں یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ سرکاری اعداد وشمار خود سی آئی ڈی کی روزانہ ڈائری کے اعداد وشمار سے بہت زیادہ مختلف ہیں۔ جو ۱۲۳ افراد گرفتار کئے گئے ان میں سے زیادہ تر کوہاٹ اور بنوں کے دیہات سے تعلق رکھتے ہیں۔

۲۵ جولائی ۱۹۳۸ء کو بنوں کے شہریوں کا ایک وفد ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کے لئے تشکیل دیا گیا تو ڈپٹی کمشنر نے ملاقات سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد وفد نے ٹیلی گراموں کے ذریعے حکام تک اپنی شکایتیں پہنچائیں۔ اگلے دن ۲۶ جولائی ۱۹۳۸ء کو بنوں شہر میں ایک اجتماع منعقد کیا گیا۔ اس میں ۱۰۰ افراد شریک ہوئے۔ اس اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حکیم عبدالرحیم نے کہا کہ ڈپٹی کمشنر اور پولٹیکل تحصیل دار دونوں کو حملے کا پیشگی علم تھا لیکن انہوں نے ایسا ہونے دیا۔ اس حملے کو فرقہ وارانہ ہندو مسلم رنگ دیا گیا تھا۔

۲۶ جولائی کو دوبارہ مسلمانوں کے وفد نے ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کی کوشش کی تو اس نے کہا کہ مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔ اس شام کو شہر میں تین ہزار افراد پر مشتمل اجتماع منعقد ہوا۔ اس میں ایس پی اور اے سی دونوں موجود تھے۔ اس میں کرفیو کے اوقات نماز کے لئے نرم کرنے پر ڈپٹی کمشنر کا شکریہ ادا کیا گیا۔

مجلس احرار پشاور نے بیان جاری کیا کہ بنوں پر حملہ ایک سوچی سمجھی سرکاری سازش تھی تا کہ وزیرستان میں فارورڈ پالیسی کو جواز حاصل ہو۔

۵ اگست کو عبدالغفور سیٹھی نے جمعہ کے اجتماع بمقام مسجد مہابت خان میں پھر وزیرستانیوں کے لئے دعا کی۔ اس کے بعد ۱۲ اگست کے دن یعنی اگلے جمعہ کے موقع پر نماز سے پہلے ہی دعا کی۔

۱۳ اگست ۱۹۳۸ء کو ایبٹ آباد پولٹیکل کانفرنس کی تیسری نشت میں وزیرستان پر بمباری پر مبنی فارورڈ پالیسی کی مذمت کے لئے قرارداد پیش کی گئی۔ ۲۰ اگست کو بنوں میں خان عبدالغفار خان نے بھی وزیرستان کے متعلق سرکاری پالیسی کی مذمت کی۔ انہوں نے کہا کہ پنڈت جواہر لعل نہرو نے بنوں کے دورہ کے موقع پر فقیر آف ایپی کی تعریف کی تھی کہ وہ دشمن کے حملوں کا مقابلہ کرنے میں حق بجانب ہیں۔

جمعہ ۹ ستمبر کی مسجد مہابت خان میں عبدالغفور سیٹھی نے اپنا کلمہ حق پھر دہرایا۔ اس طرح جمعہ ۱۶ ستمبر کو بھی حسب معمول تقریر کی۔ اسی روز بنوں کی قصابان مسجد میں قاضی حبیب الرحمٰن سوکڑئی نے وزیرستان پر بمباری کا ذکر کیا اور قبائلیوں کی کامیابی کی دعا کی۔

عبدالغفور سیٹھی کا معمول جمعہ ۲۳ ستمبر کو بھی جاری رہا۔ اسی طرح جمعہ ۱۴ اکتوبر اور ۴ نومبر پھر ۲۴ نومبر کو بروز عید بھی اپنا کام جاری رکھا۔

۲۶ ستمبر کو پشاور کے مقامی احرار رہنماؤں کا اجلاس ہوا جس میں مولانا غلام غوث ہزاروی کو بفہ کی احرار کانفرنس پر مبارکباد پیش کی گئی اور فیصلہ کیا گیا کہ مولانا غلام غوث ہزاروی سے درخواست کی جائے کہ وہ وزیرستان میں سرکاری پالیسی کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے پشاور تشریف لائیں۔

۲۳ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو مردان میں مولانا ظفر علی خان کی صدارت میں ہونے والی مسلم لیگ کی کانفرنس میں بھی حکومت کی وزیرستان پالیسی کی مذمت پر مبنی قرارداد منظور کی گئی۔

۲۳ دسمبر کو مسجد قاسم علی خان میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالقیوم پوپلزئی نے فلسطین اور وزیرستان کے مظلوموں کے حق میں آواز اٹھائی اور کہا کہ صوبے کے ارباب بست کشاد مسلمان حضرات کو اس معاملے پر کوئی فکر ہی لاحق نہیں۔

۱۳ جنوری ۱۹۳۹ء کو مسجد مہابت خان میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے عبدالغفور سیٹھی نے وزیرستان کے بارے میں سرکاری پالیسی کی مذمت کی۔ اسی طرح انہوں نے ۲۰ جنوری، ۳ جنوری، ۱۷ فروری، ۳ مارچ، ۲۴ مارچ، یکم اپریل، ۲۱ اپریل، ۱۲ مئی، ۲۶ مئی، عیدگاہ میں ۲ جون، ۹ جون، ۲۸ جولائی، یکم ستمبر، ۲۲ ستمبر کو تقریر کی، ۳۱ جنوری کو عید تھی، چار ہزار کا اجتماع تھا، اس موقع پر مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے تقریر کرتے ہوئے وزیرستان کی صورت حال پر روشنی ڈالی اور وزیرستانیوں اور عربوں کی کامیابی کی دعا کی۔

۱۷ فروری کو بنوں کی مسجد قصابان میں وزیرستان کی صورت حال پھر ذکر ہوا اور کہا گیا کہ ۱۵ جنوری کو مولانا ابوالکلام آزاد سے پشاور میں دورہ کے دوران درخواست کی گئی تھی کہ وہ وزیرستان کے سلسلے میں اپنا اثر ورسوخ استعمال کریں۔ حسن خیل کے رختائی ڈوم نے دعا کی کہ خدا کرے کہ انگلینڈ پر بمباری ہو جائے تاکہ انہیں وزیرستانیوں کی بے چارگی کا اندازہ ہو جائے۔

۳مارچ کومسجد قصابان میں جمعہ کے اجتماع میں مولوی عبدالحق سرانی اورمحمداسلم خان بازاراحمدخان نے وزیرستانیوں کی حالت زارکاذکرکیااوران کی کامیابی کی امید کی۔

۳۱ مارچ ۱۹۳۹ء کوحکومت کو رپورٹ پیش کی گئی کہ جمعیت علماء کے غیر کانگریسی ارکان وزیرستان کے معاملے میں کوئی قدم نہ اٹھائے جانے کی صورت میں سول نافرمانی شروع کرنے کے لئے تیار ہیں۔اس رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا کہ فرنٹیئر کانگرس سوشلسٹ پارٹی کے ارکان بھی اس معاملے میں تعاون کے لئے تیار ہیں۔اسی روز پشاور میں جمعیت علماء کے ایک اجلاس میں تجویز پیش کی گئی کہ کوہاٹ کے میر عالم شاہ سے سول نافرمانی کے لئے ایک سورضا کار بھرتی کرنے کوکہا جائے۔

۴ اپریل کو جمعیت علماء کے زیر اہتمام بھانہ ماڑی میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں ۳۰ ارکان شریک تھے۔اس میں وزیرستان سے فوج واپس بلانے کی قرارداد منظور کی گئی۔اسی روز نظام دھرماخیل نامی گاؤں میں ایک جلسہ عام منعقد ہوااس میں وزیرستان پرڈھائے جانے والے مظالم کاذکرکیا گیااورحکومت پرسخت نکتہ چینی کی گئی۔

۱۰اپریل کوآل انڈیااحرارکانفرنس منعقدہ پشاورمیں عبدالغفور سیٹھی جلوس کے سامنے زمین پرلیٹ گئے اورکہا کہ آپ لوگ فلسطین اوروزیرستان جا کرمظلوموں کی مددکریں۔اس اجتماع میں مولاناانورسہارنپوریؒ نے دونظمیں پڑھیں جن میں سے ایک وزیرستان کے بارے میں تھی۔قاضی محمداسلم وکیل نے اپنی تقریرمیں مسلمانوں سے کہا کہ فلسطین کی حالت زارآپ کومظلوموں کے معاملے میں اپنے فریضے کی یاددلارہی ہے۔

۹ اپریل کی نشست سے خطاب کرتے ہوئے مولانا غلام غوث ہزاروی نے وزیرستان پر برطانوی حکومت کےظلم و جبر کی مذمت کی۔اس سلسلے میں انہوں نے قرارداد بھی پیش کی جس کی تائید مولانا عبدالحکیم اورمولانا خلیل الرحمٰن صاحب نے کی۔

۱۳اپریل کو پشاورشہر میں جمعیت علماء کے ایک اجلاس میں ذیل کی دوقراردادیں منظور کی گئیں۔

۱) حکومت سے مطالبہ کہ وزیرستان کی پالیسی ترک کرے ورنہ حکومت کا ہاتھ ظلم سے روکنے کے لئے سول نافرمانی شروع کی جائے گی۔

۲) حکومت سے مطالبہ کہ نہ صرف فارورڈ پالیسی ترک کرے بلکہ وزیرستان میں پیش قدمی کے لئے سڑکیں بنانا بند کردے۔کانگرس سوشلسٹ پارٹی اورمجلس احرار نے اس سلسلے میں تعاون کی یقین

دہانی کرائی۔

۱۴اپریل کو پشاور شہر میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مولانا خان میر ہلالی نے کہا کہ اب حکومت نے وزیرستان کے معاملات صوبائی حکومت کے حوالے کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جنگ عظیم میں بھرتی کرنے کے لئے اس اقدام پر مجبور ہوگئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ وزیرستان کے لوگوں پر الزام لگایا جاتا ہے کہ آئے دن وہ ڈاکے اور حملے کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہزاروں کی تعداد میں فوج کی موجودگی میں یہ کیسے ممکن ہے کہ لوگ جرائم کریں دراصل حکومت وزیرقبائل کو بدنام کرنے کے لئے خود ایسے جرائم کا ارتکاب کروارہی ہے۔

اس سے ایک دن پہلے بنوں شہر میں ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے قاضی حبیب الرحمٰن سوکڑئی نے کہا کہ اگر وزیرستان کے لوگ آزاد ہوتے تو ہم آج فلسطین وغیرہ کی مدد کر سکتے تھے۔

جبکہ ۱۴اپریل کو جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالقیوم پوپلزئی نے مسجد قاسم علی خان میں بھی وزیرستان کی حالت زار کا ذکر کیا۔ اسی روز بنوں کی مسجد قصابان میں بنوں کے عبدالرحیم صاحب نے بھی اس صورت حال پر روشنی ڈالی۔

۹،۱۰جون کو مولانا حسین احمد مدنی کی صدارت میں ہونے والے جلسہ عام منعقدہ مرغز مردان میں وزیرستان کے لوگوں کے ساتھ ہمدردی کی قرارداد منظور کی گئی۔

۴اگست ۱۹۳۹ء کو مسجد قاسم علی خان میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرنے کے دوران امام حریت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے وزیرستان کی حالت زار بیان کی۔ انہوں نے مسلمانوں سے کہا کہ اس سے سبق حاصل کریں اور اپنے مسلمان بھائیوں کا مصیبت کے وقت ساتھ دیں۔

۱۱اگست کو بنوں کی مسجد قصابان میں اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے بازار احمد خان کے قاضی شاہ جہاں نے کہا کہ بنوں میں دن کو برطانوی راج ہوتا ہے اور رات کو غازیوں کی حکومت ہوتی ہے۔ انہوں نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ غازیوں کی مدد کریں تاکہ وہ دن کو بھی راج کرنے کے قابل ہو جائیں۔ مسلمانوں کو کافروں کی عدالت میں اپنے مقدمات نہیں لے جانا چاہئے کیونکہ کافر ان سے انصاف نہیں کر سکتا۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کو اطلاعات نہ پہنچائیں کیونکہ ایسا جاسوس خود بخود کافر ہو جاتا ہے۔ انہوں نے فقیر اپی اور گل نواز سرانی کی کامیابی کی دعا کی۔

۱۷اگست ۱۹۳۹ء کو امیر خیل میں احمدی بانڈہ کے امیر خیل نے ایک جلسہ عام میں تقریر کرتے

ہوئے اس الزام کو گمراہ کن قرار دیا کہ فقیر ایپی ہندوؤں کے اغوا میں ملوث ہے۔ اس قسم کے خیالات کا اظہار ارباب عبدالغفور خان ایم ایل اے نے بھی کیا۔ پیر شہنشاہ آف کوہاٹ نے کہا کہ فقیر ایپی پر یہ الزام غلط ہے۔ وہ سچا غازی ہے۔ کیونکہ وہ برطانوی حکومت کی غلامی سے اپنا وطن آزاد کرانا چاہتا ہے۔ ڈکیتیوں کا الزام فقیر آف ایپی پر لگانا غلط ہے اور یہ اس کو بدنام کرنے کے لئے لگایا گیا ہے۔

یکم ستمبر ۱۹۳۹ کو مسجد قصابان کے اجتماع میں مولوی عبدالحق کوٹھہ اخوادن نے کانگرس وزارت پر تنقید کی کہ وہ برطانوی حکومت کی بمباری بند نہیں کرا سکی۔ انہوں نے اس بات کو مضحکہ خیز قرار دیا کہ سرائی علاقے کے باشندے قبائیلوں کو خوارک پہنچا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سرائی علاقے کے لوگوں کے پاس اپنے لئے کھانے کو کچھ نہیں وہ کیسے قبائل کو راشن مہیا کر سکتے ہیں۔

کوٹ نجیب اللہ ہری پور میں ۴ ستمبر کو ایک جلسہ عام سے خطاب کے دوران مولانا خان میر ہلالی نے وزیرستان کے ساتھ حکومت کے برے سلوک کی مذمت کی۔

۸ ستمبر ۱۹۳۹ء کو مسجد قاسم علی خان میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہیۓ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے جہاد کی تعریف بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان جہاد سے اس لئے گریزاں ہیں کہ وہ مقدمات کا سامنا کرنے سے ڈرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جنگ میں برطانیہ کے مدد کرنے والا مسلمان اسلام کے احکام کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا۔

۷ ستمبر ۱۹۳۹ء کو پولٹیکل کانفرنس ہری پور کی دوسری نشست سے خطاب کرتے ہوئے قاضی محمد اکبر وکیل نے فلسطین اور وزیرستان کی حالت زار کا ذکر گیا۔

۱۳ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو مسجد قاسم علی خان میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے کہا کہ انگریز گزشتہ دوسو سال سے ہندوستان پر حکومت کر رہے ہیں اور تجربہ یہ بتا تا ہے کہ انہوں نے ہمیشہ وعدہ خلافی کی۔ انہوں نے برطانوی حکومت کے وزیرستان اور فلسطین پر مظالم کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ حکومت کے کسی وعدے پر اعتبار نہ کریں۔

جمعہ ۲۰ اکتوبر کو مسجد قصابان بنوں میں تقریر کرتے ہوئے بازار احمد خان کے محمد اسلم خان نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ غلام ہونے کی وجہ سے ہندوستانی لوگ فلسطین، وزیرستان اور ترکی کے مسلمانوں کی مدد نہیں کر سکتے۔ وائسرائے کے اعلان کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کانگرس ورکنگ کمیٹی اس سلسلے میں ۲۲ تاریخ کو فیصلہ کرے گی اور آپ کانگرس ہائی کمان کے فیصلے کا انتظار کریں

اوراس کے مطابق عمل کی تیاری کریں۔

جمعہ ۳ نومبر ۱۹۳۹ء کومسجد قصابان بنوں میں خطاب کے دوران مولوی مہرگل نے کہا کہ جنوبی اضلاع میں حکومت اور پولٹیکل حکام کے ایماء پر حملے کرائے جارہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ پولٹیکل تحصیلدار کے پاس ہر وقت تین چار وزیر قبائلی ہوتے ہیں جوان کے اشارے پر کام کرتے ہیں۔

۱۳ نومبر ۱۹۳۹ء کوعید گاہ میں نماز عید کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے کہا کہ انگریزوں نے بکروں کی طرح ہندوستانیوں کو ذبح کرنے سے دریغ نہیں کیا۔انہوں نے کہا کہ برطانوی حکومت نے ہندوستانیوں کی سہولت کے لئے سڑکیں نہیں بنائیں بلکہ انگریزوں کی سہولت کے لئے تعمیر کی ہیں۔انگریزوں نے مسلمانوں کے مذہب،تہذیب وتمدن اوراقتصادی زندگی میں دخل اندازی ہی کی ہے۔حکومت برطانیہ نے ہندوستان کوایک غریب ملک بناڈالا ہے۔انہوں نے کہا کہ وائسرائے نے کہا ہے کہ ملک میں اتفاق نہ ہونے کے باعث ڈومنین سٹیٹس نہیں دیا جاسکتا۔انہوں نے کہا کہ اگر ۲۰۰ سال میں انگریز اتفاق واتحاد پیدا نہیں کرسکے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ حکومت کرنے کے اہل ہی نہیں۔انہوں نے وزیرستان کی حالت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ قبائل سچے مسلمان ہیں اس لئے وہ اپنے ملک کی آزادی کے لئے لڑرہے ہیں۔اگر مسلمان قرآن بھی پڑھے اورعمل کرے تو اس کے خلاف انگریز کا بتایا ہوا قانون حرکت میں آجاتا ہے۔اگر مسلمان سچے قوم پرست ہیں تو وہ اپنا ملک اور مذہب آزاد کرائیں۔

۱۷ نومبر کو پشاور شہر میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہومولانا عبدالقیوم پوپلزئی نے جو جلسہ کے واحد مقرر تھے کہا کہ کانگرس موجودہ جنگ میں مدد دینے کے بدلے ملک کی آزادی کا مطالبہ کرتی ہے جبکہ مجلس احرار نے فیصلہ کیا ہے کہ جب تک ہندوستان،فلسطین اور وزیرستان سب آزاد نہیں کیئے جاتے،،ہم کوئی مدد فراہم نہیں کریں گے۔اگر برطانیہ پولینڈ کی آزادی کے لئے لڑرہا ہے تو وہ ہندوستان کو یہ رعایت کیوں نہیں دیتا۔انہوں نے کہا کہ ہندوستانیوں نے جنگ عظیم اول کے دوران عظیم قربانیاں دے کر رولٹ ایکٹ،جلیانوالہ باغ فائرنگ اورقصہ خوانی کا قتل عام صلے میں وصول کیا۔

بیرزکی گیٹ کے قریب ۲۴ نومبر ۱۹۳۹ء کی رات ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالقیوم پوپلزئی نے وزیرستان اورفلسطین پر مظالم ڈھانے پرحکومت برطانیہ کی مذمت کی اور کہا کہ اس حکومت کی مدد قرآن کی رو سے ناجائز ہے۔۶ دسمبر ۱۹۳۹ء کومولانا عبدالقیوم پوپلزئی نے نودیہہ

گاؤں میں ایک جلسہ کے دوران اسی قسم کی تقریر کی۔

۸ دسمبر کو نماز جمعہ کے اجتماع سے پہلے عبدالغفور سیٹھی نے کہا کہ فقیر آف اپی ایک دینی رہنما ہے اور جہاد مسلمانوں پر فرض ہے۔ انہوں نے جمعہ ۲۲ دسمبر کو بھی تقریر کرتے ہوئے اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ مسلمان وزیرستان پر کی جانے والی بمباری کے خلاف تحریک نہیں چلاتے۔

۱۲ جنوری ۱۹۴۰ء کو بارودی احراروں کا ایک اجتماع پشاور شہر میں ہوا۔ ان سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالقیوم پوپلزئی نے برطانیہ کی طرف سے جنگ عظیم کے لئے مدد حاصل کرنے کے بہانوں کا ذکر کیا اور کہا کہ برطانیہ جرمنی پر الزام تا ہے کہ وہ دوسروں کو غلام بنانے کے لئے جنگ مسلط کر رہا ہے جبکہ برطانیہ خود ہندوستانیوں کو آزادی دینے سے انکاری ہے۔ انہوں نے وزیرستان اور فلسطین کے حالات کا ذکر بھی کیا اور کہا کہ جب تک انڈیا، وزیرستان اور فلسطین کو آزادی نہیں مل جاتی اس وقت تک مسلمانوں کے لئے برطانیہ کی حمایت ناجائز ہے۔

۲۶ جنوری ۱۹۴۰ء کو یوم آزادی کے موقع پر فارورڈ بلاک اور سوشلسٹ پارٹی کا ایک مشترکہ جلسہ عام پشاور شہر میں منعقد ہوا۔ جلسے کی صدارت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے کی۔ انہوں نے جنگ عظیم سے متعلق برطانیہ کی مکاری کو بے نقاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ ۹۸ فیصد ہندوستانی عوام نے برطانیہ کی مدد کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس جلسے سے خطاب کرتے ہوئے سردار گڑھی کے ولی محمد طوفان نے کہا کہ آزادی مانگنے سے نہیں ملتی بلکہ تلوار اور ہتھیار سے ملتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ قصہ خوانی کا خونچکاں سانحہ ہمارے دلوں میں ابھی تازہ ہے اور ہم بھگت سنگھ کی لاش کے ٹکڑوں کو فراموش نہیں کر سکتے۔ انہوں نے کہا کہ انگریز فلسطین اور وزیرستان کی تباہی کے ذمہ دار ہیں۔

۲۹ جنوری کو مکڑی بازار میں مجلس احرا کا ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ اس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالقیوم پوپلزئی نے کہا کہ وزیرستان اور فلسطین میں انگریزوں کے ظلم و جبر کے ہاتھوں ہزاروں عورتیں بیوہ اور ہزاروں بچے یتیم ہو چکے ہیں۔ اس کے باوجود انگریز جرمنی کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ وہ چھوٹی قوموں پر قبضہ کر کے غلام بنانا چاہتا ہے۔

بنوں شہر کی مسجد قصابان میں ۲ فروری کو نماز جمعہ کے بعد ایک جلسہ منعقد ہوا اس سے شہباز عصمت خیل کے محمد اسلم خان کوکوٹکہ خودمندان کے ملا وسین شاہ اور صاحبو خیل مندان کے قاضی محمد سعید نے خطاب کیا۔ مقررین نے پورے کے پورے دیہات پر جرمانے عائد کرنے پر ڈپٹی کمشنر پر نکتہ چینی

کی۔

۷فروری ۱۹۴۰ء کو بنوں کے گاؤں بزن خیل میں تمام سرکردہ ملک حضرات نے ایک جلسہ عام منعقد کیا جس میں ۱۸۰۰ افراد جمع ہوئے۔ جلسے میں قرار پایا کہ ملک حضرات بنوں کی صورت حال پر غور کریں اور اس کے بعد عوام تک اپنا نکتہ نظر پہنچائیں۔ اس کے بعد جلسے میں کئی ایک جرگے تشکیل دیئے گئے۔ ان سے صلاح مشورہ کے بعد ملک حضرات جلسہ میں دوبارہ آئے اور کہا کہ انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر حکومت ان کے نقصانات کا ازالہ کر کے برطرف خاصہ داروں کی بحالی، ان کی تعداد میں اضافے اور ملک حضرات کو ان کے بقایاجات ادا کرنے کے لئے تیار ہے تو وہ سب حکومت کی مدد کرنے اور اس کے مخالفین سے لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم حکومت کو ناراض کرنا نہیں چاہتے اور اپنی مالی کمزرویوں کی وجہ سے ایسا کر بھی نہیں سکتے۔ غازی مرجان نے دوبارہ تقریر کرتے ہوئے کہا کہ سب کو معلوم ہے کہ حکومت برطانیہ بہت مضبوط ہے اور احمدزئی وزیر حکومت سے لڑ نہیں سکتے۔ انہوں نے کہا کہ گورنر صاحب نے وائسرائے صاحب سے ضلع بنوں کے حالات پر صلاح مشورہ کیا ہے اور کچھ نہ کچھ طے پا گیا ہے۔ میں ایک جرگے کے ساتھ ڈپٹی کمشنر صاحب سے مل کر ملک حضرات کی درخواست پیش کروں گا اور مجھے امید ہے کہ ڈپٹی کمشنر صاحب ہماری تجاویز کے ساتھ اتفاق کریں گے۔ انہوں نے سب حاضرین سے کہا کہ ۹ فروری کو ڈپٹی کمشنر کے بنگلے کے باہر جمع ہو جائیں۔

۱۲ فروری ۱۹۴۰ء کو مجلس احرار اسلام کا ایک جلسہ عام پشاور شہر میں منعقد ہوا اس سے خطاب کرتے ہوئے جلسے کے واحد مقرر مولانا عبدالقیوم پوپلزئی نے کہا کہ وزیرستان اور فلسطین میں انگریزوں کے مظالم کی بنا پر حکومت برطانیہ کی کوئی مدد نہیں کرنی چاہئے۔

۱۶ فروری ۱۹۴۰ء کو مسجد قاسم علی خان پشاور میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے وزیرستان کے قبائیلیوں کی کامیابی کے لئے دعا کی۔

۲۲ فروری ۱۹۴۰ء کو جمعیت علماء کا ایک جلسہ عام پشاور شہر میں منعقد ہوا۔ اس میں وزیرستان میں حکومت کی پالیسی کی سخت مذمت کی قرارداد منظور کی گئی۔ جمعہ ۲۳ فروری کو عبدالغفور سیٹھی نے مسجد مہابت خان میں کانگرس اور مسلم لیگ دونوں کو ہدف تنقید بنایا کہ وہ وزیرستان کے قبائل کی مدد کے لئے کچھ نہیں کر رہیں۔ اسی روز مجلس احرار اسلام کے ایک جلسہ عام میں مولانا عبدالقیوم پوپلزئی اور مولانا غلام غوث ہزاروی نے تقریریں بھی کیں۔ انہوں نے کہا کہ جمعیت علماء کا یہ فیصلہ ہے کہ چونکہ برطانیہ

فلسطین اور وزیرستان میں مظالم ڈھا رہا ہے اس لئے مسلمانوں کو جنگ میں اس کی مدد نہیں کرنی چاہیے۔

۱۵ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسجد قاسم علی خان میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے کہا کہ مسلمانوں کو متحد ہو جانا چاہیے تاکہ وہ اپنے وطن کی خاطر قربانیاں دے سکیں۔

۱۳ اپریل ۱۹۴۰ء کو انجمن نوجوانان صوبہ سرحد کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ آج گورنر ہاؤس میں جو خان خوانین سبزہ زار کی دعوت میں شرکت کریں گے، ان سے کہا جائے کہ وہ گورنر سے وزیرستان میں مظالم بند کرنے کی درخواست بھی کریں۔

۵ اپریل ۱۹۴۰ء کو مسجد قاسم علی خان میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے کہا کہ اس ملک میں انڈین پینل کوڈ کا فرنگی قانون نافذ ہے اور ملک میں اسلامی اقدار کو خطرہ لاحق ہے۔

چھٹا باب ریاستی دہشت گردی کے خلاف کلمہ حق

اوائل اپریل ۱۹۴۰ (غالبًا ۱۰ اپریل) میں مولانا عبدالرحیم صاحب کو فقراپی کی طرف سے ایک دردناک خط موصول ہوا اور اسی وقت آپ بنوں اور نواح کے لوگوں کو فقراپی کی مدد کیلئے آمادہ کرنے کے لئے جانے پر تیار ہو گئے۔ یہاں تک کہ اس بار یہ خفیہ خط بھی ضائع نہ کر سکے۔

مولانا ہزارہ کے عوام پر جاگیرداروں کے مظالم کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی شروع کردہ تحریک کے سلسلے میں گڑھی حبیب اللہ میں ہزارہ کی تیسری کانفرنس کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ بنوں اور وزیرستان پر انگریزوں کی خوفناک بمباری کی تازہ ترین خبروں نے انہیں عجلت میں بنوں روانہ ہونے اور وہاں پر صدائے احتجاج بلند کرنے پر مجبور کر دیا۔ ان دنوں ان کی بیٹی شدید بیمار تھی۔ وہ بستر مرگ پر بخار میں تڑپ رہی تھی۔

حضرت نے اپنے ایک ہندو پیروکار (رام سرن نگینہ) کو عین موقع پر ہی ساتھ چلنے کو کہا تو اس نے اپنی منگیتر (جو بعد میں وفات پا گئی تھی) کی علالت کے باعث عرض کی کہ حضرت ایک دن رک جائیے۔ حضرت رام سرن نگینہ کی طرف دیکھ کر حسب عادت مسکرانے لگے اور فرمایا" کہ بس ہلکی سی چوٹ سے ہی دماغ میں میں فتور آ گیا۔ دیکھ نہیں رہے کہ میری لڑکی قریب المرگ ہے لیکن کام رک نہیں سکتا۔ جانا ضروری ہے"۔ ناچار رام سرن نگینہ کو بھی ساتھ جانا پڑا۔ حضرت کوہاٹ سے ہوتے ہوئے بنوں جا پہنچے۔

سی آئی ڈی روانہ ڈائری بستہ نمبر 73 فائل 1355 جلد دوم محکمہ دستاویزات کے مطابق 12 اپریل 1940 کو بنوں شہر کی بڑی مسجد المعروف مسجد قصابان میں نماز جمعہ کے بعد آپ نے لوگوں کو غیر ملکی غاصبوں کے خلاف میدان جنگ میں نکلنے کی دعوت دی۔ انہوں نے فرمایا کہ میری تقریر کا مقصد آپ کی اصلاح کرنا اور مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر اور گروہوں کے درمیان اتفاق و اتحاد پیدا کرنا ہے۔ آپ کے ساتھ جو سب سے بڑا المیہ ہوا ہے وہ یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کے احکام پر عمل نہیں کرتے۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ کا دین اور آپ کا قرآن پاک اس حکومت میں آزاد ہیں۔ آپ کا دین اور آپ کی کتاب انگریز کے قانون کے طابع کر دیئے گئے ہیں۔ مثلاً آپ قرآن پاک کی صرف ان آیات پر عمل کر سکتے ہیں جن پر عمل کرنے کی انگریزی قانون میں اجازت موجود ہے اور وہ انگریزوں

کے قانون کے خلاف نہیں جاتیں۔اس لئے آپ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ جو قوم اور جو مذہب آپ کو اپنے دین اسلام پر پورے طور پر عمل کرنے سے روک رہا ہو اس کے خلاف مزاحمت کریں۔اپنی طاقت اور اپنا مال سب کچھ اس زیادتی کے خلاف جہاد کے لئے وقف کریں۔

مولانا عبدالرحیم صاحب نے کہا کہ "اگر آپ قرآن کی ایک آیت پر بھی عمل کریں جو ان کو پسند نہ آتی ہو تو ہوسکتا ہے کہ آپ کو اس ایک آیت پر عمل کرنے کی پاداش میں جیل جانا پڑے اور ہوسکتا ہے کہ آپ کی جائیداد ضبط ہو جائے۔مسلمان ہو کر دین کی صرف ان آیتوں پر عمل کرنا جن پر کافروں کو اعتراض نہ ہو۔کیا یہ بزدلی نہیں؟۔آپ کیوں اتنے بزدل مسلمان بن گئے ہیں۔میرے خیال میں انگریزی قانون تعزیرات ہند نے آپ کو بزدل بنا دیا ہے۔یہ قانون کس کا ہے۔یہ قانون خدا کا قانون نہیں۔یہ انگریزی حکومت نے آپ پر مسلط کیا ہے۔یہ قانون ایک ایسی حکومت کی طرف سے آپ کے لئے بھیجا گیا ہے جو ڈاکوؤں اور لٹیروں کی حکومت ہے۔یہ حکومت آپ کی دنیاوی اور اخروی کامیابی اور خوشحالی برداشت نہیں کرسکتی۔اسکو آپ کی خوشحالی گوارا ہی نہیں ہوسکتی۔

یہ حکومت اپنے جھوٹے معاہدوں اور جھوٹے وعدوں کے سہارے آپ کو خاموش کرادیتی ہے۔آپ ذرا اسکی تاریخ تو دیکھیں اس نے اپنے دوسو سال کے غاصبانہ قبضے کے دوران وعدہ پورا نہیں کیا۔آپ اس کے جھوٹے وعدوں اور یقین دہانیوں پر اعتبار نہ کریں۔اسلام کو اس قسم کا چیلنج درپیش ہو تو یہ اللہ تعالی کا واضح حکم ہے کہ مسلمان جہاد کے لئے نکلیں۔اس جہاد میں جو مارا جائے وہ شہید کا رتبہ پائے گا۔میں آج اعلانیہ طور پر یہ بات کہنے سے نہیں ڈرتا کہ حاجی صاحب فقیراپی ایک سچے مسلمان کا فریضہ ادا کر رہا ہے۔وہ حکومت کا باغی ہے۔اس لئے ایسا کہنے سے شاید حکومت مجھے جیل بھیج دے۔لیکن یہ حکومت جتنا زور لگالے۔یہ اپنی مرضی سے میری جان نہیں لے سکتی۔یہ مجھے پھانسی نہیں دے سکتی۔ عنقریب برطانوی حکومت کے خلاف ایک جدوجہد شروع کی جائے گی۔آپ لوگ اس جدوجہد کے لئے تیار ہو جائیں اب سر سے کفن باندھ کر نکلنا ہے۔ظالم اور جابر حکمرانوں کے خلاف جدوجہد دو طرح سے کی جاسکتی ہے۔ایک سیاسی جدوجہد تشدد کے ذریعے کی جاتی ہے۔اس میں ظلم و تشدد کا جواب تشدد سے ہی دیا جاتا ہے۔ایک دوسری طرح کی جدوجہد بھی ہوتی ہے جس میں تشدد کے جواب میں تشدد سے کام نہیں لیا جاتا۔یہ عدم تشدد کی جدوجہد ہوتی ہے۔میں بذات خود دونوں قسم کی جدوجہد کو مانتا ہوں۔جو لوگ مسلح جدوجہد کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں وہ صحیح کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے وطن کی خاطر دشمن کا مقابلہ

کرتے ہیں۔اور جو لوگ عدم تشدد کا راستہ اختیار کرتے ہوئے سیاسی جدوجہد کرتے ہیں وہ بھی درست راستے پر ہیں کیونکہ ان کے پاس تشدد کا جواب تشدد سے دینے کے لئے اسلحہ نہیں ہوتا۔اور اس لئے وہ اپنے ملک سے دشمن کو نکالنے کے لئے وہی طریقہ استعمال کرتے ہیں جو ان کے بس میں ہوتا ہے۔ جس کا مسلح مزاحمت کا بس نہ چلے وہ پرامن احتجاج کر کے جدوجہد میں اچھے طریقے سے حصہ لے سکتا ہے"

یہ وہ تقریر تھی جس پر بغاوت کا مقدمہ بنایا گیا۔لیکن گرفتار ہونے سے پہلے آپ مزید تقریریں، جرگوں سے خطاب اور انفرادی مذاکرات وغیرہ کر چکے تھے۔ چنانچہ 15 اپریل 1940ء کو ضلع بنوں ہی میں غوری والا کے باہر کی مسجد میں حضرت نے ایک اور اجتماع سے بھی خطاب کیا اس میں دو سو افراد شریک تھے جن میں کوئی پچاس کے قریب غوری والا کے علماء بھی شامل تھے۔اس اجتماع سے خطاب ہوئے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے فرمایا کہ میں بنوں آیا تو میرے سامنے کچھ مقاصد تھے۔

ایک مقصد یہ بھی تھا کہ یہاں کے علماء کرام سے معلوم کروں کہ وہ انگریزوں کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں یا دوست۔اور آیا آزادی کی جدوجہد میں حصہ لینا ضروری ہے یا نہیں۔میں نے علماء کرام سے بات چیت کی ہے اور اس معاملے میں وہ میرے ساتھ متفق ہیں۔ جدوجہد کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ایک جدوجہد وہ ہے جو فقیر اپی کر رہے ہیں اور دوسری قسم کی جدوجہد عدم تشدد کی ہے۔میں عدم تشدد کو بھی اچھا سمجھتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا کہ آزادی کی جدوجہد میں حصہ لینے کا وقت آ گیا ہے۔اگر مسلمان اس جدوجہد سے کنارہ کش رہے تو وہ پشیمان ہونگے اور اس بے عملی کا انجام بھگتیں گے۔انہوں نے کہا کہ قرآن مسلمان سے آزاد رہنے اور آزادانہ طور پر دین پر کاربند ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔یہ منشائے الٰہی ہے۔ قرآن کے معاملے میں عمل کرنے پر پابندیاں عائد کرنا قابل قبول نہیں۔حضرت نے لوگوں کو خبردار کیا کہ ان عناصر سے ہوشیار رہیں جو حکومت کے مددگار رہیں۔آپ اس قسم کے لوگوں سے بھی خبردار رہیں جو مسلمان کے بھیس میں آپ سے دوستی اور ہمدردی جتاتے ہیں۔لیکن عمل ایسا کرتے ہیں جو آپ کے دشمن کو فائدہ دیتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ آپ کو کئی لوگ ایسے بھی نظر آئیں گے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم تو جہاد کے لئے تیار ہیں لیکن ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہمارے رشتے دار سرکاری ملازمت میں ہیں۔ان کی ملازمت کے ڈر سے ہم جدوجہد نہیں کرتے۔حضرت نے فرمایا کہ جہاد آزادی تو قانون خداوندی اور قرآن پاک کے

مطابق ہے۔ان لوگوں کو چاہیے کہ اپنے رشتے داروں کو بھی اس بات پر قائل کریں کہ وہ بھی اپنے طور پر اس جہاد میں شریک ہو جائیں۔

انہوں نے کہا کہ آپ کی جدو جہد کو روکنے کے لئے پولیس اور ایف سی میں یو پی لوگ نہیں خود آپ کے اپنے بھائی ہی کام کر رہے ہیں۔انہیں سمجھانے اور وطن کی خدمت کی جدو جہد میں شامل کرنے کی ضرورت ہے۔اب جب کہ کانگرس کے رہنما اور علماء کرام جنگ آزادی شروع ہونے کا اعلان کریں گے تو آپ اپنے رشتہ داروں کو سرکاری محکموں میں بھرتی ہونے سے روک دیں۔

حکومت آپ کا کیا بگاڑ لے گی؟ وہ آپ سب کو گرفتار کر لے گی؟ تو اس کے پاس آپ کو قید رکھنے کے لئے جیل میں جگہ نہیں ہے۔صرف آپ سب کا آپس میں اتفاق واتحاد ضروری ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحیم نے فرمایا کہ چونکہ فقیر اپی وطن کی آزادی کے لئے جہاد کا فریضہ ادا کرر ہے ہیں،اس لئے اس جہاد میں جو شریک ہوا اور لڑتا ہوا مارا گیا تو وہ شہادت کا مقام حاصل کرے گا"۔

اس کے بعد حضرت کو ۱۲ اپریل والی تقریر کے سلسلے میں گرفتار کر لیا گیا۔رام سرن نگینہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ۱۰یا ۱۱ اپریل کو بنوں پہنچے تھے اور ۱۲ اپریل کو مسجد قصاباں والی تقریر کرنے کے بعد آزاد قبائل کی طرف چلے گئے تھے۔وہاں ان کی ملاقات مختلف حضرات سے ہوئی۔ان میں سے ایک شخص خلیفہ مہر دل بھی تھا جسے فقیر اپی نے توپ چلانے کا کام سونپ رکھا تھا۔پھر آزاد قبائل کے ایک درہ میں مولانا صاحب کی ایک پر تکلف دعوت ہوئی جس میں باغی علماء اور قبائلی سرداروں نے شرکت کی۔اس کے بعد مولانا صاحب بنوں واپس پہنچے اور ۱۵ اپریل کو مسجد غوری والا کی مذکورہ تقریر کی۔ ۱۶ اپریل کے دن بنوں کے بڑے گیٹ کے اندر والے ایک بالا خانہ پر مولانا بیٹھے ہوئے تھے۔ان کے قریب وزیرستان کے پختون بیٹھے تھے۔ان میں ایک لمبا تڑنگا خوبصورت وزیری توپچی بھی تھا۔اس نے پہلی بار دیسی ساخت کی توپ تیار کی تھی اور اسے انگریزوں کے خلاف استعمال کرنے کے لئے بے تاب تھا۔اسی اثنا میں پولیس کا ایک دستہ کمرے کی سیڑھیاں پھلاندتا ہوا اندر آ گیا۔مولانا صاحب گرفتار کر لئے گئے۔ان کا ساتھی اشارہ پا کر نیچے اتر آیا اور آزاد علاقے میں چلا گیا۔بعد میں وہ پشاور واپس آ گیا۔

مولانا عبدالرحیم صاحب بنوں ہی میں گرفتار ہو کر بنوں جیل پہنچا دیئے گئے۔اور اپنی تڑپتی ہوئی بیمار بیٹی کو آخری بار ایک نظر دیکھنے گھر نہ جا سکے۔ان کی پندرہ سالہ بیٹی صفیہ باپ کی جدائی میں تڑپ

تڑپ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملی اور پھر جلد ہی گھر کے واحد مرد نگران اور حضرت کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالقیوم پوپلزئی بھی جہاد حریت کے معرکے سر کرتے ہوئے جیل پہنچ گئے۔ دونوں بھائی ملے تو حضرت نے بے اختیار اپنے چھوٹے بھائی سے پوچھا کہ گھر کو کس کے حوالے کیا؟ انہوں نے جواب دیا " کہ گھر کو اللہ ہی کے حوالے کر کے میں بھی چلا آیا ہوں"۔ یہ ڈیرہ اسماعیل خان جیل کا واقعہ ہے۔

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ان کی بیٹی نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک خط بھی لکھا تھا۔ جس میں اس نے اپنی بیماری کے بڑھ جانے اور دوا وغیرہ دستیاب نہ ہونے کی شکایت کی تھی۔لیکن ایک قیدی بے چارہ کیا کر سکتا تھا۔ بچی آخر کار چل بسی۔ اس سانحے کی خبر سیٹھی عبدالغفورؒ نے جو مولانا عبدالرحیم کے بہت بڑے معتقد تھے جیل میں ایک عربی خط کی صورت میں بھیجی۔

اسی دوران مولانا صاحب کے ایک سیاسی ساتھی بخشی فقیر چند وید نے جیل میں ملاقات کر کے بچی کی دردناک موت کی خبر سنائی تو بے اختیار حضرت کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے لیکن جلد ہی انہوں نے آنسو پونچھ کر کہا کہ " خداوند کریم کی یہی رضا ہوگی"، اس کے بعد سیاسی جدوجہد کے بارے میں پوچھنے لگے۔

ساتواں باب گرفتاری پر عوامی احتجاج

حضرت کی گرفتاری کے چند روز بعد 23 اپریل 1940 کو پشاور کے چوک یادگار میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ اس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا خان میر ہلالی نے کہا کہ عبدالرحیم پوپلزئی سالہا سال سے قربانیاں دیتے چلے آئے ہیں۔ ان کے لئے گرفتاری ایک معمول کا سانحہ ہے۔ لیکن ان کی گرفتاری سے خود حکومت کو خطرہ لاحق ہوجائیگا۔ کیونکہ سیکڑوں نوجوان مولانا عبدالرحیم صاحب کی خاطر جیل جانے کو تیار ہیں۔ انہوں کہا کہ شاید حکومت کا یہ اقدام کسی بڑی تبدیلی کا پیش خیمہ ہے۔ حکومت نے خود اس تبدیلی کا ماحول پیدا کر دیا ہے۔ انہوں نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ان کی گرفتاری پر مبارکباد پیش کی اور حکومت وقت کو اس کی جارحانہ پالیسی پر متنبہ کیا۔

23 اپریل ہی کو پشاور میں کسان پارٹی کے اجلاس میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کو ایک قرارداد کے ذریعے گرفتاری پر مبارکباد پیش کی گئی۔ ان کی گرفتاری پر حکومت کی مذمت کی گئی۔ اجلاس میں تمام کسان کمیٹیوں سے اپیل کی گئی کہ وہ مولانا کی رہائی کی تحریک چلائیں۔

26 اپریل کو جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ بنوں کی اسی مسجد قصابان میں جہاں علامہ عبدالرحیم صاحب نے باغیانہ تقریر کی تھی، اس روز بھی نماز جمعہ کے بعد ایک جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے مولانا غلام حسین پرہیزخونی خیل نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری کی مذمت کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ لوگوں کو دین کی اصلی تعلیمات سے آگاہ کرنا تو علماء کرام کا فریضہ ہے۔ اگر وہ یہ فریضہ انجام دینا چھوڑ دیں تو اس کا نقصان مذہب اسلام کو پہنچتا ہے۔ اس لئے مولانا عبدالرحیم صاحب نے دین اسلام کی تعلیمات سے لوگوں کو آگاہ کر کے کوئی غلط کام نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ عبدالرحیم پوپلزئی کے گزشتہ ریکارڈ پر نظر ڈالیں تو وہ عدم تشدد کے ذریعے جدوجہد کرنے کی حمایت کرتے آئے ہیں۔ ان کی ہر تقریر میں عدم تشدد کے اصول کے اندر رہ کر تبلیغ اور عملی جدوجہد کی ترغیب دی جاتی رہی ہے۔ لیکن ان کے ذاتی عدم تشدد کے باوجود حکومت نے ان گرفتار کرلیا ہے۔ مولانا غلام حسین نے جلسہ میں ایک قرارداد پیش کی جس میں کہا گیا تھا کہ بنوں کے عام مسلمان اور علماء کرام مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری کو اسلام کی توہین سمجھتے ہیں۔ قرارداد میں فوری طور پر مولانا عبدالرحیم صاحب کو رہا کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔

30 اپریل 1940ء کو پشاور شہر میں کانگرس سوشلسٹ پارٹی کا ایک اجلاس ہوا جس میں عبدالرحمٰن ریا نے تجویز پیش کی کہ ایک وفد بنوں جا کر جیل میں مولانا عبدالرحیم صاحب کے ساتھ ملاقات کرے۔ انہیں معلوم ہوا کہ جیل میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے ساتھ انتہائی برا سلوک روا رکھا جا رہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اگر وفد نے اس خبر کی تصدیق کر دی تو عوام کو اس سے آگاہ کیا جائے گا۔

اگلے دن یکم مئی 1940ء کو پشاور شہر میں فارورڈ بلاک کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی سوباش چندر بوس اور فارورڈ بلاک والوں سے دوستی اور ہمدردی تھی لیکن وہ خود فارورڈ بلاک میں شامل نہیں تھے۔ یکم مئی کے اس اجلاس میں سادھو سنگھ نے ایک قرارداد پیش کی۔ جس میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری اور انہیں جیل میں کال کوٹھڑی میں رکھنے پر حکومت کی مذمت کی گئی تھی۔ قرارداد میں ان کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اسی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے پشاور شہر کے دلاور خان نے کہا کہ عبدالرحیم پوپلزئی کو فقیر ایپی کا رضا کار ہونے کا جھوٹا الزام لگا کر گرفتار کر لیا گیا۔ اجلاس میں ملک دلاور خان نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو جیل میں اے کلاس کی سہولتیں دی جائیں۔

3 مئی کو پشاور شہر میں مجلس احرار اسلام کا ایک جلسہ عام منعقد ہوا تو اس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا انور شاہ صاحب نے سید عطا اللہ شاہ بخاری اور علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری کی مذمت کی۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے ڈیفینس آف انڈیا ایکٹ کے تحت رہنماؤں کو گرفتار کر کے ایک جابرانہ پالیسی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس جلسے سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد حسین نے کہا کہ قرآن مسلمانوں کو غاصبوں کی اطاعت کرنے سے روکتا ہے۔ جو لوگ غاصبوں کا حکم مانتے ہیں وہ اس دنیا میں تو خان بہادر بن جائیں گے لیکن اگلے جہاں میں وہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ انہوں نے علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری کو حکومت کی ظالمانہ پالیسی کا نتیجہ قرار دیا۔ اس جلسے کے آخری مقرر حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب پوپلزئی تھے۔ انہوں نے کہا کہ سول نافرمانی کی بات کو قرارداد سے حذف کر دیا جائے۔ انہوں نے کریم پورہ کی مسجد کے ساتھ شراب کی دکان کی طرف حاضرین کی توجہ مبذول کرائی اور کہا کہ جو لوگ یہاں شراب کا کاروبار کر رہے ہیں وہ نادانستہ طور پر نمازیوں کو تنگ کرنے کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ انہوں نے جنگ عظیم میں برطانیہ کے عزائم کو بھی بے نقاب کیا۔ مولانا عبدالقیوم پوپلزئی نے سید عطا اللہ شاہ بخاری اور علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاریوں کی مذمت کی۔

اسی روز مسجد قاسم علی خان میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالقیوم پوپلزئی نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری کا ذکر کیا اور کہا کہ انہیں اس وجہ سے گرفتار کیا گیا ہے کہ انہوں نے بنوں اور وزیرستان کے مسلمانوں پر برطانوی حکومت کے ظلم وستم کے خلاف آواز اٹھائی تھی۔

8 مئی 1940ء کو بنوں جیل سے علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کو بنوں کے اسسٹنٹ کمشنر کی عدالت میں لایا گیا اور آپ کو 5 سال قید بامشقت کی سزا سنادی گئی۔ان دنوں کسان سبھا پشاور کی طرف سے ایک اشتہار بھی علامہ عبدالرحیم صاحب کی گرفتاری کے خلاف شائع کیا گیا۔ اس کا عنوان تھا کہ عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری ملک کے جوانوں کے لئے چیلنج ہے۔ یہ اشتہار وسیع طور پر تقسیم کیا گیا۔

5 سال قید بامشقت کی سزا سنائے جانے کے دو روز بعد یعنی 10 مئی 1940ء کو مسجد مہابت خان میں نماز جمعہ کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے جمعیت علماء کے مولانا لطیف اللہ نے مولانا عبدالرحیم کی گرفتاری کی سخت مذمت کی۔انہوں نے حاضرین کے سامنے ایک قرارداد پیش کی جو متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔اس قرارداد میں کہا گیا تھا کہ جمعیت علماء مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو پانچ سال بامشقت قید دینے کے حکومت کے جابرانہ اقدام پر اظہار نفرین کرتی ہے قرارداد میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ مولانا عبدالرحیم صاحب کو جیل میں بی کلاس دی جائے۔

اسی روز مسجد قاسم علی خان میں بھی جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالقیوم پوپلزئی نے کہا کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کا قصور یہ ہے کہ انہوں نے حقیقت بیان کی ہے۔اور انہیں سچائی بیان کرنے پر ہی جیل بھیج دیا گیا ہے۔ 10 مئی کو اسی روز بنوں کی مسجد قصابان میں بھی نماز جمعہ کے بعد جلسہ عام منعقد ہوا۔ 300 افراد کے اس اجتماع سے خطاب کے دوران مولانا حبیب الرحمٰن سوکڑیؒ نے کہا کہ اس جلسہ کا مقصد مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو اسلام کی خاطر سزا سنائے جانے پر مبارکباد پیش کرنا ہے۔مولانا حبیب الرحمٰن نے امام حریت کی جدو جہد اور کارناموں کی تفصیل بیان کی اور حاضرین سے پوچھا کہ انہوں نے جو کچھ اس مسجد میں آپ سے کہا تھا کیا اس میں قرآن کے احکام بیان فرمائے تھے یا کوئی اور موضوع تھا۔انہوں نے کہا کہ انگریز کہتے ہیں کہ ہم کسی کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتے۔لیکن مذہبی مسائل بیان کرنے پر مولانا عبدالرحیم صاحب کو گرفتار کرنا خود انگریزوں کے منہ پر ایک طمانچہ ہے۔مولانا حبیب الرحمٰن سوکڑیؒ نے ایک قرارداد پیش کی جس میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ان کی سزایابی پر مبارکباد پیش کی گئی کہ اسلام کی تبلیغ کرنے پر انہیں قید وبند کی

صعوبتیں دی گئی ہیں۔قرارداد میں یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ انہیں اے کلاس کی سہولت دی جائے۔

15 مئی 1940ء کو جمعیت علماء صوبہ سرحد کی کانفرنس کی تیسری نشست ہوئی جس میں 600 افراد شریک تھے۔اس کانفرنس میں موضع ریگی کے مولانا شمس الحق صاحب نے بھی تقریر کی۔انہوں نے ایک قرارداد پیش کی جس میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ان کی گرفتاری پر مبارکباد دی گئی تھی اور انہیں زیادہ سے زیادہ سزا دیئے جانے پر گہری تشویش ظاہر کی گئی تھی۔اکوڑہ کے مولانا گل بادشاہ صاحب نے اس قرارداد کی حمایت کی۔

جمعہ 17 مئی 1940 کو مسجد مہابت خان میں نماز جمعہ سے پہلے ہی عبدالغفور سیٹھی کھڑے ہو کر تقریر کرنے لگے۔انہوں نے کہا کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو صرف اس بات پر گرفتار کر کے قید و بند کی سزا دی گئی ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ فقیرا یپی کی جدو جہد درست اور جائز ہے۔سیٹھی عبدالغفور نے کہا کہ میں خود یہ الفاظ دہراتا ہوں۔یہ کہتے ہوئے انہوں نے خود یہ الفاظ دہرا دیئے اور پھر فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سی آئی ڈی والوں نے لکھ لیا ہوگا۔

اس روز بنوں میں مسجد قصابان کے نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا غلام حسین پرہیز خونی خیل اور مولانا میر گل شاہدین نے علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی سزایابی کی مذمت کی۔مولانا میر گل شاہدین نے کہا کہ لوگ تو یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے لئے جیل میں بی کلاس ہونی چاہیے لیکن خود مولانا عبدالرحیم صاحب کی اپنی خواہش یہ ہے کہ انہیں شہادت کا مقام حاصل ہو جائے۔انہوں نے کہا کہ اگر عبدالرحیم پوپلزئی کو اس شرط پر رہا کیا جا سکتا ہے کہ مجھے ان کی جگہ گرفتار کر لیا جائے تو یہ سودا مہنگا نہیں۔

9 جون کو امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاری کی رہائی کی خوشی میں مجلس احرار اسلام نے ایک جلسہ عام کا اہتمام کیا تھا۔اس جلسے سے خطاب کرتے ہوئے حسین بخش کوثر نے کہا کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو اخلاقی قیدیوں کی طرح بیڑیوں میں جکڑ کر رکھا گیا ہے اور کسی پولیس افسر کی موجودگی کے بغیر انہیں کسی سے ملاقات کی اجازت نہیں ہے۔عبدالرحیم پوپلزئی کا واحد قصور یہ ہے کہ انہوں نے بنوں اور وزیرستان میں اصل حقیقت کو آشکارا کیا ہے۔

جلسہ میں حسین بخش کوثر نے ایک قرارداد بھی پیش کی جس میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ساتھ سرحد حکومت کے سلوک کی مذمت کی گئی تھی اور مولانا کو سپیشل کلاس قیدی کا درجہ دینے کا مطالبہ کیا

گیا۔ مولانا سید انور شاہ نے اس قراداد کی تائید کی۔مولانا سید انور شاہ صاحب نے کہا کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ایک ایسے پنجابی رپورٹر کی غلط رپورٹ پر قید بامشقت کی سزادی گئی ہے جو پشتو نہیں جانتا تھا۔ان کا اشارہ چودھری محمد عظیم کی طرف تھا۔مولانا انور شاہ نے کہا کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ڈیرہ اسماعیل خان جیل میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ جہاں انہیں ایک غلیظ کوٹھڑی میں قید رکھا گیا ہے۔ حالانکہ وہ ایک سیاسی قیدی ہیں۔اور ایک دینی رہنما بھی ہیں۔

جمعہ 14 جون کو مسجد مہابت خان نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی کم از کم 800 افراد موجود تھے۔نماز شروع ہونے سے پہلے ہی سیٹھی عبدالغفور صاحب نے کھڑے ہو کر کلمہ حق شروع کر دیا۔انہوں نے علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری کے اقدام پر حکومت پر تنقید کی۔انہوں نے یہ بھی کہا کہ مجھے اس بات پر خوشی ہے کہ سید عطا اللہ شاہ بخاری پر جو الزام لگایا گیا تھا،عدالت نے انہیں اس سے بری کر دیا ہے۔

8 جولائی 1940ء کو صوبہ سرحد کے جوڈیشیل کمشنر نے علامہ عبدالرحیم صاحب کے مقدمے کی نظر ثانی کے بعد ان کی سزا تین سال قید بامشقت کر دی۔بنوں جیل سے ایک ماہ کے عرصے ہی میں مولانا عبدالرحیم صاحب ڈیرہ اسماعیل خان جیل منتقل کر دیئے گئے تھے۔اس جیل میں آپ پر بہت زیادہ آزمائشیں آئیں۔اس جیل میں بھی آپ کو تنگ و تاریک اور غلیظ جگہ بند رکھا گیا اور پاؤں میں بیڑیاں بھی ڈال دی گئی تھیں۔ وہ پہلے ہی سے کمزور اور بیمار تھے۔ پھر مشقت بھی لی جاتی تھی۔آپ کی اسیری کے دوران آپ کی بیمار بیٹی کے ناگہانی انتقال کی خبر سے آپ کو شدید صدمہ ہوا۔لیکن بظاہر برداشت کر گئے۔کس کو معلوم تھا کہ یہ قید آپ کی زندگی کی آخری قید ہے۔اس کے بعد قید حیات اور قید فرنگ دونوں سے نجات ملنے والی ہے۔ایک دن جب آپ کو ڈیرہ اسماعیل خان جیل سے منتقل کیا جا رہا تھا کہ معلوم ہوا کہ ایک نیا قیدی ڈیرہ جیل آ رہا ہے۔آپ نے دیکھا کہ آپ کے بھائی مولانا عبدالقیوم پوپلزئی بھی انگریزی حکومت کے خلاف کلمہ حق کہنے کی پاداش میں ڈیرہ اسماعیل خان جیل بھیج دیئے گئے ہیں۔وہ آپ کی غیر موجودگی میں گھر کے واحد کفیل تھے۔انہوں نے جیل میں آپ سے ملتے ہی بتایا کہ اب میرے یہاں آ جانے سے ہمارے گھر کا اللہ کے سوا کوئی سہارا نہیں رہا ہے۔

حضرت نے ایک دن جیل سے گھر والوں کو ایک خط لکھا۔رات کو کسی نے گھر خط پہنچایا تو گھر میں گھپ اندھیرا تھا۔دیئے میں جلانے کے لئے گھر میں تیل تک باقی نہ بچا تھا۔حضرت کی چھوٹی ہمشیرہ

بے تابی کے عالم میں ماچس کی تیلیاں بار بار جلاتیں اور خط کی ایک ایک سطر پڑھتیں۔ خط اکثر پنسل سے لکھا ہوتا تھا۔ مشکل سے پڑھا جاتا تھا۔ جیل میں کاغذ قلم کی سہولت کہاں۔ ایک چھوٹا سا کاغذ کا پرزہ اور اس پر پنسل کی اتنی مختصر تحریر جو اس کاغذ پر جگہ پا سکے۔ یہ تھا ایک قیدی کا خط۔

یہ افسردہ لمحہ حضرت کے کم سن بیٹے کو عمر بھر یاد رہا کہ کاغذ پر بنے ہوئے پنسل کے حروف بے تابی سے پڑھنے اور کوئی خبر ملنے کی توقع پر اس ماچس کی تیلیاں بھی ختم ہوتی جا رہی تھیں اور اندھیرا بڑھتا جا تا تھا۔ انہیں اکثر یہ خیال بھی آتا کہ قوم کو جو رہنما اپنے لہو کے تیل سے حریت اور انقلاب کے چراغ روشن کر رہا تھا اس کے اپنے گھر میں دیئے جلانے کے لئے تیل بھی نہ تھا اور ادھر قوم فروش روئسا کے گھروں میں انگریز شہزادے کی آمد یا شاہی خاندان کی دیگر خوشیوں کے موقع پر آئے دن چراغاں کیا جاتا تھا۔

اس قید و بند کے دوران حضرت امام حریت مولانا عبدالرحیم کو کچھ عرصہ پشاور سنٹرل جیل میں بھی رکھا گیا تھا۔ اس وقت وہ کافی بیمار تھے لیکن ان سے نوار بننے کی مشقت لی جا رہی تھی۔ ان دنوں پشاور کے حاجی غلام عباس بھی گرفتار ہو کر سنٹرل جیل پشاور آئے تو انہوں نے یہ منظر دیکھا۔ حضرت کی سب مشقتیں اور تکلیفیں آزادی کی قیمت ادا کرنے کے لئے ہوتی تھیں۔ ایک ایسی آزادی کی قیمت جو ہندو پارسی سرمایہ دار یا مسلمان جاگیردار اور روئسا کی جانشینی نہ ہو۔ بلکہ ملک کی عام آبادی کی آزادی ہو۔ جو محض آقاؤں کی تبدیلی کا ڈرامہ نہ ہو۔

آٹھواں باب امامِ حریت پر مقدمہ

بنوں جیل سے امامِ حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کو زیرِ دفعہ (a)38 ڈیفینس آف انڈیا رولز کے تحت مسٹر اے کے اے ڈریج ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بنوں کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ اس عدالت نے 8 مئی 1940ء کو آپ کے مقدمے کا فیصلہ سنا دیا اور آپ کو پانچ سال قید بامشقت کی سزا سنائی۔ جج نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ بنوں کے سٹی مجسٹریٹ سید کمال شاہ نے ملزم عبدالرحیم کے خلاف 19 اپریل 1940ء کو ڈیفنس آف انڈیا رولز کی دفعہ (a)38 کے تحت شکایت کی درخواست پیش کی تھی کہ ملزم نے مسجد قصابان میں ایک ایسی قابل اعتراض تقریر کی، جس سے برطانوی حکومت کی قانون کے ذریعے قائم کردہ حکومت کے بارے میں عدم اطمینان کو ہوا دی گئی۔ بنوں کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ میجر ڈی جی ایچ ڈیلا فارج نے مقدمہ چلانے کی رسمی منظوری دی۔ استغاثہ کے پہلے گواہ سید کمال شاہ سٹی انسپکٹر نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ ۱۲ اپریل ۱۹۴۰ء کو ایک اردو سٹینوگرافر نے ملزم کی تقریر کے بعض مختصر اور بعض نقل شدہ اندراجات پیش کیے۔ گواہ نے حلفیہ کہا کہ ملزم نے اپنے دو تین پیروکاروں کے ساتھ بنوں کا دورہ کیا اور یہ لوگ ضلع بھر میں دورے کر کے تقریریں کرتے رہے ہیں۔ جرح کے دوران تقریر کے الفاظ کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن میرے خیال میں اس وقت اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس نکتے پر سٹینوگرافر کی براہ راست شہادت موجود ہے۔

جج نے مزید لکھا کہ عدالت کے ایک سوال پر گواہ نے بیان کیا کہ میں اپنے ذاتی تجربے کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ ملزم کی تقریر جیسی تقاریر نے ماضی میں مقامی باشندوں کو قانون شکنی پر آمادہ کیا تھا۔ فیصلے میں دوسرے گواہ بنوں خفیہ شاخ کے سب انسپکٹر حق داد خان کے حلفیہ بیان کے ضمن میں لکھا تھا کہ وہ گزشتہ ڈیڑھ سال سے خفیہ سب انسپکٹر پولیس بنوں کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ حکام کو اہم سیاسی نوعیت کے تمام معاملات کی اطلاع دینا اس کے فرائض منصبی میں شامل تھا۔ ماضی میں ضلع بنوں کی سیاسی صورت حال کو بعض مولویوں نے حکومت کے خلاف تقریریں کر کے مذہبی رنگ دے رکھا تھا۔ گواہ نے کہا کہ اس قسم کی تقریروں سے نسبتاً مقامی لوگ جرم کے ارتکاب پر آمادہ ہو گئے تھے۔

جج نے لکھا کہ:۔

ملزم کا وکیل اس قسم کی مذہبی تقاریر سے حکومت مخالف پرچار کے اثرات کی شہادت کو مسترد نہ

کر سکا۔ ایک سوال کے جواب میں گواہ نے کہا کہ ان باغیانہ تقریروں کے بعد ضلع بنوں کی سیاسی فضاء خراب تر ہوگئی۔ اور اصل گواہ کا ذکر کرتے ہوئے جج نے لکھا کہ اے ایس آئی سید حسین شاہ پولیس کا اردو سٹینوگرافر ہے اور ضلع بنوں میں حکومت مخالف تقریریں لکھنے پر مامور ہے۔ شہادت کے پہلے حصے سے ظاہر ہوا کہ گواہ اپنے کام میں ماہر تھا اور وہ مختلف اضلاع میں جولائی 1936ء سے اسی کام پر مامور چلا آتا تھا۔ اس نے 1936ء میں لاھور سے سٹینوگرافی کا ڈپلومہ حاصل کر رکھا تھا۔ اسی زمانے سے اس کا واحد فریضہ منصبی، اس قسم کی تقریریں ریکارڈ کرنا تھا۔ وہ عرصہ سات ماہ سے بنوں میں مقرر کیا گیا تھا۔ 12 اپریل 1940ء کو اس نے بنوں شہر کی مسجد قصابان میں نماز جمعہ کے بعد ایک جلسہ عام میں شرکت کی۔ یہ جلسہ ۲ بجے بعداز دوپہر سے تین بجے بعداز دوپہر تک جاری رہا تھا۔ ملزم مولانا عبدالرحیم نے پشتو میں ایک تقریر کی اور گواہ نے اس کا ہو بہو ترجمہ اردو مختصر نویسی میں درج کیا۔ جب تقریر ختم ہوئی تو چوتھے گواہ چوہدری محمد عظیم نے اس کے اندراجات پر اپنے دستخط کیئے۔

جب تقریر کی جارہی تھی تو تقریباً 200 افراد مسجد میں موجود تھے۔ گواہ نے اندراجات کو اصل ترجے کی شکل دی اور پھر انداجات اور ترجے کی نقل گواہ نمبرا سید کمال شاہ انسپکٹر کے حوالے کر دی۔

جج نے لکھا کہ ملزم کو تقریر کے الفاظ کو مسترد کرنے کا ایک منصفانہ موقع دینے کے لئے گواہ کو اپنے اندراجات پڑھنے کا حکم دیا گیا اور میں نے وکیل صفائی مسٹر لطف اللہ خان کو اجازت دی کہ وہ ترجمہ کی پڑتال کرلیں۔ وکیل صفائی نے یہ تسلیم کیا کہ مختصر نویس کا ترجمہ درست تھا۔

وکیل صفائی نے گواہ پر تقریر کے الفاظ سے متعلق جرح کی۔ عدالت میں تقریر 17 منٹ میں پڑھی گئی۔ گواہ اسے اتنی تیزی سے پڑھ رہا تھا کہ اس کے الفاظ کے معنی سمجھنے کے لئے مجھے اسے ایک دوبار روکنا پڑا۔ ملزم نے یقیناً اس سے کہیں زیادہ آہستگی سے یہ تقریر کی ہوگی۔ اس نے قرآن پاک کی بعض آیات روایات (احادیث) بھی تلاوت کیں جو مختصر نویس نے اپنے اندراجات سے حذف کر دی تھیں۔ یہ بظاہر اس کا عام اسلوب ہے۔ تقریر کے اختتام پر اس نے گواہ نمبر 4 چوہدری محمد عظیم سے کہا کہ وہ اس پر اپنے دستخط کر دے۔ چوتھے گواہ چوہدری عظیم نے کہا کہ میں نے 12 اپریل 1940ء کو جلسہ میں شرکت کی اور وہ تقریر سنی جو مولانا عبدالرحیم نے نماز جمعہ کے بعد مسجد قصابان میں کی تھی۔ میں نے پولیس رپورٹر گواہ نمبر 3 کو جلسے میں اندراجات کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ آخر میں اندراجات پر میں نے دستخط کر دیے تھے۔

گواہ نے کہا کہ " تقریر بڑی قابل اعتراض تھی"۔

گواہ کی پشتو اچھی نہیں ہے اس لئے میں اس شہادت کو متعلقہ نہیں سمجھتا۔ اس گواہی کی مادی اہمیت اندراجات کی پشت پر اس کے دستخطوں کی وجہ سے پیدا ہوئی جو اس بات کی تصدیقی شہادت ہے کہ سٹینوگرافر نے حقیقتاً تقریر لکھی تھی۔

وکیل صفائی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ چوہدری محمد عظیم پولیس کا گواہ ہے اور پولیس کے لئے گواہی دینے کا عادی ہے۔ وہ اس کا عادی ہے یا نہیں مجھے معلوم نہیں ہے۔ لیکن میں اس کی صرف اس بات کی شہادت تسلیم کرتا ہوں کہ ملزم نے تقریر کی تھی اور اس گواہ نے تقریر کے آخر میں اندراجات پر دستخط کیے تھے۔ تقریر کی نقل کا حوالہ ظاہر کرتا ہے کہ تقریر کے بعض حصے قانون سے قائم شدہ ملک معظم کی حکومت کے خلاف عدم اعتماد پر نہیں اکساتے۔ آسانی کی خاطر میں نے فائل کے ساتھ انگریزی ترجمہ منسلک کر دیا ہے۔ ملزم کو اس کے خلاف شہادت کو مسترد کرنے کا ایک اور منصفانہ موقع دینے کے لئے پیشی کے دوران ملزم کو تقریر کے بعض حصے پڑھ کر سنائے گئے۔

ملزم نے 12 اپریل 1940ء کو نماز جمعہ کے بعد مسجد قصابان میں تقریر کرنے کا اعتراف کیا۔ تاہم اس نے کہا کہ ترجمے میں کئی ترمیمات اور اضافے پائے جاتے ہیں۔

اس سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے یہ بات کی تھی کہ "اگر آپ قرآن کی ان آیات پر عمل کریں جو تعزیرات ہند کے خلاف ہیں تو آپ کو دفعہ 124-A، دفعہ 121 اور دیگر دفعات کے تحت گرفتار کر لیا جائیگا۔ اس لئے آپ کے ہاتھ پاؤں، زبان، داخلی اور خارجی حواس بندھے ہوئے ہیں۔ اور اس لئے آپ قرآن پاک کی آیات کے مطابق عمل نہیں کر سکتے۔ آپ کا مذہب آزاد نہیں ہے"

اس پر ملزم نے جواب دیا کہ اس نے یہ الفاظ کہے تھے لیکن کسی دوسرے حوالے کے ساتھ کہے تھے۔ اس کے بعد اس سے پوچھا گیا کہ کیا اس نے یہ کہا تھا کہ "ایک تو وہ مسلمان ہوتے تھے جو اللہ اور اس کے دین کے لئے اپنی جانیں لڑا دیتے تھے۔ وہ جہاد کے لئے تیار ہوتے تھے۔ ان کے برعکس ایک آپ ہیں کہ ڈرتے ہیں۔ آپ کو کس چیز نے اتنا بزدل بنا دیا ہے۔ انگریزوں کے قانون نے! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس قانون میں ایسا کیا فائدہ ملتا ہے جو ہمیں اس کی پابندی پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اگر ہم قرآن کی آیات پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہزاروں میل دور سے آنے والے یہ ڈاکو اور لٹیرے کیسے مزے کر سکیں گے؟۔

ملزم نے تقریر کرنے کا اعتراف کیا لیکن کہا کہ اس متن میں بہت سے تبدیلیاں پائی جاتی ہیں۔

پھر ملزم سے پوچھا گیا کہ کیا اس نے یہ کہا تھا کہ "میں حکومت سے نہیں ڈرتا کیونکہ یہ میری جان نہیں لے سکتی۔زیادہ سے زیادہ یہ مجھے جیل ہی بھیج سکتی ہے اور حکومت کو معلوم ہے کہ میں جیل سے نہیں ڈرتا"اس نے ان الفاظ سے انکار کیا۔

آخر میں ملزم سے پوچھا گیا کہ کیا اس نے یہ کہا تھا کہ " آپ اپنے وطن، مال اور ناموس کی خاطر جہاد کریں۔اگر آپ اس میں مارے گئے تو شہادت پالیں گے۔میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ آپ کا فریضہ کیا ہے۔میں کسی خوف کے بغیر کہہ سکتا ہوں کہ آپ کا فرض حاجی صاحب ادا کر رہے ہیں" ملزم نے جواب دیا کہ میں نے تقریر کی تھی لیکن اس میں اضافے پائے جاتے ہیں۔

ملزم نے بیان دیا کہ میں کانگرسی ہوں۔اس لحاظ سے میں عدم تشدد کو مانتا ہوں اور اس کا پرچار کرتا رہا ہوں۔

جج نے لکھا تھا کہ جیسا کہ ظاہر ہے کہ ملزم کے خلاف دفعہ 38(a) ڈیفنس آف انڈیا رولز کے تحت بادی النظر میں ایک مکمل مقدمہ تھا کہ اس نے مذکورہ قوانین کی دفعہ (e) (6) 34 کے تحت ایک غیر قانونی کام کیا تھا۔اس لئے اس کے خلاف فرد جرم عائد کی گئی اور فرد جرم ملزم کو پڑھ کر سنائی گئی۔اس نے مجرم ہونے سے انکار کیا لیکن اپنا دفاع کرنے سے انکار کر دیا۔

جج نے لکھا کہ میرے ذہن میں اس بات پر کوئی شک موجود نہیں کہ تقریر ڈیفنس آف انڈیا رولز 34 کی دفعہ 6(e) کے تحت بیان شدہ غیر قانونی عمل کی تعریف میں آتی ہے۔یعنی

تقریر نے اس حکومت کے خلاف جو برطانوی ہند میں قانون کے ذریعے قائم کی گئی ہے، بے اعتمادی پھیلائی ہے۔اس کی شہادت تفصیل سے اوپر بیان کی جا چکی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس تقریر نے حکومت کے خلاف عدم اطمینان پیدا کیا ہے۔یہ کہنا کہ" آپ اپنے ملک، مال اور عزت کی خاطر جہاد کریں۔اگر مارے گئے تو شہید ہو جاؤ گے۔میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ آپ کا اصل فرض کیا ہے۔میں کسی ڈر کے بغیر کہہ سکتا ہوں کہ حاجی صاحب (واضح طور پر فقراپی کی طرف اشارہ ہے) آپ کا فرض ادا کر رہے ہیں، خطرناک ترین پرچار کرنا ہے۔یہ قانون کو جان بوجھ کر للکارنا ہے اور مخالفین اور ان کے پیروکاروں کو براہ راست طور پر اکسانا ہے۔

جج نے فیصلے میں لکھا تھا کہ ماضی میں اس قسم کی آتش بار تقریروں نے ضلع میں نا قابل بیان مشکلات پیدا کیں اور بہت سے بے گناہوں کا جانی و مالی نقصان ہوا۔اس لئے حکومت بھی صورت حال سے عہد براہونے کے لئے سیکڑوں افراد بھرتی کرنے پر مجبور ہوئی۔

جج نے لکھا کہ اگر یہ تقریر کسی دوسرے ضلع میں کی جاتی جہاں حالات ٹھیک ہوتے تو عین ممکن تھا کہ اس پر کسی قانونی مواخذے کی نوبت نہ آتی۔لیکن چونکہ یہ حقیقت میں بنوں جیسے ضلع میں کی گئی۔جو ہندوستان بھر میں اتنا فتنہ انگیز ضلع ہے کہ اس کے مقامی باشندے حکومت مخالف مذہبی رجحان کی تقریر سے بہ آسانی بہک جاتے ہیں،اس لئے یہ پری جوڈیشل ایکٹ کی ذیل میں آتی ہے۔

وکلاء صفائی آر بی ایل چمن لعل،سردار لطف اللہ خان،ایم سرفراز خان،ایل کیول رام اور امیر دوست محمد خان نے ایل کوتو رام کی سربراہی میں اس پر بحث کی کہ ڈیفنس آف انڈیا رولز کا اطلاق آرڈ یننس 5 مجریہ 1939 کے تحت یورپ والوں پر ہوتا ہے کہ یہ آرڈیننس خطرناک صورت حال کے پیش نظر بنایا گیا اور اس کا مقصد تحفظ عامہ اور برطانوی ہند کا مفاد اور تحفظ تھا۔اس لئے میں ملزم کو قصووار پاتا ہوں۔

جج نے مزید لکھا کہ اس ضلع میں یہ جانی پہچانی بات ہے کہ آخر میں مقامی مقررین اور تبلیغی معتدل انداز میں بولنے لگے تھے۔یہاں کے باشندوں کو غازی کہلوانے والے مخالفین کی حوصلہ افزائی کرنے کی حماقت کا بتدریج احساس ہونے لگا تھا۔انہیں یہ احساس ہو گیا ہے کہ یہ مخالفین، قاتلوں اور بدمعاشوں کے ٹولے کے سوا کچھ نہیں۔ جج ان لوگوں کے " جرائم" کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ "بدمعاشوں اور ان کے پیروکاروں کا جو بزعم خویش فقیر آف ایپی کے رضا کار بنے ہوئے ہیں ظلم اور بربریت کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چلا آتا ہے۔

پھر ملزم کی دیدہ دلیری دیکھئے، پشاور سے اس ضلع تک آنا،اور اس ضلع میں بدمعاشوں اور ان کے ساتھیوں کی حوصلہ افزائی کرنا اور اس قانون کی عمل داری کے خلاف عدم اعتماد پیدا کرنا جو آہستہ آہستہ لیکن حتمی طور پر بحال ہو رہا تھا۔

ملزم کو زیادہ سے زیادہ سزا دی جانی چاہیے تا کہ وہ مثال بن جائے اور دوسروں کو اس سے عبرت ہو۔اس لئے میں اسے دفعہ (a) 38 ڈیفنس آف انڈیا رولز کے تحت پانچ سال قید با مشقت کی سزا سناتا ہوں"۔

اے ای اے ڈرینچ
ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بنوں
8 مئی 1940ء

نواں باب مقدمہ پر نظر ثانی

اس مقدمے کا عنوان تھا مولانا عبدالرحیم بمقابلہ "تاج برطانیہ"۔ یہ مقدمہ مسٹر جے المنڈ جوڈیشل کمشنر صوبہ سرحد کی عدالت میں چلایا گیا۔اس کے وکلاء صفائی خان عبدالقیوم خان، قاسم شاہ اور بھاگو ناتھ تھے۔ تاج برطانیہ کی طرف سے ایڈوکیٹ جنرل نے پیروی کی۔ 8 جولائی 1940ء کو اس مقدمے کا فیصلہ لکھتے ہوئے جج نے کہا کہ اس مقدمے کا اپیل کنندہ 42 سالہ مولوی عبدالرحیم ہے جو ڈیفنس آف انڈیا رولز کی دفعہ a (1)38 کے تحت جو دفعہ (b)34 کے ساتھ پڑھی جائے گی، ایک جرم میں سزا یافتہ ہے۔ وہ فرد جرم اور سزا کے خلاف اپیل کرتا ہے۔

اس کے جرم کی بنیاد ایک تقریر ہے، جو اس نے بنوں کی ایک مسجد میں 12 اپریل 1940ء کو کی تھی۔ اپیل کنندہ کے وکیل نے تین نکات اٹھائے ہیں۔ پہلا نکتہ یہ ہے کہ جو پولیس افسر جلسے میں موجود تھا اور مختصر نویسی کر رہا تھا، اس نے تقریر کو مکمل اور درست طور پر محفوظ نہیں کیا۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ تقریر قوائد وضوابط کی حدود سے متصادم نہیں ہے۔ اور تیسرا نکتہ یہ ہے کہ سزا بہت زیادہ ہے۔ جہاں تک پہلے نکتے کا سوال ہے تو ملزم سے جب تقریر کی نقل کی درستگی کے بارے میں پوچھا گیا تو اس کا جواب واضح نہ تھا۔ اس نے اعتراف کیا کہ اس نے تقریر کی تھی۔ لیکن کہا کہ ترجمے میں کافی کمی بیشی پائی جاتی ہے اور یہ کہ جو الفاظ بولے گئے ہیں وہ اس سیاق وسباق میں نہیں بولے گئے جس میں اب نظر آتے ہیں بلکہ کسی دوسرے پس منظر کے ساتھ بیان کئے گئے۔

نوٹ: جیسا کہ سرکاری ریکارڈ سے ظاہر ہے کہ علامہ عبدالرحیم کے وکلاء میں خان عبدالقیوم بھی تھے۔

یہ وہی خان عبدالقیوم خان تھے جو بعد میں صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ اور پاکستان کے وزیر داخلہ بھی رہے۔ خان قیوم بھی پرانے سیاسی آدمی تھے چنانچہ انہوں نے سالہا سال پہلے بھی پشاور آرکائیوز کے ڈپٹی کمشنر ریکارڈ میں بستہ نمبر 2 فائل نمبر 20 بابت فروری تا جون میں بیان شدہ 10 اپریل 1921ء کی ڈائری کے مطابق اس روز شام کے وقت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی صدارت میں اسلامیہ کلب بیرون کابلی گیٹ میں منعقدہ ایک جلسہ عام میں سیاسی گرفتاریوں کی مذمت اور عدم تعاون کی حمایت کا اعلان کیا تھا۔ یہ خفیہ ڈائری بعد میں 12 اپریل 1921ء کو خفیہ پولیس کے آئی جی پی اور ڈپٹی کمشنر کو پیش کی گئی تھی۔

اسکے علاوہ ڈپٹی کمشنر ریکارڈ بستہ نمبر 1 کی فائل نمبر 2 فہرست اول میں 29 اگست 1924ء کی خفیہ ڈائری میں لکھا ہے کہ 29 اگست 1924ء کو تحریک خلافت کے سلسلے میں خان عبدالغفار خان کی قید و بند سے رہائی کے موقع پر ایک جلوس نکالا گیا تھا۔ جس میں خان عبدالغفار خان، خان عبدالقیوم خان، مولانا عبدالحکیم پوپلزئی، سید لعل بادشاہ اور قاسم جان کو ایک موٹر کار میں جلوس کے راستے سے گزارا گیا۔ ایک اور خفیہ سرکاری ڈائری میں لکھا ہے کہ پشاور شہر کے ریلوے سٹیشن پر ان رہنماؤں کا ایک گروپ فوٹو بھی لیا گیا)۔

بہرحال زیر نظر مقدمے میں جج نے لکھا ہے کہ "درحقیقت تقریر کے ریکارڈ کی درستگی کی واحد شہادت وہ ہے جو گواہ نمبر 3 سٹینوگرافر سید حسین شاہ کے بیان میں موجود ہے، جس نے تقریر محفوظ کی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ وہ 1936 سے لے کر اب تک باقاعدہ سٹینوگرافر کے طور پر کام کرتا رہا ہے اور یہ کہ جو کچھ اس نے سنا، تقریر اس کا درست ریکارڈ ہے، حالانکہ اس نے قرآن کی وہ آیات شامل نہیں کیں جو تقریر کے دوران تلاوت کی گئی تھیں۔

ایک اور گواہ چوہدری محمد عظیم تھا، جس نے تقریر پر اس وقت دستخط کیئے، جب وہ کی جا چکی تھی، لیکن وہ تسلیم کرتا ہے کہ وہ پشتو زیادہ نہیں جانتا۔ اور تقریر اس زبان میں کی گئی تھی۔ اور مجسٹریٹ نے اس بات کو محسوس کر کے لکھا ہے کہ گواہ کی پشتو دانی ناقص ہے، تاہم میرے خیال میں جس گواہ نے تقریر محفوظ کی، اس کی شہادت کی درستگی کو مشکوک قرار دینے کی کوئی وجہ موجود نہیں۔ یہ اس کے سرکاری فرائض منصبی کا حصہ ہے۔ وہ بطور سٹینوگرافر کے ملازمت کرتا نظر آتا ہے اور اس بات کی کوئی وجہ نہیں کہ اس نے تقریر غلط طور پر ریکارڈ کی ہوگی۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ جو اندراجات اس نے کیئے تھے، وہ عدالت میں پڑھے گئے جبکہ رواں ترجمہ ملزم کے وکیل کے ہاتھ میں تھا۔ اور ترجمے کا درست ہونا متنازعہ نہیں تھا۔

اگر عام طور سے دیکھا جائے تو مجھے تقریر کا نفس مضمون حکومت پر معقول تنقید سے کہیں زیادہ تجاوز کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ ملزم سے سوالات کے دوران مندرجہ ذیل مخصوص عبارات پڑھ کر سنائی گئیں۔

1۔ اگر آپ قرآن کی ان آیات پر عمل کریں جو تعزیرات ہند کے خلاف ہیں، تو آپ کو دفعہ A-124 دفعہ 121 آئی پی سی اور دیگر واقعات کے تحت ماخوذ کر دیا جائے گا۔ اس لئے آپ کے ہاتھ، پاؤں، زبان، اندرونی اور بیرونی حواس بندھے ہوئے ہیں۔ اسلئے آپ قرآن پاک کی آیات کے مطابق عمل نہیں کر سکتے۔ آپ کا مذہب آزاد نہیں۔

2۔ ایک تو وہ مسلمان ہوتے تھے جو اپنے مذہب اور اللہ کے لئے جانی قربانی پیش کرنے کو تیار ہوتے تھے اور وہ جہاد کرنے کے لئے راضی ہوتے تھے اور ان کے مقابلے میں آپ ڈرتے ہیں۔ آپ کو کس چیز نے اتنا بزدل بنا دیا ہے؟ انگریزی قانون نے؟ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس قانون کا فائدہ ہی کیا ہے؟ ہم ایسے قانون کے سامنے سرتسلیم خم کرنے پر کیوں مجبور ہیں؟ اگر ہم قرآن پاک کی آیات پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہزاروں میل دور سے آتے ہوئے یہ ڈاکو اور لٹیرے کیسے پھل پھول سکیں گے۔

3۔ میں حکومت سے نہیں ڈرتا۔ کیونکہ یہ حکومت مجھے پھانسی نہیں دے سکتی۔ زیادہ سے زیادہ میرا جو حکومت کر سکتی ہے وہ مجھے جیل بھیجنا ہے اور حکومت کو معلوم ہے کہ میں جیل سے نہیں ڈرتا۔

4۔ آپ اپنے ملک، مال اور عزت کے لئے جہاد کریں۔ اگر مارے گئے تو شہادت پاؤ گے۔ میں آپ کو بتاؤں کہ آپ کا فرض کیا ہے؟ میں کسی کے خوف کے بغیر کہہ سکتا ہوں کہ جو آپ کا فرض ہے وہ حاجی صاحب ادا کر رہے ہیں۔

جج نے مزید لکھا کہ مجسٹریٹ کے فیصلے میں یہ واضح کیا گیا تھا کہ آخری عبارت میں حاجی صاحب سے مراد واضح طور پر فقیر آف ایپی ہے، جو اس صوبے کے جنوبی اضلاع میں قبائلی علاقے سے کاروائیاں کر کے بہت زیادہ مسائل پیدا کر رہا ہے۔ فاضل وکیل نے رائے دی ہے کہ یہ حوالہ بلا جواز ہے۔ لیکن ضلع بنوں کے حالات کا مقامی علم رکھنے کی وجہ سے مجسٹریٹ کی طرف سے الفاظ کی تشریح مجھے قبول کرنی ہوگی۔

جج آگے لکھتا ہے کہ ان عبارتوں میں سے دوسری اور چوتھی عبارات مجھے خاص طور پر قابل اعتراض نظر آتی ہیں۔ لیکن جیسا کہ ہائی کورٹ کے بعض فیصلوں میں کہا گیا ہے کہ تقریر کو مجموعی طور دیکھا جائے، تو ملزم کا ارادہ قانون کے ذریعے قائم شدہ برطانوی ہند کی حکومت کے خلاف نفرت اور اہانت پیدا کرنا تھا

باقی رہا سزا کا سوال۔ فاضل مجسٹریٹ نے اپنے فیصلے میں کہا ہے کہ اگر تقریر کسی ایسے ضلع میں کی جاتی، جہاں حالات پر سکون ہوتے، تو شاید قانونی کاروائی ضروری نہ سمجھی جاتی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ بنوں جیسے ضلع میں کی گئی جو کہ پورے ہندوستان میں سب سے زیادہ گڑ بڑ والا ضلع ہے۔ جہاں مقامی باشندے مذہبی رجحان رکھنے والی خلاف حکومت تقریر سے بآسانی بہک جاتے ہیں یہ بات اس کو

پری جوڈیشنل ایکٹ کے تحت لاتی ہے۔

فیصلے کے آخری پیراگراف میں اس نے فقیر آف ایپی کے رضا کار کہلانے والے لوگوں کے "جرائم" کا تذکرہ کیا ہے۔ مجھے اپیل کنندہ کے فاضل وکیل نے جن مقدمات کا حوالہ دیا ہے مثلاً 1930 L، 309، 817۔ L 1929 اور Bom 65 1933 جو دفعہ 124-A تعزیرات ہند کے تحت چلائے گئے تھے اور یہ دفعہ 124-A ڈیفنس آف انڈیا رولز سے جرائم کے لحاظ سے ملتی جلتی ہے۔ ان میں موجودہ مقدمے کی نسبت بہت نرم سزائیں دی گئی تھیں۔

پہلے مقدمے میں تو سزا کو پہلے سے ختم شدہ معیاد قید یعنی چار ماہ تک ہی کم کر دیا گیا تھا۔ دوسرے مقدمے میں سزا دو سال سے ایک سال تک کر دی گئی اور تیسرے مقدمے میں سزا صرف 300 روپے جرمانہ تک گھٹا دی گئی۔ تاہم جیسا کہ فاضل مجسٹریٹ نے لکھا ہے کہ بعض اوقات خاص حالات کے تحت اس قسم کی تقریر بنوں کے ضلع میں قابل اعتراض بن جاتی ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ اس ضلع میں افراتفری کا دور دورہ ہے اور اس سے افراتفری بڑھ سکتی ہے۔

مزید براں یہ قوانین وضوابط اس لئے بنائے گئے ہیں کہ میرے خیال میں سنگین سزاؤں والے کاموں کو روکا جا سکے۔ لیکن میرے خیال میں اس مقدمے میں ان ضوابط کے تحت زیادہ سے زیادہ سزا کی ضرورت نہیں۔ اسی قانون کے تحت قابل سزا کچھ اور جرائم بھی ہیں جنہیں اس سے زیادہ سنگین سمجھا جائے گا۔ مثلاً ایسی اطلاعات دشمن کو فراہم کرنا جو اسے مدد دے سکیں۔ مقدمے کے تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے میرے خیال میں اس مقدمے میں تین سال قید با مشقت مناسب ہوگی اور اس لئے فرد جرم کو برقرار رکھتے ہوئے میں سزا کو تین سال قید با مشقت والی سزا تک کم کرتا ہوں۔

مسٹر ایلمنڈ

جوڈیشیل کمشنر

این ڈبلیو ایف پی پشاور

8 جولائی 1940ء

دسواں باب جیل کے شب روز

سرکاری کاغذات اور حضرت امام حریت کے مختلف سوانح نگاروں کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس آخری قید کے دوران حضرت کو پہلے ماہ بنوں جیل اور اس کے بعد پشاور سنٹرل جیل پھر ڈیرہ اسماعیل خان جیل اور ہری پور سنٹرل جیل اور آخر میں دوبارہ پشاور سنٹرل جیل منتقل کیا جاتا رہا۔

سب سے پہلے ظاہر ہے کہ حضرت کو بنوں جیل ہی میں رکھا گیا، جہاں وقوعہ ہوا تھا۔ اور جہاں عدالت میں پہلی بار چالان بنا کر پیش کرنا تھا۔ 16 اپریل کو مولانا کی گرفتاری عمل میں لائی گئی اور بنوں جیل میں آپ کو کم از کم اتنی مدت رکھنا تھا جب تک کہ بنوں کے اسٹنٹ کمشنر کی عدالت انہیں سزا نہ سنا دے۔ لیکن بنوں جیل ہی میں ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک شروع کر دیا گیا۔ حالانکہ ابھی آپ پر جرم ثابت نہ ہوا تھا۔ اس بات کا ثبوت 30 اپریل 1940ء کو پشاور شہر میں ہونے والے جلسہ عام میں عبدالرحمٰن ریا کی تقریر سے ملتا ہے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ جیل میں ان کی اطلاعات کے مطابق مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ساتھ انتہائی برا سلوک روا رکھا جا رہا تھا۔ انہوں نے جلسہ عام میں تجویز پیش کی تھی کہ ایک وفد بنوں جیل جا کر مولانا سے ملاقات کرے تاکہ صورت حال کا علم ہو سکے۔

اسی طرح یکم مئی کو فارورڈ بلاک کے اجلاس میں سادھو سنگھ سوز نے جو قرارداد پیش کی تھی، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنوں جیل میں مولانا صاحب کو تنگ اور اندھیری کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا تھا۔ اگرچہ یہ بات حضرت کی زندگی میں کوئی نیا واقعہ نہ تھی اس سے پہلے بھی وہ کئی بار تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں قید رکھے جا چکے تھے بلکہ خود ڈاکٹر خان صاحب کے دور وزارت میں انہیں ایک بد بودار اندھیری کوٹھڑی میں قید تنہائی کی سزا دی گئی تھی۔ اور اسی قید کے دوران ایک دفعہ جب ان کو ساتھیوں سمیت ایک ایسی غلیظ کوٹھڑی میں ٹھونس دیا گیا تھا، جس میں سے باقی قیدیوں کے بول و براز کا نالہ گزرتا تھا اور کھانے کے لئے سیاہ چنے دے دیے جاتے، تو آپ اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے کہتے کہ آزادی مفت میں نہیں ملا کرتی، اس کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور ہم جو قیمت ادا کر رہے ہیں اس سے اگلی نسلوں کو انشاءاللہ آزادی کی فضا میں سانس لینے کا موقع نصیب ہوگا۔ آپ وارث خان رشکی وغیرہ سے یہ بھی کہتے کہ اس تنگ جگہ اور غلیظ اور بدبودار نالے کے پاس بیٹھ کر چنے کھاتے وقت یوں تصور کرو کہ تم دریائے کابل کے کنارے بیٹھ کر بادام چبا رہے ہو۔ اس طرح تکلیف کا احساس کم ہو جائے گا۔

بنوں جیل سے آپ کا مقدمہ جوڈیشیل کمشنر پشاور کے پاس منتقل ہوا، تو آپ کو پشاور سنٹرل جیل منتقل کر دیا گیا تھا۔ بنوں سے پشاور ریلوے سٹیشن تک مولانا کو لایا گیا تو خطرناک مجرم کی طرح ان کے پاؤں بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ پشاور ریلوے سٹیشن سے بیڑیوں سمیت جیل تک مولانا کو پیدل ہی چلنے پر مجبور کیا گیا۔ اس سلوک کی منظر کشی حضرت کے ایک شاگرد رشید مولانا سید امیر شاہ قادریؒ اپنے ایک مضمون میں کرتے ہیں جو جریدہ رائے عامہ پوپلزئی نمبر مورخہ 8 جون 1945ء کو چھپا تھا۔ مولانا سید امیر شاہ صاحب گیلانی لکھتے ہیں۔

"جب اسی وزارت کے زمانے میں وزیرستان کے مظلوم اور بے نوا لوگوں پر بم اور توپوں کے گولوں کی بارش ہوتی تھی تو آپ نے بنوں میں جا کر گورنمنٹ کو ان مظالم سے آگاہ کیا، تو اس جرم کی پاداش میں آپ کو پیدل لایا گیا۔ آپ کے پاؤں میں بھاری بیڑی پڑی ہوئی تھی"۔

پشاور میں بھی آپ کو قید با مشقت کی سزا ہو گئی۔ ایک لاغر، ناتوان اور بیمار شخص کو پشاور سنٹرل جیل میں مشقت پر لگا دیا گیا۔ مشقت کے علاوہ آپ کو یہاں بھی ایک اندھیری کوٹھڑی میں قید تنہائی میں رکھا گیا۔ ان دنوں آپ کو جیل میں جن حضرات نے دیکھا، ان میں رام سرن نگینہ، حکیم عبدالسلام ہزاری، سادھو سنگھ، سید رسول شاہ مشتاق مولائی اور حاجی غلام عباس شامل ہیں۔

رام سرن نگینہ اپنی کتاب "اٹک پار کی یادیں" میں صفحہ نمبر ۱۰۹ پر رقمطراز ہیں

"ہمارے صوبے کے مفتی اعظم حضرت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی برسوں جیل میں رہے۔ وہ اکثر تنہائی کی کوٹھڑیوں میں رکھے جاتے تھے۔ انگریزی حکومت ان سے اس قدر خوف کھاتی تھی کہ وہ انھیں جیل کی چار دیواری میں بھی کوٹھڑی کے باہر نہ رکھتی تھی اور اس پر ان کے پاؤں میں اکثر بیڑیاں ڈال دی جاتی تھیں۔ لیکن وہ مرد مجاہد ان بیڑیوں سے کبھی نہیں گھبرایا اور نہ کوٹھڑیوں کی تنہائی کو محسوس کیا بلکہ وہ کوٹھڑیوں میں رہنا زیادہ پسند کرتے تھے"۔

اسی کتاب میں صفحہ نمبر ۱۴۷ پر رام سرن نگینہ لکھتے ہیں۔

مولانا کی ثابت قدمی کا یہ طرۂ امتیاز تھا۔ وہ جن دنوں پشاور سنٹرل جیل میں قید تھے تو ان کی جوان لڑکی وفات پا گئی۔ لیکن انھوں نے مشروط رہائی قبول نہ کی اور یہ کہہ دیا کہ خدا کو جیسا منظور ہے، ٹھیک ہے۔

حکیم عبدالسلام ہزاروی صدر مجلس احرار صوبہ سرحد "رائے عامہ" پوپلزئی نمبر مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۴۲ء میں شائع شدہ اپنے مضمون بعنوان "مولانا عبدالرحیم کی یاد" میں اس جیل کے حالات بیان

کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ۱۹۴۰ء میں مجھے جب دیولی کیمپ سے واپس پشاور جیل بھیجا گیا تو مولانا اپنی طویل اور آخری سزا "سی" کلاس کی تاریک کوٹھڑی میں کاٹ رہے تھے۔ ملاقات کے دوران میں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ مولانا کی زندگی اب بہت زیادہ لمبی نظر نہیں آتی۔ کیونکہ صحت تقریباً جواب دے رہی تھی۔ اور اس پر سی کلاس کا وہ بہترین کھانا جو داروغوں اور ٹھیکیداروں اور کتنے ہی نفع بازوں کی نظر عنایت کے بعد ایک بے بس قیدی کو ملا کرتا ہے، مولانا اس پر گزر کیا کرتے تھے۔

اے اور بی کلاس کے قیدی جب کوئی چیز مولانا کی خدمت میں پیش کرتے تھے تو آپ یہ کہہ کر واپس کر دیتے تھے کہ میں اس فیصلہ میں گورنمنٹ کی نافرمانی نہیں کرنا چاہتا کیونکہ انہوں نے مجھے سی کلاس کی غذا کا حکم دیا ہے۔ اصل میں اے یا بی کلاس آئینی طور پر عام قیدیوں کو مل سکتی تھی۔ مولانا کی پوزیشن اتنی بلند تھی کہ ان کی حیثیت کے آدمی کو اے کلاس نہ دینا انتہائی کمینگی تھی۔ لیکن سزا دینے والے افسروں کو بہانہ مل گیا تھا کہ ڈاکٹر خان کی گونمنٹ نے جب غلہ ڈھیر کی کسان تحریک میں مولانا اور دوسرے بے شمار کسان کارکنوں کو جیل بھیجا تھا تو انہوں نے بھی اپنے خاص انتقامی جذبات کے ماتحت مولانا کو سی کلاس میں رکھے جانے کا حکم دیا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مولانا کی نازک صحت اور سی کلاس کی ناقص ترین غذا ان کی زندگی کو ظاہری طور پر ختم کرنے کا باعث بنی"۔

رائے عامہ پوپلزئی نمبر مورخہ 8 جون 1945ء میں شائع شدہ ایک خصوصی مضمون میں اسیر فرنگ سادھو سنگھ سوز مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی اس آخری قید کا آنکھوں دیکھا حال لکھتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔

" حضرت مولانا صاحب کی تعریف مجھ سے نہیں ہو سکتی وہ بہادر، مجاہد، مستقل مزاج انسان تھے۔ ماسوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے سامنے اپنا سر نہیں جھکایا۔ یہاں تک کہ 1938ء میں کانگرسی گورنمنٹ میں جو صحیح معنوں میں مزدور اور کسانوں کے حقوق کی ترجمانی نہیں کرتی تھی، موضع غلہ ڈھیر ضلع مردان میں جا کر کسانوں کے حقوق کی خاطر جدوجہد کی اور جیل گئے۔ مجھے اس واقعہ کو بھی سامنے لانے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ اس وقت کی وزارت جو کہ ہماری اپنی وزارت کہلاتی ہے یعنی کانگرس کی، نے مولانا صاحب کو چھ ماہ کے لئے سی کلاس میں رکھا۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ تین سالہ آخری قید میں گورنمنٹ نے جو کہ گورنری راج تھا سی کلاس دی۔ مولانا صاحب نے کبھی بھی کسی کے آگے اپنے لئے بہتر سلوک کے لئے ہاتھ نہیں پھیلائے۔ مجھے ان کے ساتھ اس آخری قید میں پشاور جیل میں قید گزارنے کا موقع ملا

۔مستقل مزاج اتنے تھے کہ ایک دن جیل سپرنٹنڈنٹ نے مولانا صاحب سے کہا کہ آپ اپنی چکی سے باہر نہ نکلا کریں اور یہاں ہی اپنی مشقت پوری کر دیا کریں۔مرحوم نے اپنی تمام قید جو کہ تین سال کی تھی، اس کوٹھڑی میں گزار دی اور رہائی کے بعد ایک نامراد بیماری (پلورسی) ساتھ لے کر آئے اور وہی ان کی موت کا کارن بنی۔آج حضرت مولانا کی وفات سے ہمیں اور خاص کر اس غلام ملک کے غریب طبقہ کو کتنا صدمہ پہنچا ہوگا۔ان کی موت یقیناً قوم و وطن کی موت ہے۔مولانا صاحب کی عدم موجودگی اہل سرحد کو یقیناً محسوس ہوگی۔میں یہ نہیں بیان کر سکتا ہوں کہ قبلہ کی وفات نے مجھے پر کیا اثر کیا ہے۔کاش اتنا تو ہوتا کہ مرحوم کی لاش کو ایک کندھا تو دے دیتا۔ان کے قدموں میں جاتے ہوئے ان کی رہائش گاہ تک پہنچتا، جس جگہ انہوں نے عمر بھر کے لئے اپنا بستر بچھا رکھا ہے۔لیکن ایسا کب ہوسکتا ہے اس ظالم حکومت کو کب برداشت ہوگا کہ حضرت کے دلدادہ ان کا دیدار کر سکیں۔مجھے تو محترم کی بے لاگ قربانیاں جو کہ آپ نے غریب مزدور کسان کے لئے دیں، تا زیست نہیں بھول سکتیں۔ان کی برسی پر جتنے بھی آنسو بہائے جائیں کم ہیں۔

(سادھو سنگھ سوز اسیر فرنگ پشاور)

مختلف حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ قریباً 42-1941ء میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب ڈیرہ جیل میں منتقل کر دیے گئے تھے۔اس جیل میں حضرت کو بہت سختیاں برداشت کرنا پڑیں۔گندگی، گرمی اور مچھروں، کھٹملوں کی بھرمار ہوتی تھی۔اس جیل کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ محمد افضل خان تھے جو بہت سخت گیر شخص تھے۔انہوں نے جیل کے احاطے میں موجود پودے وغیرہ بھی اکھاڑ پھینکے تھے کہ اگر قیدی کو جیل میں پودے اور پھول دیکھنے کو ملیں تو قید کا مطلب ہی کیا ہے۔اس جیل کا ذکر کرتے ہوئے ڈیرہ کے فتح چند نسیم رائے عامہ پوپلزئی نمبر خصوصی مضمون میں لکھتے ہیں۔ڈیرہ اسماعیل خان کی جس بارک میں وہ (مولانا عبدالرحیمؒ) کچھ عرصہ قیام پزیر تھے، اسی بارک میں راقم الحروف کو بھی کئی ماہ متواتر رہنے کا اتفاق حسنہ ہوا۔مجھے جیل کے باسیوں یعنی قیدیوں سے مولانا موصوف کے تذکرے سننے کا کئی بار موقع ملا۔جو دل پر نقش فی الحجر کی طرح ثبت ہوگئے۔انہی تذکرات کے طفیل ان کے پرستاروں کے کاسہ دل غیر معمولی صبر و قناعت کی مے سے معیاد قید کی آخری ساعت تک لبریز و سرشار رہے۔ہمارے کئی رفقاء ایسے بھی تھے جو ان کے زمانہ میں بھی قید رہ چکے تھے۔وہ جب بھی ان کا ذکر چھیڑتے ہیں تو ان کی کرم فرمائیوں اور ان کے طرز زندگی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا اور آئینہ دل میں اس برگزیدہ رہنما کا

عکس لطیف جلوہ نما ہوتا ہے۔ کان جب ذکر محبوب سے آشنا ہوتے ہیں تو گردنیں ان کے قدموں میں عقیدتاً جھک جاتی ہیں۔ جس فرد بشر کو ان سے ملنے کو فخر نصیب ہوا وہی ان کی طبع عالی اور ہر دلعزیزی کا مدح سرا نظر آیا اور ان کے حق میں یہی بار بار کہتے سنا۔

کرتے ہیں قدر سارے پیر و جوان تیری
تعریف گونجتی ہے تا آسمان تیری
(شری فتح چند نسیم ڈیرہ اسماعیل خان)

4 مئی 1942ء کو ڈیرہ اسماعیل خان میں مشقت کرتے ہوئے ان کو خبر دی گئی کہ چونکہ ان کے بھائی مولانا عبدالقیوم پوپلزئی کو بھی ڈیرہ اسماعیل خان جیل کا مزا چکھانا ضروری ہے اس لئے ان کو قید تنہائی کے حکم کے ساتھ ہری پور جیل منتقل کیا جا رہا ہے تا کہ ڈیرہ اسماعیل خان کی اذیت ناک جیل میں بھی دونوں بھائی اکٹھے نہ رہ سکیں۔ مولانا عبدالقیوم پوپلزئی اس اثنا میں ڈیرہ اسماعیل خان جیل پہنچے تو انہوں نے آتے ہی اپنے بڑے بھائی سے ان کی بیٹی کی ناگہانی وفات پر تعزیت کی اور کہا کہ اب گھر کو اللہ ہی کے حوالے کر کے میں بھی چلا آیا ہوں۔ مولانا عبدالقیوم صاحب کے ساتھ جیل میں مولانا غلام غوث ہزاروی بھی قید ہو کر آئے تھے۔ وہ پیشہ کے لحاظ سے حکیم بھی تھے۔ جیل کا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بھی حکیم تھا۔ دونوں آپس میں حکمت پر تبادلہ خیال کرتے رہتے تھے۔ حاجی غلام عباس بھی ان دنوں اسی جیل میں قید کاٹ رہے تھے۔ غلہ گودام کا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ مولانا عبدالقیوم پوپلزئی سے اپنی ایک رشتہ دار مریضہ کا کامیاب روحانی علاج کروانے کے بعد ان کا گرویدہ ہو چکا تھا۔ بعد میں وہ سخت گیر ڈپٹی سپرٹنڈنٹ جیل محمد افضل خان کوہاٹی بھی مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور مولانا عبدالقیوم پوپلزئی کا معتقد ہو گیا تھا۔ عمر بھر ان کا نام بڑے احترام سے لیتا تھا۔

1942 میں ہری پور سنٹرل جیل کی کال کوٹھڑی میں علامہ عبدالرحیم صاحب رات دن مقید رکھے جانے لگے۔ عید کا تہوار بھی آ پہنچا۔ اس قید کا حال رام سرن نگینہ نے جو اسی جیل میں نظر بند تھے۔ اس طرح لکھا ہے۔ "ہری پور سنٹرل جیل کی بات ہے ان دنوں عبدالغفار خان اسی جیل میں تھے اور صوبہ سرحد کے مفتی اعظم مولانا عبدالرحیم پوپلزئی بھی اپنی سالہ قید اسی جیل میں کاٹ رہے تھے۔ مجھے بھی اسی جیل میں رہتے ہوئے دو برس بیت گئے تھے۔ چونکہ اس احاطہ میں صرف آٹھ کوٹھڑیاں تھیں اور ہم تین قیدی۔ اس لئے ہمارا کھانا ایک ساتھ ہی بنتا تھا۔ مولانا صاحب اور خان باچا وہاں اپنی مقررہ قید کاٹ رہے

تھے۔ اور میں نظر بند تھا۔ اس لئے میری قید کا کوئی اتہ پتہ نہ تھا۔ انہی دنوں روزے سر پر آ گئے۔ باچا خان اور مولانا صاحب نے جب پہلا روزہ رکھا تو مجھ سے کہا کہ تم اپنا کھانا بنوالو اور ہمارا کھانا شام کو اور صبح چار بجے بنا کرے گا۔ پہلے دن تو میں نے حسب عادت رات کا کھانا کھا لیا اور سو گیا۔ جب صبح چار بجے اچانک آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ مولانا صاحب اور باچا خان مزے لے لے کر چائے پی رہے ہیں۔ سردی کے دن تھے اور پھر گرم گرم چائے، جی للچانے لگا، باچا خان میری دبی دبی خواہش کو بھانپ گئے لیکن خاموش رہے۔ مولانا صاحب نے بھی میری طرف دیکھا اور چائے پینے لگے۔ میں چور آنکھوں سے دونوں کی طرف دیکھتا رہا۔ آخر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ مطلب یہ تھا کہ ایک پیالی چائے میرے حلق میں بھی اُنڈیل دو۔ اور ایسا ہی ہوا۔ چائے تو مجھے پلا دی گئی۔ باچا خان نے کہا، اگر تم ہمارے ساتھ چائے میں شریک ہوتے ہو تو پھر دن کو بھی ہمارا ساتھ دو۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ تم دن کو بھی کھاتے رہو اور ہم اپنا منہ سمیٹے رکھیں۔ بات مذاق کی تھی۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ مجھے بھی روزے رکھنے چاہئیں۔ اس طرح ایک تو مجھے اپنے دونوں بزرگوں کا پکا ساتھی سمجھا جائے گا، دوسرے ثواب بھی ملے گا۔ لہذا میں نے بھی روزے رکھنے شروع کر دئے۔ اور اب دو کی جگہ تین روزہ دار اس احاطہ میں اکٹھے ہو گئے۔ یقین مانئے کہ روزے کا سارا مہینہ گزر گیا لیکن مجھے یہ محسوس نہ ہو سکا کہ میں نے بھی روزے رکھے ہیں۔ لیکن جب عید کا چاند دکھائی دیا اور بیچارے قیدیوں نے آہنی سلاخوں کے پیچھے سے چاند کا دھندلا سا عکس دیکھا تو فرط مسرت سے جھوم اٹھے۔ رات بھر قیدی ہنستے اور گاتے رہے۔ دن چڑھا۔ ہمارے احاطے کے سامنے والے کشادہ میدان میں قیدی اکھٹے ہونے لگے۔ سارا میدان بھر گیا۔ ہمارے احاطے کا دروازہ نہ کھل سکا۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ ابھی دروازہ کھلے گا اور حضرت مولانا صاحب امامت کے لئے آگے بڑھیں گے۔ مولانا صاحب مفتی تھے۔ ہر سال عید کی امامت فرمایا کرتے تھے۔ بھلا اب کیونکر ممکن تھا کہ عید کی نماز پڑھی جائے اور مولانا صاحب نہ ہوں۔ لیکن میری یہ بھول تھی۔ یہ محسوس ہی نہ کر سکا کہ یہ تو جیل ہے۔ مولانا صاحب کا مقام تو بہت ہی اونچا ہے۔ لیکن جیل والے تو انگریزوں کے غلام تھے۔ وہ کس طرح ایک باغی، انقلابی، دیش بھگت کو امامت کرنے کا فخر حاصل کرنے کی اجازت دیں۔ عین نماز کے وقت ایک جیل افسر آیا اور کہا کہ آپ دونوں بزرگ احاطہ کے اندر ہی نماز ادا کر سکتے ہیں۔ باہر آنے کی آپکو اجازت نہیں۔ اور میں نے دیکھا کہ سامنے والے احاطے میں قیدی غصے سے بھڑک رہے تھے۔ انہوں نے نماز تو پڑھ لی لیکن دکھی دل سے۔ دو عظیم شخصیتیں ان کے سامنے ہوں اور وہ ان سے مصافحہ

تک نہ کرسکیں۔ دور سے ہی علیک سلیک ہونے لگی۔ کچھ جذباتی قیدیوں نے اللہ اکبر اور زندہ باد کے نعرے لگائے۔ ادھر سرکاری ملانے خطبہ پڑھا۔ خطبہ کیا تھا۔ انگریزوں کا قصیدہ، زرخرید ملا بیچارہ پڑھا تا بھی کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ہمارے احاطے کے باہر بے شمار قیدی اکٹھے ہوگئے اور عید مبارک، عید مبارک کی آوازیں آنے لگیں۔ اتنے میں جیل کے سپاہی دندناتے آئے اور قیدیوں کو ہانک کر لے گئے۔ اور اس طرح ہم نے عید منائی۔۔۔۔۔۔ جیل میں ان مقدس تہواروں میں کبھی کبھار شعر و شاعری بھی ہوتی تھی۔ لگے ہاتھوں حضرت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی ایک نظم ملاحظہ فرمائیے اور دیکھئے کہ اس میں جیل کی عید کیا تاثر چھوڑتی ہے۔ حضرت مولانا فرماتے ہیں۔

کیوں سر شام بچھی یہ صف ماتم کہ ابھی
تعزیت کرنے چلی آئی ہری پور کی عید
ہوتا آیا ہے کہ جس گھر میں ہو مظلوم کی عید
جا مناتے ہیں وہاں سب اسی دستور کی عید
کاوش غم ہے تف نالہ ہے اور یاد وطن
ہم نے زنداں میں منائی اسی دستور کی عید
خاک و خون میں نہ تڑپتے تو بتاتے کیسے
نوجوان ہند میں ہنگامہ منصور کی عید
اس تمنا میں مروں اور جیوں لاکھوں بار
کاش ہو جائے کبھی ہند میں مزدور کی عید

نوٹ:۔ آثار بتاتے ہیں کہ مندرجہ بالا نظم مولانا صاحب نے 1932 کے ہری پور جیل کے زمانہ اسیری میں کہی تھی۔ رام سرن نگینہ اس زمانے میں بھی ہری پور میں قید تھے۔

1942-43ء کے ہری پور جیل کے زمانہ اسیری کا ذکر حضرت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ایک اور شاگرد اور سیاسی رفیق وارث خان رشکئی نے بھی اپنی کتاب " آزادے تحریک" میں کیا ہے۔ پشتو میں لکھتے ہیں کہ

"پشاور کی مسجد قاسم علی خان کے امام، نامور عالم دین اور مشہور سیاستدان حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم پوپلزئی ہری پور جیل سے باہرا کیلے نظر بند تھے۔ قیدی خوش ہو رہے تھے کہ عید کے دن مولانا

صاحب کا دیدار کریں گے۔ وہ ہماری امامت کریں گے۔ان سے مستفید ہونے کا موقع ملے گا۔لیکن ان کو اجازت نہ دی گئی۔ان کی ایک نظم پشاور کے ایک نوجوان نے خوش الحانی سے سنائی۔ جو قیدی اردو سمجھتے تھے وہ رو پڑے۔

وہ نظم کچھ یوں تھی۔

تعزیت کرنے چلی آئی ہری پور کی عید

پشاور میں اسیری کے دوران 9 مارچ 1942ء کو بڑی تگ ودو کے بعد مولانا نے جیل سے ایک خط اپنے دوست مانسہرہ کے ملک امیر عالم اعوان کو لکھا۔ یہ خط سینسر کی نذر ہوکر 12 مارچ 1942ء کو اعلیٰ احکام کو پیش کیا گیا۔امام حریت کے خط کا سرکاری ریکارڈ میں انگریزی ترجمہ موجود ہے۔اصل اردو خط شاید حکام بالا کو بھیج دیا گیا تھا۔انگریزی سے دوبارہ اردو میں جو ترجمہ بنتا ہے وہ یوں ہے۔

مکرمی ملک صاحب!

آپ کا گرامی نامہ ملا۔اس کا طویل انتظار بالآخر رنگ لایا۔میری دعا ہے کہ اسی طرح ہم بھی اپنے امتحان میں کامیاب ثابت ہوں۔ مجھ جیسے خود فراموش آدمی سے اس کی خیریت کا کیا پوچھنا۔ بہر حال میں اس حوصلہ افزائی پر آپ کا ممنون ہوں۔ میں نے آپ کو نہیں بھلایا اور یہ سوچ کر مطمئن ہوں کہ آپ کے زیر ہدایت سرحد کی کسان تحریک کمزور نہیں پڑے گی۔آپ کی شخصیت اور مدد سے یقیناً کامیابی حاصل ہوگی۔ وقت کے فوری تقاضے زیادہ توجہ کے مستحق ہیں۔لیکن اس میں کبھی کوئی حرج کی بات نہیں۔ باہمی اختلافات کی خلیج چاہے فرقہ وارانہ ہو یا دوسری، پر کرنا خوشحالی کے لئے ازبس ضروری ہے۔لیکن میں ایسے وقت میں حالات حاضرہ کے متعلق اپنا نکتہ نظر پیش نہیں کرسکتا خصوصاً جب میں باہر کے حالات کے بارے میں اندھیرے میں ہوں۔سی کلاس اور قید تنہائی میں سیاسی لوگوں سے ملنے جلنے یا اخبار وغیرہ دیکھنے کا کوئی موقع نہ ہونے کی وجہ سے، میں کوئی رائے نہیں دے سکتا۔خصوصاً آپ جیسے بیدار آدمی کو جو وقت کے ساتھ چلنا جانتا ہو اور جسے لودھی صاحب سے مشورہ کرنے کو موقع ملتا ہو۔تاہم میں آپ سب سے التماس کروں گا کہ ایک ایسا پروگرام ترتیب دیں جو عوام کی حوصلہ افزائی کرے اور ملک میں امن اور آشتی کو فروغ دے۔

ضلع ہزارہ کے تمام دوستوں کو سلام کہیں۔امید ہے آپ اپنی دعاؤں میں مجھے نہیں بھولیں گے۔بچوں کو پیار۔

عبدالرحیم پوپلزئی (پشاور سنٹرل جیل)

یہ خط آرکائیوز ریکارڈ سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 65 فائل نمبر 1159 میں 9 مارچ 1942ء کے ریکارڈ میں موجود ہے۔

اپریل 1942ء میں میاں عبدالقیوم آف بفہ ہزارہ نے امام حریت کو جوان دنوں پشاور سنٹرل جیل میں تھے، ایک خط لکھا۔ یہ خط 20 اپریل کو ضبطی کے لئے حکام کو پیش کیا گیا۔ اس پر ڈی ایس پی پولیٹکل برانچ نے 22 اپریل 1942ء کو لکھا کہ یہ خط قابل ضبطی ہے۔ لیکن نئے قوائد کے تحت اس خط کو ضبط یا ضائع کرنے کی اطلاع مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو جیل سپرنٹنڈنٹ کے ذریعے کر دیں۔

بمطابق ترجمہ خط حسب ذیل تھا۔

قابل قدر مولانا عبدالرحیم صاحب

اسلام علیکم!۔

میں اس بات پر معافی چاہتا ہوں کہ میں خط و کتابت میں بہت سست ہوں اور اس لئے آپ کو اور حکیم عبدالسلام صاحب کو خط نہ لکھ سکا۔ اس کے پیش نظر آپ اس کوتاہی کو عدم دلچسپی یا بے وفائی پر محمول نہ کریں۔ میں اپنے آپ کو آپ کے حالات سے باخبر رکھتا رہا ہوں۔ مجھے آپ کی علالت کا سن کر بے حد افسوس ہوا۔ میں دعا کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ غریبوں کے لئے آپ کی کاوشیں، محنت اور خدمات رنگ لا رہی ہیں۔ آپ کا لگایا ہوا پودا پھول اور پھل دے رہا ہے۔ ہم ممکنہ حد تک آپ کے لگائے ہوئے درخت کی آبیاری کر رہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ میری پریشانیاں زیادہ ہیں اور کام بہت ہے۔

عمر فاروق بھی شکاری کا شکار بن چکے ہیں۔ ملک صاحب پہلے کی طرح کام کر رہے ہیں۔ ایک ہفتہ پہلے مانسہرہ کے اسسٹنٹ کمشنر سینٹ جان نے گجروں کے صدر اور سیکرٹری کو زیر دفعہ 107 گرفتار کر کے اپنی نئی عمارت بنانی شروع کر دی ہے۔ اس نے بعد میں ان سے 2000 روپے ضمانت طلب کی اور انہیں قید کر دیا۔ جب گجروں کا ایک ریلا اگلی صبح مانسہرہ میں امڈ آیا تو صاحب بہادر ہوش میں آئے۔ اس نے انہیں فوری طور پر رہا کر دیا اور بذات خود مالیہ وصول کرنے بالاکوٹ گیا۔ اس نے پہلے گجروں کے خوانین کو مالیہ کی وصولی کا کام سونپنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ دنیا کے حالات ابتر ہو چکے ہیں۔ حکومت کو اپنا بنایا ہوا محل خود بخود گرتا نظر آ رہا ہے۔ سب لوگ حیرت زدہ ہیں۔ مولانا غلام غوث، حاجی فقیرا خان وغیرہ سب خیریت سے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب میرے ساتھ ہیں اور سلام کہتے

ہیں۔موجودہ اسسٹنٹ کمشنر نے جو انگریز ہے، مجھے تمام سیاسی سرگرمیاں ترک کرنے یا سیکرٹری کے عہدے سے مستعفی ہونے کو کہا۔ بڑی تگ ودو کے بعد اس نے آخر میں میرے واک آوٹ کرنے پر مجھے سیکرٹری نامزد کر دیا۔مولانا حکیم عبدالسلام صاحب سے کہیں کہ میں نے ماسٹر غلام حیدر صاحب کے پاس ان کا خط دیکھا تو تسلی ہوئی۔صاحب بھی موجود تھے۔امید ہے حکیم عبدالسلام صاحب بھی میری سستی کا برا نہیں مانیں گے۔سب دوستوں کی طرف سے سلام۔

آپ کا مخلص اور کاہل خادم

میاں عبدالقیوم

یہ ہوتا ہے اور ہمیشہ سے یہ ہوتا آیا ہے

زندانوں میں بازگشت آتی صدائے حق کی ہے (ترجمہ شعر)

نوٹ:۔مندرجہ بالا خط آرکائیوز ریکارڈ میں سپیشل برانچ فہرست دوم کے بستہ نمبر 65 فائل 1160 میں موجود ہے۔اس زمانہ اسیری میں امام حریت نے ایک چھوٹے سے کاغذ کے ٹکڑے پر ایک خط اپنے بھائی مولانا عبدالقیوم پوپلزئی کو پنسل سے تحریر کیا تھا۔یہ خط حضرت کی نوادرات میں اب تک محفوظ ہے۔خط پر کوئی تاریخ یا مقام درج نہیں،لیکن مندرجات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔خط حسب ذیل ہے۔

عزیز القدر مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ

دعا! کیا کہوں کوئی بات پر کان نہیں دھرتا اور جو ہے سو اپنے اخلاص ومحبت کو اس طریقے سے عمل میں لاتا ہے جس سے سوائے اس کے ثواب کے مجھے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا، سنیئے! رہائی کی نہ مجھے لالچ ہے، نہ حکومت کی خواہش۔ پھر اس بارے میں سال بھر سے جو واویلا ہوا کیا نتیجہ نکلا جو آئندہ نکلے گا۔ ہاں اگر میری سہولتوں کا مطالبہ ہوتا۔ میری تکلیفوں، بیماریوں کی طرف پرزور طریقوں سے توجہ دلائی جاتی تو البتہ کوئی بات ٹھکانے لگتی۔ایک سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے کہ پلورسی کی بیماری نے مجھے زندہ درگور کر دیا۔لیکن اب تک نہ ایکس رے ہوا۔اور نہ ہی علاج، آئیں بائیں شائیں سے وقت ٹال دیا جاتا ہے۔آپ لوگوں کے سامنے اس سے زیادہ کا کیا مطالبہ ہوسکتا ہے کہ حکومت کو ہر مناسب طریق سے مجبور کر دیا جاوے تاکہ وہ میرا ایکس رے کرائے، باقاعدہ طور پر جیل سے باہر مکمل علاج کرائے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔اس میں پوری کوشش کی ضرورت ہے اور کافی پروپاگنڈے کی۔ایک شخص کی جان جائے اور دوسرا کہے، بالکل اچھا ہے۔لیکن یہ سب کام تمہارا ہے۔اگر تم اس وقت کام نہ آؤ تو دوسرے

کس وقت آؤ گے۔ میری جانب سے جناب حکیم عبدالعزیز صاحب سے سلام مسنون عرض کر دیجئے۔ کوئی مقوی اعضائے رئیسہ جو وہ تجویز فرمادیں، ماء اللحم، بخار کی دوا، جو سفوف کی صورت میں ہو اور بہت مجرب، ان سے وصول کر کے میرے لئے بہت جلد ارسال فرمادیں، نیز موزے منقل، فروٹ خشک اور جو اشیاء بھی ارسال کرنا چاہیں، سب لالہ رام چند زرگر کو دلوادیں کہ وہ محفوظ طریقے سے جناب مکرمی لالہ جوالہ داس صاحب تاجر آہن کی دکان پر پہنچادے، اور دکان پر کہہ دے کہ وہ جناب لالہ صاحب موصوف کے نام فوراً رسائی، پختہ محفوظ ذریعہ سے۔ دوست احباب سے سلام مسنون عرض کر دیجئے۔

اس خط سے ایک بیمار اور نڈھال قیدی کی بے چارگی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حاجی غلام عباس ساکن مہمند کالونی جب گرفتار ہو کر پشاور جیل پہنچے تو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو مشقتیوں کا لباس پہنے جیل میں مشقت کرتے دیکھا۔ ایک دن جیلر مولانا عبدالرحیم صاحب کے پاس آکھڑا ہوا۔ آپ زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے جیلر کو دیکھا لیکن شان بے نیازی سے زمین پر لیٹے رہے۔ حضرت امام حریت ایک وظیفہ "الصمد" کا ورد کیا کرتے تھے۔ اس کی آپ کو باقاعدہ اجازت حاصل تھی۔ کہتے ہیں کہ اس وظیفے کا وِرد انسان کو ہر چیز سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ خود اپنے کھانے، پینے، آرام اور سونے سے بھی بے نیازی ہو جاتی ہے۔ اور کئی کئی دن فاقے کی حالت میں بھی معمولات میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ استاد کامل کی رہنمائی کے بغیر اس کا ورد خطرے سے خالی نہیں۔ البتہ "اللہ الصمد" کا ورد عام طور پر کیا جاسکتا ہے۔ اس میں بھی دنیا سے بے نیازی حاصل ہوتی ہے۔

1935-36ء میں جب حضرت علامہ حجاز مقدس میں مقیم تھے تو روحانی معمولات میں مصروف رہتے تھے۔ جب آپ حجاز پہنچے تو گورنر خود آپ کے استقبال کیلئے موجود تھا۔ اس نے بتایا کہ مجھے خواب میں اس کا حکم ہوا ہے کہ ہمارے مہمان کا استقبال کیا جائے۔ ابن سعود بادشاہ وقت نے آپ کی بہت خاطر مدارت کی اور آپ کو شاہی مہمان بنالیا۔ کوئی دو ہفتے بعد بادشاہ نے آپ سے کہا کہ مابدولت چاہتے ہیں کہ آپ مستقل طور پر سعودی عرب میں رہائش پذیر ہو جائیں۔ اس پر مولانا نے جواب دیا نَحنُ لَا نُسکُنُ ھُنَاکَ یعنی مابدولت اب یہاں نہیں رہیں گے۔ یہ کہہ کر آپ سرکاری مہمان خانے سے باہر نکل گئے اور پھر تقریباً ایک سال تک ارض مقدس میں قلندرانہ زندگی گزارتے رہے۔ وہ عالمی اور ملکی سیاست سے بھی باخبر اور وابستہ رہتے تھے۔ پشاور جیل کی مذکورہ قید کے دوران ایک عرب باشندہ جو حجاز میں آپ کے زیر سایہ روحانیت کی منزلیں طے کر چکا تھا، آپ کی خدمت میں

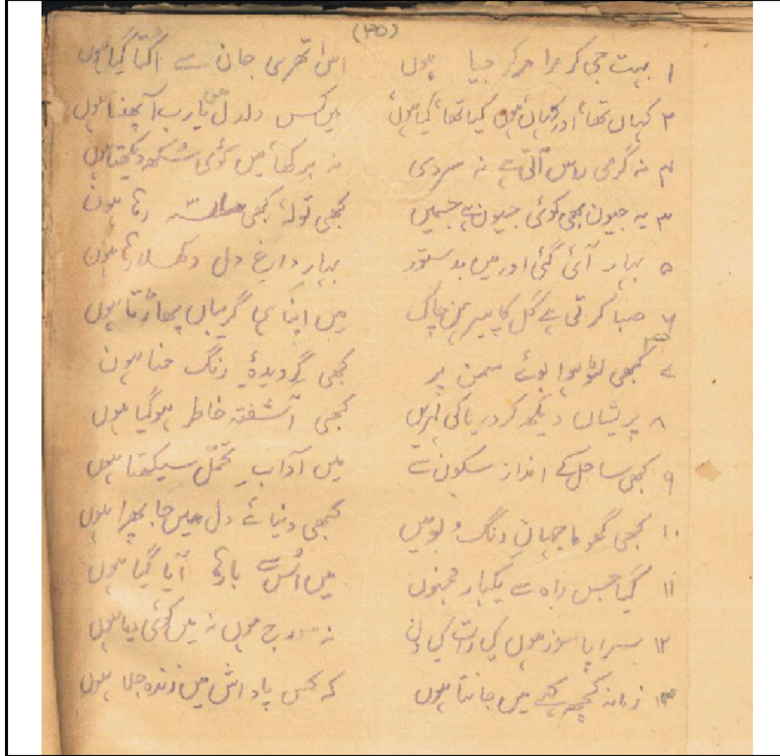
پشاور آ پہنچا۔ اسے جب پتہ چلا کہ حکومت وقت نے اس کے مرشد کو جیل میں مقید کر رکھا ہے تو وہ بہت ملول ہوا اور سیدھا پشاور سنٹرل جیل جا پہنچا۔ اس نے سنتریوں کی منت سماجت کی۔ لیکن اسے کوئی اندر جانے نہ دیتا تھا۔ آخر کار وہ جیل کی دیوار سے لگ کر زار وقطار رونے لگا۔ اتنے میں سید رسول شاہ مشتاق مولائی وہاں آ پہنچے۔ انہوں نے عربی میں اس رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ میں حضرت کی ملاقات کی خواہش لے کر اس شہر تک آیا ہوں۔ اب مجھے ان کی ایک جھلک دیکھنے کی اجازت بھی نہیں ملتی۔ اس نے بتایا کہ حضرت کی توجہ سے میری کایا پلٹ چکی ہے۔ سید رسول شاہ کے مطابق امام حریت نے اس عرب باشندے کو ایک ورد یا حلیم یا علیم یا علی یا عظیم بھی دیا تھا اور اسکی اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی۔

کئی حضرات کا بیان ہے کہ حضرت عام طریقے سے اپنا خط جیل سے باہر بھیجنے کی کوشش کرتے تھے لیکن اگر وہ ناممکن ہو جاتا تو غیبی طریقہ بروئے کار لاتے تھے۔ ملک عبداللہ جان اعوان حضرت کے بڑے معتقد تھے۔ وہ نیک اور عبادت گزار مسلمان تھے۔ جب حضرت جیل میں ہوتے تو ملک عبداللہ جان انہیں بہت یاد کرتے۔ ایک دن اسی فکر میں گم ملک صاحب نماز پڑھنے کے بعد گھر کی طرف واپس آ رہے تھے تو زیارت شاہ رسول پیر کے ساتھ ساتھ سڑک پر چلتے ہوئے انہیں ایک خط نظر آیا جو ہوا میں اُڑ کر وہاں آ گرا تھا۔ جناب عبداللہ جان نے یہ خط اٹھایا اور گھر لے آئے۔ جب کھول کر پڑھوایا تو بڑے حیران ہوئے کہ یہ جیل میں موجود حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کا خط تھا جو عبداللہ جان اعوان ہی کے نام تھا۔ اور اس میں حضرت کے گھر کے لئے کچھ ہدایات بھی تھیں۔

ایک دن سید رسول شاہ حضرت کی ملاقات کے لئے پشاور جیل گئے۔ جب حضرت مشقت کرتے کرتے قیدیوں کے لباس میں ملاقات کے لئے ظاہر ہوئے تو سید رسول شاہ قاضی الوقت کو اس حال میں دیکھ کر رونے لگے۔ اور کہا کہ حضرت کیا جہاد کرنے کا ذمہ صرف آپ ہی کا ہے۔ اور لوگ بھی تو اس کام کے لئے بہت ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کو اذیتوں کے لئے ہی کیوں وقف کر رکھا ہے۔ حضرت امام حریت نے سید رسول شاہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ افسوس اس بات کا ہے کہ اپنے اور پرائے، سب ہی مجھے ایک ہی مشورہ دیتے ہیں کہ میں اس مقصد سے ہاتھ اُٹھا کر تماشہ دیکھنے والوں میں شامل ہو جاؤں۔ اس طرح دوسروں کو بھی لواحقین یہی مشورہ دینے لگیں گے، اور پھر یہ کام کرنے اور قربانی پیش کرنے والا آخر کون رہے گا۔

ایک دن جیلر حضرت کی چکی کے دورے کے لئے آیا تو حضرت اس کی تعظیم کے لئے بالکل نہ اُٹھے۔ اس نے حضرت سے کہا کہ میں جیل سپرنٹنڈنٹ ہوں۔ حضرت نے کہا ہم عبدالرحیم ہیں۔ جیلر بھنا کر واپس چلا گیا اور زیر لب بڑبڑانے لگا۔ اگلے دن جیلر کے ایک ایسا پھوڑا نکل آیا کہ وہ بیٹھنے سے معذور ہو گیا۔ حضرت کو اس کی حالت کا پتہ چلا تو اس کے عیادت کے لئے گئے۔ اس نے حضرت کو کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا تو حضرت بیٹھ گئے اور وہ اپنی تکلیف کے باعث کھڑا رہا۔

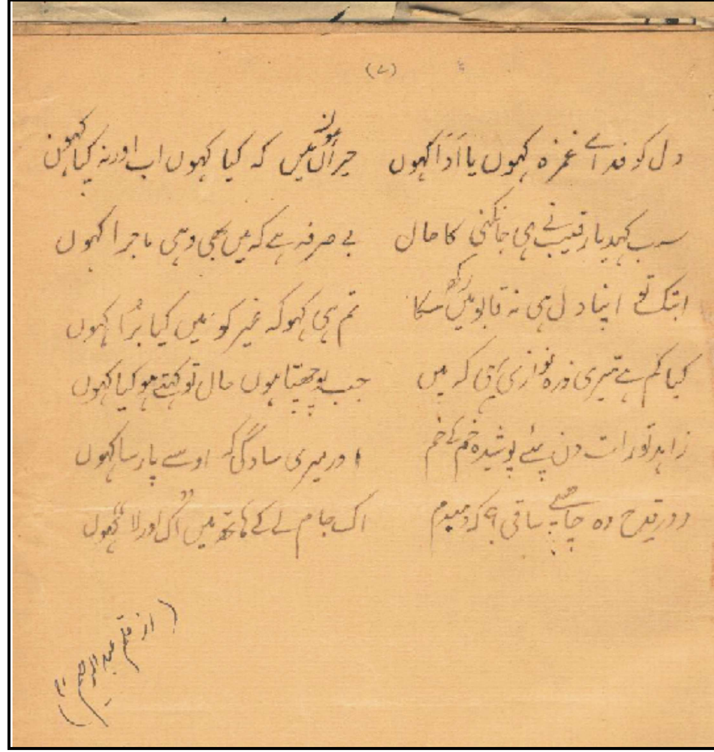
سید رسول شاہ نے جیل میں حضرت کے فرزند عبدالروف کے ہمراہ حضرت سے ایک ملاقات کی تھی۔ ملاقات کے بعد سید رسول شاہ نے حضرت کو کچھ نقدی دینا چاہی لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ ملاقات ختم ہونے پر سید رسول شاہ نے ان میں سے ایک کرنسی نوٹ (مبلغ پانچ روپے) حضرت کی پشاوری چپل کی تہہ کے درمیان ٹھونس دیا۔ بعد میں پتہ چلا کے حضرت نے وہ کرنسی نوٹ ایک بے آسرا طالب علم کو جیل سے رہائی کے وقت مرحمت فرما دیا تھا۔



(۴۵)

۱ بہت جی کڑا کر جیا ہوں — اس اُتھری جان سے اُکتا گیا ہوں
۲ کہاں تھا؟ اور کہاں ہوں کیا تھا؟ کیا ہوں؟ — میں کس دلدل میں یا رب آ پھنسا ہوں
۴ نہ گرمی راس آتی ہے نہ سردی — نہ برکھا میں کوئی سکھ دیکھتا ہوں
۳ یہ جیون بھی کوئی جیون ہے جس میں — کبھی تولہ کبھی ماشہ رہا ہوں
۵ بہار آئی گئی اور میں بدستور — بہار داغ دل دکھلا رہا ہوں
۶ صبا کرتی ہے گل کا پیرہن چاک — میں اپنا ہی گریباں پھاڑتا ہوں
۷ کبھی لٹو ہوا بوئے سمن پر — کبھی گرویدۂ رنگ حنا ہوں
۸ پریشاں دیکھ کر دریا کی لہریں — کبھی آشفتہ خاطر ہو گیا ہوں
۹ کبھی ساحل کے انداز سکوں سے — میں آداب تحمل سیکھتا ہوں
۱۰ کبھی گھوما جہان رنگ و بو میں — کبھی دنیا کے دل میں جا بھرا ہوں
۱۱ گیا جس راہ سے یکبار مجنوں — میں اُس سے بارہا آیا گیا ہوں
۱۲ سراپا سوز ہوں کیا ذات کیا دل — نہ سورج ہوں نہ میں کوئی دیا ہوں
۱۳ زمانہ کچھ کہے میں جانتا ہوں — کہ کس یاد اس میں زندہ جلا ہوں

جیل میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر



(۷)

دل کو فدائے غمزہ کہوں یا ادا کہوں — حیراں ہوں میں کہ کیا کہوں اب اور کیا کہوں
سب کہہ دیا رقیب نے ہی جانکنی کا حال — بے صرفہ ہے کہ میں بھی وہی ماجرا کہوں
ابتک تو اپنا دل ہی نہ قابو میں رکھ سکا — تم ہی کہو کہ غیر کو میں کیا برا کہوں
کیا کم ہے تیری ذرہ نوازی کی کرم میں — جب پوچھتا ہوں حال تو کہتے ہو کیا کہوں
زاہد تو رات دن پئے پوشیدہ خم کے خم — اور میری سادگی کہ اوسے پارسا کہوں
دور قدح وہ چاہیے ساقی کہ دم بدم — اک جام لے کے ہاتھ میں اک اور لا کہوں

(از قلم عبدالرحیم)

جیل میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر۔

آخری قید و بند کے دوران جیل سے مولانا کا ایک خط

گیارواں باب امام حریت اور جمعیت علماء ہند

10 مئی 1940ء کو نماز جمعہ کے بعد مسجد مہابت خان میں مولانا محمد ایوب جان بنوری کی صدارت میں جمعیت علماء کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ اسلامیہ ہائی سکول کے استاد مولانا لطف اللہ نے قرآن پاک کی چند آیات تلاوت کیں اور کہا کہ ڈیڑھ صدی سے مسلمانوں نے اپنا اقتدار کھو دیا ہے اور ان پر غیروں کی حکومت ہے۔ انہوں نے کہا کہ غیر ملکی حکومت نے ان کے مذہب کی حفاظت کے لئے کچھ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ ہی اسلام کی حفاظت کرنے والا ہے۔ انہوں نے کہا کہ خان بہادروں اور نوابوں نے مسلمانوں کے لئے کوئی دینی ادارہ قائم نہیں کیا۔ حالانکہ وہ انگریزوں کی خوشامد کیلئے بہت پیسہ خرچ کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ان خان بہادروں نے پشاور میں پہلے ایک احمدی مقرر درآمد کیا اور جب وہ تقریر کر رہا تھا تو میں نے حاضرین کو بتایا کہ یہ قادیانی ہے اور اس لئے سامعین اس کی تقریر سنے بغیر جلسے سے چلے گئے۔ انہوں نے کہا کہ علماء ہی عنایت اللہ خان مشرقی کے پروپیگنڈے کی مزاحمت کرتے رہے ہیں کیونکہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کر رہا تھا اور اس سے علماء کے ساتھ اس کی کچھ دشمنی سی ہوگئی ہے۔

جنگ عظیم دوم کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کانگرس اور مجلس احرار ملک کی آزادی کا مطالبہ کرتی رہی ہیں لیکن بعض جماعتیں اس کی مخالفت کرتی ہیں۔ اس مخالفت سے انگریزوں کو انگشت نمائی کا موقع ملتا ہے اور وہ ہندوستانیوں سے کہتے ہیں کہ پہلے اپنے درمیان تو اتحاد پیدا کرو، پھر آزادی مانگو۔ انہوں نے مزید کہا کہ مخالف جماعت یہ پروپیگنڈے کر رہی ہے کہ اگر انگریز ہندوستان سے چلے گئے تو مسلمان غرق ہوجائیں گے۔ مخالف جماعتوں سے ان کی مراد مسلم لیگ اور ہندوستان مہا سبھا تھی۔

دہلی آزاد کانفرنس کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے حاضرین کو بتایا کہ کانفرنس میں بہت سے اہم فیصلے ہوئے اور انگریزوں کو بتا دیا گیا کہ اگر وہ ہندوستان سے چلے جائیں، تو ہندوستانی لوگ اپنے ملک کی حفاظت کرلیں گے۔ انہوں نے سامعین کو یہ بھی بتایا کہ جمعیت علماء کی کانفرنس 14 اور 15 مئی کو پشاور میں ہوگی۔ جس میں ہندوستان کے چوٹی کے علماء کرام شرکت کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ اس کانفرنس میں وزیرستان اور فلسطین کا مسلہ اٹھایا جائے گا۔ اور اس لئے آپ لوگ اپنے اپنے دیہات میں

اس کا اعلان کریں تا کہ لوگ جوق در جوق اس میں شامل ہوسکیں۔انہوں نے سامعین کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری اور سزایابی سے متعلق مطلع کیا۔انہوں نے حسب ذیل قرارداد پڑھ کر سنائی۔

"جمعیت علماء سرحد کا یہ جلسہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ۵ سال قید با مشقت دینے کے ظالمانہ حکومتی اقدام پر اظہار نفرت کرتا ہے۔اور مطالبہ کرتا ہے۔کہ ایسی پالیسی ترک کر کے سرحد کے عوام کی تسلی کرائی جائے ورنہ حکومت خود نتائج کی ذمہ دار ہوگی۔جمعیت علماء سرحد کا یہ جلسہ حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو جیل میں بی کلاس دی جائے"۔

دونوں قراردادیں اتفاق رائے سے منظور کر لی گئیں۔

(بحوالہ آرکائیوز ریکارڈ پشاور سپیشل برانچ بستہ نمبر 55 فائل نمبر 944 صفحہ نمبر 71 تا 75)

14 مئی 1940ء کو آل انڈیا جمعیت علماء ہند کی عظیم الشان کانفرنس نمک منڈی پشاور میں شروع ہوئی۔اس میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا لطف اللہ آف جہانگیرہ نے بھی شرکت فرمائی۔اور جلسہ عام کی پہلی نشست کا آغاز کرتے ہوئے ریگی کے مولانا شمس الحق نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ان کی قید پر مبارکباد پیش کی اور جیل میں ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک روا رکھنے اور انہیں سپیشل کلاس نہ دینے پر حکومت کی پالیسی کی مذمت کی۔

مولانا غلام غوث ہزاروی نے ایک قرارداد پیش کی جس میں 27 سے 30 اپریل کو دہلی میں ہونے والی مسلم آزاد کانفرنس کی تمام قراردادوں کی توثیق کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ اس کو صوبہ سرحد کے عوام کی بھرپور حمایت حاصل ہے اور بلاشبہ ہندوستانی مسلمانوں کے مذہب اور تہذیب کے لئے اس کے اقدامات مفید ہیں۔اس کے بعد انہوں نے مسلم لیگ پر نکتہ چینی کی اور کہا کہ یہ نوابوں، سروں اور خانوں کی جماعت ہے، جسے حکومت نے منظّم کیا ہے تا کہ مذہبی تنظیم کے طور پر آگے آ کر یہ لوگوں کو دھوکہ دے اور ملک کی آزادی کی راہ میں رکاوٹیں ڈالے۔انہوں نے وائسرائے کے اس اعلان کا ذکر کیا کہ ہم جمہوریت کی خاطر پولینڈ کی مدد کر رہے ہیں اور کہا اگر یہ صحیح ہے تو پھر فلسطین میں کیوں مظالم ڈھائے جا رہے ہیں اور ہندوستان کو کیوں آزادی نہیں دی جاتی۔انہوں نے خاکساروں پر بھی تنقید کی کہ ان کے 600 آدمی گرفتار ہوئے تو وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔جبکہ احرار کے 600 ڈکٹیٹر اور تقریباً ڈیڑھ لاکھ رضا کار ہیں اور اگر دشمن سے جنگ ہوئی تو وہ کبھی پیٹھ نہیں دکھائیں گے۔یہ مخالفین کا گمراہ کن پروپیگنڈہ ہے کہ اگر ہندوستان آزاد ہو گیا تو مرکزی اسمبلی میں اکثریتی عہدوں پر ہندو قبضہ کر لیں گے۔مرکزی

حکومت صوبائی معاملات نہیں چلایا کرتی۔اس کا کام صرف امور خارجہ کی نگرانی ہوتا ہے۔

جلسہ عام کی دوسری نشست میں مولوی عبدالقیوم صاحب پوپلزئی نے اعلان کیا کہ سال 1940 کے لئے جمعیت علماء سرحد کے حسب ذیل عہدیدار منتخب ہوئے ہیں۔

صدر: سید گل بادشاہ اکوڑہ

نائب صدر: مولوی شمس الحق ریگی اور عبداللہ شاہ بھانہ ماڑی

ناظم: سید ایوب شاہ بھانہ ماڑی

نائب ناظم: مولوی عبدالقدوس زیارت کا کا صاحب

سیکرٹری : مولوی لطف اللہ جہانگیرہ

ارکان ورکنگ کمیٹی: مولوی عبدالقیوم پوپلزئی پشاور شہر، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولوی حبیب الرحمٰن بنوں، مولوی شمس الحق کوہاٹ، مولوی امین صاحب چارسدہ، مولوی محمد افضل ڈیرہ اسماعیل خان، مولوی محبوب شاہ مالاکنڈ اور مولوی محمد کریم ہنگو۔

15 مئی 1940ء کو نمک منڈی پشاور میں جمعیت علماء ہند کی شاندار کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس سے پہلے 14 مئی کو بھی کانفرنس کے اجلاس ہو چکے تھے۔شام ساڑھے آٹھ بجے کانفرنس کی تیسری نشست تھی۔اسکی صدارت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کر رہے تھے۔

جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے ریگی تھانہ متھرا کے مولانا شمس الحق دیوبندی نے ذیل کی قرار داد پیش کی۔

ا۔ "جمعیت علماء سرحد کی یہ عظیم الشان کانفرنس مفتی سرحد مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ان کی گرفتاری پر مبارکباد پیش کرتی ہے اور انہیں 5 سال قید با مشقت کی زیادہ سے زیادہ سزا دینے کے جابرانہ حکومتی فیصلے پر عدم اطمینان ظاہر کرتی ہے۔مزید براں یہ اتنے بڑے عالم کو سپیشل کلاس نہ دینے کو ہمارے زخمی دلوں پر نمک پاشی کے مترادف قرار دیتی ہے۔نیز حکومت کو خبردار کرتی ہے کہ اس کی انتقامی کاروائی سے اسے کچھ حاصل نہ ہوگا"۔

مولانا گل بادشاہ نے اس قرارداد کی تائید میں پشتو میں تقریر کی اور سامعین کو بتایا کہ مولانا عبدالرحیم کو جو شیخ الہند کے قریب رہے ہیں، 5 سال قید بامشقت کی سزا دے دی گئی ہے۔انہوں نے اعلان کیا کہ یہ صرف ملک کی آزادی کا نام لینے کی پاداش میں کیا گیا ہے۔اس قید و بند کا کوئی جواز موجود

نہیں۔

صدر جلسہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے سامعین کو بتایا کہ وہ دوسری کانفرنسوں کی بنیاد پر قراردادیں منظور کریں اور کھلے اجلاس میں ان پر بحث وتمحیص نہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ یہ قراردادیں آپ کے سامنے پارٹی کی پالیسی کے طور پر پیش کی جائیں گی اوران کومنظور یا نامنظور کرنے کے لئے نہیں کہا جائیگا۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے ذیل کی قرارداد پیش کی۔

۲۔ "جمعیت علماء سرحد کا یہ عظیم جلسہ دہلی کی آزاد مسلم کانفرنس پر اپنے مکمل اعتماد کا اظہار کرتا ہے اوراس کی تمام تجاویز کو ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ہر لحاظ سے مفید قرار دیتا ہے۔ یہ آزاد مسلم کانفرنس کو یقین دلاتا ہے کہ سرحد کے مسلمان اس کے پروگرام سے مکمل ہمدردی رکھتے ہیں نیز اس صوبے کے مسلمانوں سے توقع کرتا ہے کہ ان تجاویز پرعمل درآمد کرکے اورانہیں کامیاب بنا کر اپنی سابقہ روایت کا ثبوت فراہم کریں" اس قرارداد پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ موجودہ عظیم الشان کانفرنس دہلی میں 30 اپریل 1940ء کو ہونے والی آزاد مسلم کانفرنس کی تمام قراردادوں کی تائید کرتی ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ ہمارے دشمن جذبہ آزادی کو دبانے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ جذبہ ہمارے دلوں میں زندہ ہے۔ ہمارا سب سے بڑا دشمن خود اغیار کی حکومت ہے۔ اس دشمن کے پیروکار یہ نہیں چاہتے کہ ان کے سر سے برطانیہ کا سایہ اُٹھ جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ مسلم لیگ نے کوئی قربانی نہیں دی اوراس نے ہندوستان کی آزادی کے لئے کوئی ایک قدم بھی نہیں اُٹھایا اوراسی وجہ سے حکومت کو کانگرس اور مسلم لیگ کے درمیان طے پانے والے سمجھوتے پر کوئی اعتبار نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ جناح صاحب مسلم لیگ کے ٹکٹ پر امیدواروں کو اسمبلیوں میں دوبارہ نہیں لاسکتے۔ انہوں نے مزید کہا کہ حکومت نے مختلف کانگرسی صوبوں میں قوم پرستوں کے مقابلے کیلئے ایک تنظیم کی ضرورت محسوس کی اوراس لئے یہ تنظیم بنائی گئی۔

انہوں نے کہا کہ لیگ خطاب یافتہ لوگوں اور سرمایہ داروں کی جماعت ہے۔ انہوں نے سامعین کوخبردار کیا کہ جب کسی ملک میں آزادی کے لئے تحریک چلائی جاتی ہے تو اس کے نتیجے میں وہ ملک آزاد ہوجاتا ہے، موجود حکومت تحریک آزادی کو کچلنے کی کوشش کررہی ہے۔

دوران تقریر انہوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ وہ تمام لوگ جومسلم لیگ میں شامل ہوئے ہیں نہ

تو سب کے سب غدار ہیں نہ ہی سب بے ایمان ہیں۔لیکن حکومت کے آدمیوں کی اکثریت اس میں شامل ہے۔مسلم لیگ کی وجہ سے انگریز ریڈیو امریکہ کے ذریعے یہ بیان دینے کے قابل ہو گئے کہ ہم ہندوستان کو آزاد کرنا چاہتے ہیں لیکن مسلمان آزادی نہیں چاہتے۔کیونکہ ان کا خیال ہے کہ اگر انگریز ہندوستان سے چلا گیا تو مسلمان برباد ہو جائیں گے۔اس طرح برطانوی حکومت نے ان ممالک کا منہ بند کر دیا جو اسے ہندوستان کی آزادی کا کہہ رہے تھے۔جب کہ خود انگریز پولینڈ، ڈینمارک، اور ناروے وغیرہ کی آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ آخر ہندوستان کو کیوں آزاد نہیں کیا جارہا۔اور فلسطین میں ہزاروں لوگ کیوں ظلم وستم کا نشانہ بنائے جارہے ہیں۔انہوں نے فلسطین میں ڈھائے جانے والے مظالم بیان کئے اور کہا کہ ہندوستان میں جو آزادی چاہتا ہے اس کی سزا پانچ سال قید ہے (ان کا اشارہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی طرف تھا)۔انہوں نے اس خیال کو بے بنیاد قرار دیا کہ انگریز چلے گئے تو خانہ جنگی ہو جائے گی اور مختلف مذاہب کے پیروکار تباہ ہو جائیں گے۔انہوں نے کہا کہ انگریزوں کی حکومت سے پہلے مختلف مذاہب کے لوگ آپس میں کس طرح امن وآشتی سے رہتے تھے۔انہوں نے کہا کہ ہندوستان کی آزادی کے خلاف جو بھی مخالفانہ پروپیگنڈہ ہو رہا ہے اس کی ذمہ دار لیگ ہے۔اسلامی ملکوں میں بھی برطانوی حکومت نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان خود آزادی نہیں چاہتے۔انہوں نے سامعین کو بتایا کہ سر سکندر نے موجودہ جنگ عظیم میں حکومت برطانیہ کو امداد فراہم کرنے کا وعدہ کیا ہے۔انہوں نے جمعیت علماء ہند کے صدر مفتی کفایت اللہ دہلوی کے ایک شائع شدہ مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ اسلامی ممالک میں یہ پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان برطانیہ کی غلامی میں خوش ہیں اور یہ نہیں چاہتے کہ برطانیہ انہیں اکثریتی مذہب کے رحم وکرم پر چھوڑ کر چلا جائے۔

انہوں نے کہا کہ اس مضمون کے جواب میں ایک شخص نے جو خود کو ترک اور بہادر قرار دیتا ہے، مفتی صاحب کو ایک خط لکھا کہ ترکوں کو یقین ہے کہ ہندوستان کے مسلمان آزادی مانگ رہے ہیں اور ترکی میں اس قسم کا کوئی پروپیگنڈہ نہیں ہو رہا جس کا آپ کے مضمون میں ذکر ہے۔اسی خط میں اسی ترک نے یہ بھی لکھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جو بت پرستی کی قائل ہے اور وہ بتوں کو سجدہ کرتی ہے۔یہ جماعت علماء، احرار اور ان مسلمانوں کی ہے جو آزادی چاہتے ہیں۔

انہوں نے سامعین کو بتایا کہ اس خط کا لکھنے والا دراصل ترک نہیں تاجک ہے۔ جو افغانستان سے بھا گا ہوا ہے اور ترکی میں ادھر اُدھر گھومتا پھرتا ہے اور آخر لامرتناول کے نواب سے خیرات بھی لے چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس شخص نے اپنی ایک بیٹی کی شادی ایک قادیانی سے کی ہے اور کسی کی ہدایت پر صوبہ سرحد کا دورہ کیا ہے۔ انہوں نے حاضرین پر انکشاف کیا کہ اس خط کا تحریر کنندہ کرنل ذکریا ہے جس کی اصلیت افغانستان کے کونسلر نے آشکارا کردی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس ان تمام اخبارات کے تراشے ہیں جن میں امریکہ ریڈیو کے وہ پروگرام ہیں جن میں کہا گیا کہ ہندوستان کے مسلمان آزادی نہیں چاہتے۔ اور یہ بدنما داغ آپ کے ماتھے پر لیگ نے لگایا ہے کہ مسلمان غلامی کے دل دادہ ہیں۔ اور آزادی کی راہ میں اسی لئے رکاوٹیں ڈال رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان کو ہر حال میں آزادی حاصل کرنی چاہیے اور مسلمان ضرور آزادی کی جدوجہد میں شریک ہونگے۔

انہوں نے کہا کہ ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد خاکساروں کی جدوجہد کی طرح نہیں ہوگی کہ 600 خاکساروں کی گرفتاری کے بعد خاموش ہو کر بیٹھ جائے۔ انہوں نے کہا کہ خاکسار رہنما اپنی طاقت کے بارے میں جو چاہیں کہہ لیں لیکن انہیں پتہ ہونا چاہیے کہ برطانوی حکومت ان کی سرگرمیوں کے ایک ایک انچ سے باخبر ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ انگریزی حکومت کے انتظامات کے مطابق اس کانفرنس میں کہا جانے والا ایک ایک لفظ سی آئی ڈی والے نوٹ کر رہے ہیں۔ تاہم انہوں نے کہا کہ انگریزوں کی سی آئی ڈی اتنی بھی مکمل نہیں ہے۔ ورنہ وہ ڈینمارک پر جرمنی کے حملے کے منصوبے سے باخبر ہو جاتی۔

انہوں نے کہا کہ ہم 600 خاکساروں کی جدوجہد والی تحریک نہیں چلاتے۔ ہمارے چھ سو احرار ڈکٹیٹر فوجی بھرتی بائیکاٹ کو روکنے کے لئے کافی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ (خاکسار) تو انگریزوں سے لڑنا نہیں چاہتے کیونکہ ان کے خیال میں جو کچھ ملک میں ہو رہا ہے ٹھیک ہی ہو رہا ہے۔

انہوں نے قرآن پاک کے احکام کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ہمیں خواہ مخواہ دشمنوں سے لڑنے کی خواہش کرنے کا حکم نہیں۔ لیکن جب ہمیں مجبور کر دیا جائے تو پھر ثابت قدم رہنے اور پیچھے نہ ہٹنے کا حکم ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو انگریز سے لڑنے کے شوقین نہیں ہیں۔ لیکن یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا قانون ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ اگر انہوں نے آج ہمیں قانون حوالے نہ کیا تو کل حوالے کرنا پڑے گا۔

انہوں نے کہا کہ یہ میری پیشن گوئی ہے کہ ہمیں اپنا ملک دے دیا جائے گا کیونکہ جب ایک رات میں دو تہائی مما لک تباہ ہوئے تو دنیا بھر میں انقلاب آ گیا تھا۔انہوں نے سامعین کو بتایا کہ دنیا کے حالات بہت خراب ہیں اور آنے والے انقلاب کو کوئی نہیں ٹال سکے گا۔انہوں نے کہا کہ غریب، مزدور اور کسان ایک روٹی کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں اور ہندوستان میں بے شمار پڑھے لکھے بیروزگار ہیں۔یہ سب مجبوراانقلابی تحریک میں شامل ہونگے۔حکومت کا یہ اعلان کہ ریٹائرمنٹ کی حد 55 سال عمر کر دی جائے گی بیروزگاری کا علاج نہیں کرسکتا۔بیروزگاروں کی اکثریت انقلابی تحریک کا ساتھ دے گی اور ایک جنگ شروع ہوگی۔اگرچہ ہم جنگ کے حق میں نہیں۔انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ہمارے ساتھ انصاف اور انسانیت کے اصول پر معاملہ طے کرے۔ہندوستان ہمارااپنا ملک ہے۔اس لئے اس کے نظم ونسق اور قانون سازی میں ہمارا پورا پورا اختیار ہونا چاہیئے۔اگر ایسا نہ کیا گیا تو بھی ہندوستان نے آزادضرور ہونا ہے۔50 ہزار علماءفوجی بھرتی کے خلاف ہیں اور جمعیت علماء کے علاوہ کانگرس کے لاکھوں ارکان اوررضا کار ہیں جوبھرتی کے بائیکاٹ کے لئے تیار ہیں۔

ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جدوجہد کی جائے گی۔میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ جدوجہد کی شکل کیا ہوگی لیکن یہ عدم تشدد کی جدوجہد ہوگی۔اورحکومت کو پشیمانی ہوگی۔انہوں نے کہا مسلم لیگ کی طرف سے آزادی کی جدوجہد میں رکاوٹیں پیدا کرنا بند کیا جائے اور دوسری قوموں اور دوسرے مما لک کو بتادیا جائے کہ ہندوستان کے مسلمان جدوجہدآزادی میں کسی سے پیچھے نہیں۔

انہوں نے 30-1920ء کی تحریکوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ان تحریکوں کا علم علی برادران جیسے مسلمانوں نے ہی اُٹھایا ہوا تھا۔اور جب انہوں نے دوسروں کو پرچم تھما دیا تو انہیں اس کے پیچھے چلنا پڑ گیا جس کو پرچم دے دیا گیا تھا۔انہوں نے کہا کہ اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں وہ پرچم دوبارہ تھامنے کا موقع مل سکتا ہے اوراس طرح ہمارے ماتھے کا داغ بھی دور ہوسکتا ہے۔ہندوستان بھر کی تمام ذمہ دار انجمنیں (آزادمسلم کانفرنس) دہلی میں جمع ہوئیں اور اعلان کیا گیا کہ ہندوستان کے مسلمان آزادی چاہتے ہیں یانہیں۔تو مسلمانوں نے یک آواز ہوکر کہا کہ ہم آزادی چاہتے ہیں۔جدوجہد آزادی میں ہندوستان کے مسلمانوں نے بہت قربانیاں دی ہیں اور جب پھر موقع آیا تو مسلمان پھر بھی قربانیاں دیں گے۔انہوں نے کہا کہ دنیاوی طاقت سے کامیابی حاصل کی جاتی ہے اوراس کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔انہوں نے نوجوانوں سے کہا کہ طاقت حاصل کرواوراحرار کا ساتھ دو۔

اس موقع پر کسی نے ظالم حکومت برباد کا نعرہ لگایا۔مولانا غلام غوث ہزاروی نے اس پر آمین کہتے ہوئے کہا کہ ظلم اب زیادہ دیر نہیں رہے گا۔مولانا غلام غوث ہزاروی نے سید عطا اللہ شاہ بخاری اور مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی سزایابی کا ذکر کیا اور کہا کہ اگر مجھے 20 سال قید بھی ہو جائے تو بھی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔انہوں نے کہا کہ ظالم (ہٹلر) نے ساتھ آٹھ ممالک کو روند ڈالا ہے اور ہم ظالم کی حمایت بھی نہیں کریں گے۔انہوں کہا کہ لیگ کا پر پیگنڈہ بے بنیاد ہے کہ مسلمانوں کا مستقبل محفوظ نہیں۔انہوں نے کہا کہ 9 کروڑ مسلمانوں کا مستقبل محفوظ ہے۔انہوں نے لوگوں سے کہا کہ اپنے ہمسایوں کا خیال رکھیں اور مذہب کے نام پر فساد نہ کریں۔اس سے ان کی مراد گائے کے ذبیحہ پر فرقہ وارانہ فسادات تھی۔ انہوں نے حاضرین پر زور دیا کہ اپنے اندر طاقت پیدا کریں۔انہوں نے کہا کہ اپنے حقوق کے لئے احرار جانوں کی قربانی دینے کے لئے بھی تیار ہیں۔آزادی کی جنگ کانگرس اور ہم مل کر لڑیں گے اور اگر ہمارے حقوق پامال ہوئے تو مسلمانوں کی اپنی جماعت اس وقت تک لڑے گی جب تک کہ شریعت کا قانون نافذ نہیں ہو جاتا۔انہوں نے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ جب تک اسلامی قانون نافذ نہ ہو جائے ،ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔انہوں نے خبردار کیا کہ ہم قرآن پاک کی خاطر لڑ رہے ہیں جس کی وجہ سے ہمارا وجود قائم ہے۔انہوں نے کہا کہ آزاد مسلم کانفرنس میں 25 افراد پر مشتمل ایک بورڈ تشکیل دیا گیا جو دو ماہ کے اندر مسلمانوں کے حقوق سے متعلق رپورٹ پیش کرے گا۔انہوں نے مسلم لیگ اور محمد علی جناح کے اس موقف پر تنقید کی کہ شادی کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔انہوں نے شریعت کے قانون کو پامال کرنے پر لیگیوں کو ہدف تنقید بنایا اور کہا کہ علماء کرام اس کی مدافعت کر رہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ ہم ان لوگوں کے خلاف ہیں جو یورپی فیشن اختیار کر رہے ہیں، جو شراب پیتے ہیں اور جن کی بیویاں انگریزوں کے ساتھ ناچتی ہیں۔انہوں نے مزید کہا کہ لیگ کے بہانوں کا تدارک کرنے کے لئے ہم نے مطالبہ کیا ہے کہ خودمختار صوبائی حکومتیں بنائی جائیں۔تقریر کے آخر میں انہوں نے قرارداد کی پرزور حمایت کی۔

(بحوالہ پشاور آرکائیوز ریکارڈ سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 51 فائل 940 صفحہ 51 تا 75)

احرار کے ڈکیٹیٹر مخدوم شاہ کوہاٹی نے بھی قرارداد کی تائید کی۔

یکم اور دو اگست 1940ء کی درمیانی رات کو جمعیت علماء مردان کا ایک جلسہ باڑی چم ہوتی مردان میں منعقد ہوا۔شرکاء میں درجن بھر باوردی سرخپوش بھی موجود تھے۔مختلف مقررین نے مذہبی

تقریریں کیں۔ جن میں جمعیت علماء کے اغراض و مقاصد، سیاست اور یورپی صورت حال پر تقریریں شامل تھیں۔ آخر میں حسب ذیل قراردادیں منظور کر لی گئیں۔

1۔ پشاور کے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری اور بعدازاں سزایابی پر اظہار ناراضگی کیا جاتا ہے اور مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ان کی تشویشناک حالت کے پیش نظر انہیں فوری طور پر رہا کیا جائے۔

2۔ جمعیت علماء مسلمانوں سے اپیل کرتی ہے کہ مختلف مراکز میں کھولے گئے جمعیت کے سکولوں کے لئے دام درم قدم سخن مدد کریں۔

(بحوالہ سپیشل برانچ ریکارڈ آرکائیوز پشاور فہرست دوم بستہ نمبر 55 فائل 940 صفحہ 113)

16 دسمبر 1940ء کو درگئی کی مسجد جانس خان میں ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اس کی صدارت مولانا عبدالجلیل واردگانے کی۔ اس اجلاس نے قرارداد منظور کی کہ جمعیت علماء ہند کے پروگرام کو آگے بڑھایا جائے۔ جمعیت کے سیکرٹری عبدالمالک نے کہا کہ اگر خان عبدالغفار نے انہیں ستیہ گرہ کے لئے مدعو کیا تو وہ بخوشی اس میں شرکت کریں گے۔ اس اجلاس میں ماسٹر عبدالکریم، ارباب عبدالغفور خان اور مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ساتھ ان کی گرفتاری پر ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔

سرخکی کے مولوی عیسیٰ اور گندہ کارخانہ کے شاد محمد نے کہا کہ ہمیں سیاسی معاملات میں حصہ نہیں لینا چاہیے لیکن باقی ارکان نے ان دونوں کی مخالفت کی۔

(بحوالہ سپیشل برانچ ریکارڈ آرکائیوز پشاور فہرست دوم بستہ نمبر 55 فائل 946 صفحہ 49)



علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے بھائی مفتی عبدالقیوم پوپلزئی جناح پارک پشاور میں جلسہ عام سے خطاب کررہے ہیں۔

بارھواں باب تشویشناک حالت میں رہائی

جیل میں تاریک اور تنگ کوٹھڑیوں میں قید رکھے جانے اور بدترین ناقص خوراک ملنے سے مولانا کی صحت بہت خراب ہوگئی۔ وہ پہلے ہی سے جیلوں میں اسی طرح کے ماحول میں رہنے کے باعث تپ دق اور پلورسی میں مبتلا تھے۔ مولانا کی حالت بگڑنے کی خبریں روزانہ سننے میں آنے لگیں تو مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ جس کے نتیجے میں جولائی ۱۹۴۱ء میں مسلم لیگ نے ایک اجلاس منعقد کرکے مولانا کی رہائی کا مطالبہ کیا اور ڈپٹی کمشنر سے اس سلسلے میں ملاقات کیلئے وفد تشکیل دیا۔ اس وفد میں میاں غلام حسین مالک پشاور ہاؤس، آغا سید زمان شاہ پیر آف یکہ توت، سید سکندر شاہ صاحب اور جناب یونس علی خان شامل تھے۔ اسی طرح انجمن خیر خواہان حیدرآباد کے حافظ عبدالرحمان نے ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کرکے علامہ عبدالرحیم اور انکے بھائی مولانا عبدالقیوم کی رہائی کا مطالبہ پیش کیا۔ یہ سب ریکارڈ سپیشل برانچ فہرست دوم کے بستہ نمبر ۴۶ کی فائل نمبر ۵۳۷ سال ۱۹۴۱ کے صفحہ نمبر ۷ کی ہفتہ وار ڈائری نمبر ۲۸ بابت ۴۱-۷-۱۱ کی رپورٹ بسلسلہ "مسلم لیگ صوبہ سرحد میں" بمقام پشاور آرکائیوز محفوظ ہے۔

۲۵ جولائی ۱۹۴۱ء کی رات کو (سابق وزیراعلی صوبہ سرحد) سردار اورنگزیب خان ایم ایل اے کے بالا خانے پر مسلم لیگیوں کا ایک اہم اجلاس ہوا۔ اس میں سید الاحرار آغا سید لعل بادشاہ، کریم اٹلی، غلام حسین آف پشاور بوٹ ہاؤس، خواجہ اللہ بخش، حافظ فضل محمود وغیرہ شریک تھے۔ اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی رہائی کے سلسلے میں کوششیں کی جائیں۔ یہ تفصیل مندرجہ بالا سپشل برانچ بستہ نمبر ۴۶ کی فائل نمبر ۵۳۷ میں صفحہ ۲۱ پر موجود ہے۔

اس کے باوجود علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کو رہا نہ کیا گیا۔ بلکہ سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر ۷۰ کی فائل نمبر ۱۲۴۷ کے صفحہ نمبر ۲۱ بمطابق آرکائیوز پشاور سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو اس حالت میں بھی ڈیرہ اسماعیل خان پھر پشاور اور پھر چار مئی ۱۹۴۲ء کو قید تنہائی کے حکم کے ساتھ ہری پور جیل میں قید کردیا گیا تھا۔ آپ کے بھائی کو تین سال قید با مشقت کی سزا ہوئی تھی۔ مولانا عبدالقیوم صاحب کو ۲۱ مارچ ۱۹۴۲ء کو رہا کردیا گیا۔ لیکن علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کو رہائی نہ مل سکی۔ بلکہ آپ پر سخت پابندیاں عائد کردی گئیں۔ جب آپ کی زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی تو بالآخر ۱۷ جنوری ۱۹۴۳ء کو آپ کو محض اس لئے

رہا کر دیا گیا کہ آپ کا جنازہ جیل کی بجائے گھر سے اٹھے۔اس روز پشاور سنٹرل جیل کے قیدیوں نے رہا ہونے والے قریب المرگ امام حریت کو ایک سپاسنامہ پیش کیا۔ وہ سپاسنامہ یہ تھا۔

بخدمت جناب حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مفتی سرحد پشاور

منجانب

نظر بندان و اسیران فرنگ سنٹرل جیل پشاور صوبہ سرحد

محترم راہنما آج ہم نظر بندان و اسیران پشاور سنٹرل جیل آپ کو طویل قید و بند کے مصائب برداشت کرنے کے بعد رہائی کے الوادعی موقع پر مبارکباد پیش کرنے کیلئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔

مکرمی! ہم آپ کی ان قربانیوں کا تذکرہ جو وقتاً فوقتاً آپ آزادی وطن کی خاطر کرتے رہے ہیں اس جیل کی پابندیوں میں مکمل طور پر کرنے سے قاصر ہیں۔ بہادر جرنیل!۔آپ مسلسل چوتھائی صدی سے غیر ملکی حکومت کے پنجہ استبداد سے ہندوستان کو نجات دلانے کے لئے جو جدوجہد کر رہے ہیں کوئی بھی محبّ وطن اس کو سراہے بغیر نہیں رہ سکتا۔

پیارے سردار!۔آزادی وطن کی وادی پر خار میں جس قدر نوک دار کانٹے آپ کو چبھے ہیں شاید ہی صوبہ سرحد میں کسی نے ایسے درد کا لطف اٹھایا ہو۔آپ اس وادی میں ہمیشہ اس شعر پر عمل پیرا رہے ہیں کہ

پاؤں کے چھالے ہیں مشکیزہ بدوش
پیاس کانٹوں کی بجھانا چاہیے

عالی جناب! آپ نے صوبہ سرحد کے سیاسی معیار کو اپنی قربانیوں سے جتنا بلند کیا ہے وہ محتاج تشریح نہیں۔

مجدد سرحد! آپ نے سیاسی اور اصلاحی خدمات کے علاوہ صوبہ سرحد کے پٹھانوں میں جو مذہبی بیداری پیدا کی ہے وہ بھی قابل تعریف وتوصیف ہے۔

قابل احترام مولانا! آپ کو وطنی جدوجہد کے سلسلے میں جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی کے اندر بربادی صحت کے علاوہ خانگی صدمات اٹھانے پڑے، وہ بھی ہم سے پوشیدہ نہیں۔

جناب والا! آپ نے جیل کے غیر آئینی ماحول میں تکلیفات کا سینہ سپر مقابلہ کیا۔ہم اس کیلئے خراج تحسین ادا کرتے ہوئے اللہ تبارک تعالیٰ سے آپ کی درازی عمر اور صحت کاملہ کیلئے دست بدعا ہیں۔

حضرت مولانا! ہمیں یقین واثق ہے کہ جب تک ہندوستان انگریزی شہنشاہیت کی جابرانہ پالیسی سے خلاصی حاصل نہیں کر لیتا، آپ آزادی وطن کی تحاریک کی رہنمائی فرماتے رہیں گے۔

جناب عالی! آخر میں ہم ایک مرتبہ پھر آپ کی درازی عمر کیلئے دعا کرتے ہوئے آپ کو خلوص قلب سے ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

تم سلامت رہو ہزار برس

ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

ہم ہیں آپ کے مخلص پیروکار۔ اسیران ونظر بندان فرنگ سنٹرل جیل پشاور

مورخہ ۱۹۴۳-۱-۱۷

فقیر آف ایپی نے حضرت علامہ عبدالرحیم کو ان کی شاندار قومی خدمات پر خلعت پیش کیا۔ اس خلعت پر طلائی کشیدہ کاری ہوئی ہے، یہ آج بھی محفوظ ہے۔ رہائی برائے نام تھی۔ جیل سے آپ کو گھر میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔ حکم نامہ درج ذیل تھا۔

ہرگاہ کہ میں میجر اسکندر مرزا او بی ای، آئی پی ایس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پشاور مولوی عبدالرحیم ولد مولوی عبدالحکیم پوپلزئی سکنہ پشاور شہر کے بارے میں مطمئن ہوں کہ اسے پبلک سیفٹی کی قانون شکنی اور جنگ (عظیم) کی موثر کارکردگی نیز برطانوی ہند کے دفاع کیلئے درج ذیل حکم نامہ جاری کیا جائے۔

اس حالت میں بنا بریں صوبائی حکومت کے گزٹ نوٹیفکیشن نمبر ۱۴۲۲ مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۴۲ اور ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۹ رولز ۲۶ کے ذیلی قانون نمبر ۱ کی شق (d) اور دفعہ ۲ کی ذیلی دفعہ ۴ کے تحت میں یہ حکم دیتا ہوں کہ:

۱۔ مذکورہ مولوی عبدالرحیم میونسپل کمیٹی شہر اور صدر کی حدود ہی میں رہے گا۔

۲۔ مذکورہ مولوی عبدالرحیم کسی قسم کی مخالفانہ سرگرمیوں میں حصہ نہیں لے سکے گا اور نہ ہی وہ سیاسی کارکنوں، سابقہ قیدیوں سے مل سکے گا۔

میرے قلم اور مہر عدالت سے ۱۸ نومبر ۱۹۴۲ کو بھی حکم جاری ہو چکا ہے۔

سکندر مرزا

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پشاور

P.S اس حکم کا اطلاق اس کی تاریخ اجرا سے کیا جائے۔
اصل کاپی تصدیق کی جاتی ہے کہ یہ حکم ۲۲ جنوری ۱۹۴۳ کو پہنچا دیا گیا تھا۔

محمد نصیر
برائے سپرنٹنڈنٹ
سنٹرل جیل پشاور
۲۲-۱-۱۹۴۳

گویا بیماری کی حالت میں علامہ صاحب کی رہائی کے ساتھ ہی ان پر گونا گوں قسم کی پابندیاں دوبارہ عائد کر دئے جانے پر مولانا کو جیل کی نظر بندی سے گھر کی نظر بندی کی صورت میں رہائی ملی تھی۔ اس پر رائے عامہ کے رہنماؤں نے احتجاج کی صدائیں بلند کیں۔ ان رہنماؤں میں مسلم لیگ پشاور کے سیکرٹری ملک شاد محمد صاحب کا احتجاجی مراسلہ بھی تھا۔ ۳۰ جنوری ۱۹۴۳ کے اس مراسلے کا مضمون پیش کیا جا رہا ہے۔

ڈپٹی کمشنر اسکندر مرزا کے نام صوبہ سرحد مسلم لیگ کے سیکرٹری کا مراسلہ

پشاور
۳۰ جنوری ۱۹۴۳ء
جناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر پشاور
السلام علیکم!

یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ ہمارے کانوں تک پہنچی کہ حضرت قبلہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو جیل سے رہائی کے وقت ایک ایسے نوٹس کی تعمیل کرائی گئی، جس کے ذریعے سے انہیں حدود شہر اور چھاؤنی میں نظر بند کیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

چونکہ نوٹس کا مضمون آپ کی طرف سے تھا اس عریضہ کے ذریعے آپ کی توجہ مبذول کرائی جاتی ہے۔

جناب والا!

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ حضرت مولانا صاحب ایک لمبی اور سخت قید کاٹنے کے بعد جب رہا ہوئے تو کن وجوہات کی بنا پر جیل کے دروازہ کے اندر ہی انہیں ایسی سخت پابندیوں میں جکڑ دینے

کا نوٹس دیا گیا۔قبل اس کے کہ وہ جیل سے رہا ہوکر اپنے ماحول پر کوئی آزادانہ غور فرماتے ،حکومت نے انہیں غیر آئینی پابندیوں میں جکڑ کر کوئی اچھی فضا پیدا نہیں کی ۔

جیل کے اندر مولانا موصوف کی صحت لمبی معیاد قید اور جیل کے نارواسلوک کے باعث بے حد خراب ہوگئی تھی ۔اوراب بھی وہ اسطرح بیمار ہیں ۔ہم نہیں سمجھ سکتے کہ حضرت مولانا صاحب کس طرح سے اپنی صحت کی بحالی کا کوئی پروگرام تجویز فرمائیں گے جبکہ جیل کے باہر بھی ایک قیدی کا ماحول ان کے لئے بنادیا گیا ہے۔

حضرت قبلہ مولانا صاحب نہ صرف مسلمانان شہر کے مذہبی راہنما ہیں بلکہ تمام صوبہ کے مفتی اعظم تسلیم کئے گئے ہیں ۔اتنی سنگین سزا کے بعد بھی حکومت نے مسلمانوں کے جذبات و احساسات کی پروانہ کرتے ہوئے ایک ایسا غلط اقدام کیا ہے جس سے نہ صرف کسی ایک طبقہ میں ناراضگی کا اظہار کیا جارہا ہے بلکہ تمام مسلمان قوم پریشان ہے۔اگر حکومت کو مولانا صاحب موصوف کی ذات سے کوئی معاندانہ پرخاش نہیں ہے تو یہ پابندی کسی طرح بھی جائز قرار نہیں دی جاسکتی ۔حکومت کے اختیارات اور وسائل کافی ہیں ۔جب بھی حکومت چاہے ہر قسم کی پابندی عائد کرسکتی تھی مگر بغیر کسی وجہ کے حکومت کا یہ اقدام بالکل مبنی برانصاف قرار نہیں دیا جاسکتا۔

امید ہے آنجناب ہمارے اس عریضہ پر پوری پوری توجہ فرما کر حکومت کے ایک ذمہ دار افسر کی حیثیت سے مسلمان قوم کے جذبات اوراحساسات کے پیش نظر حضرت مولانا صاحب سے تمام پابندیاں ہٹا کر مشکور فرمائیں گے ۔

آپ کا مخلص

شاد محمد سیکرٹری مسلم لیگ پشاور

اسی طرح مجلس احرار اسلام نے بھی مولانا پر پابندیوں کے خلاف آواز اٹھائی ۔

تیرھواں باب آخری معرکہ اور رائے عامہ کے رہنماؤں کے بیانات

فخر سادات سید امیر شاہ قادریؒ:

بعض انسانوں کا مرنا ایسا ہوتا ہے جن پر اپنے بیگانوں کے علاوہ تمام قوم والے خون کے آنسو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بہاتے رہتے ہیں۔ ایسی ہستیوں میں ایک ہستی صوبہ سرحد کے مفتی اعظم، مجاہدوں کے استاد، اپنے زمانے کے شیخ اکبر محی الدین، ابوحنیفہ وقت، بخاری عصر، حکومت برطانیہ کے ظلم و جبر کے مقابلہ میں ہر وقت سینہ سپر، میدان انقلاب کے مجاہد اعظم مولانا عبدالرحیم کی ہے۔ آنے والی قوم اس بہادر اعظم کے پیغام کو قبول کر کے ایک امن و سلامتی اور مکمل مساوات کا نظام نافذ کر کے رہے گی۔

بیگانے تو تھے ہی دشمن۔ اپنوں کے مظالم کو بھی صبر کے ساتھ برداشت کیا، کانگرس وزارت نے غلہ ڈھیر تحریک میں جبکہ آپ نے مفلسوں، غریبوں، فاقہ کشوں اور زمینداروں کی حمایت کی، تو ایک سال قید کیا اور جب اسی وزارت کے زمانے میں وزیرستان کے مظلوم اور بے نوا لوگوں پر بم اور توپوں کے گولوں کی بارش ہوتی تھی، تو آپ نے بنوں میں جا کر گورنمنٹ کو ان مظالم سے آگاہ کیا تو اس جرم کی پاداش میں آپ کو تین سال قید کیا گیا۔ پشاور کے اسٹیشن سے لے کر جیل تک آپ کو پیدل لایا گیا، آپ کے پاؤں میں بھاری بیڑی پڑی ہوئی تھی۔ امام احمد بن حنبل کی طرح ان "اپنوں" کے ظلم کو بھی نہایت صبر کے ساتھ برداشت کیا۔ پھر ایڈوائزر کے زمانہ میں صرف اس شرط پر کہ آپ بنوں نہ جاویں، گورنمنٹ نے آپ کو رہا کرنا چاہا، مگر آپ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں جب گورنمنٹ کو تسلیم ہی نہیں کرتا تو پھر کسی شرط کے قبول کرنے یا نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیا ایسی عزیمت کاملہ کی مثال کوئی پیش کر سکتا ہے؟ کیا ایسی ایثار و قربانی کوئی دکھا سکتا ہے؟

سید امیر شاہ قادری سجادہ نشین یکہ توت شریف رائے عامہ
پوپلزئی نمبر ۸ جون ۱۹۴۵ صفحہ نمبر ۶، ۷ اور ۸

سردار عبدالرب نشتر:۔

صوبہ سرحد کا "مجدد سرحد" کو خراج عقیدت

مجھے حضرت مولانا مرحوم کی نیاز مندی کا شرف حاصل تھا۔ اس لئے مجھے ان کی زندگی کا قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ مولانا مرحوم ایک جید عالم ایک متوکل انسان اور ایک سمجھ دار سیاسی

راہنما تھے۔ اگر چہ عمر میں وہ کئی دیگر علمائے سرحد سے کم تھے لیکن اس کے باوجود ان کی حیثیت علمی حلقوں میں اتنی بلند تھی کہ انہیں بلا چون و چرا مفتی اعظم سرحد تسلیم کیا جاتا تھا۔ سیاسی طور پر وہ سرمایہ دارانہ نظام کے شدید مخالفین میں سے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ انہیں نہ صرف انگریزی بلکہ کانگریسی عہد حکومت میں بھی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ وہ اپنی ذاتی صفات اور بے لوث خدمات کی وجہ سے عوام میں نہایت عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ جب کبھی غریبوں کی خدمت کا موقع آیا تو وہ باوجود خرابی صحت کے صف اول میں نظر آتے تھے۔ اس بار بار کی قید اور اس بدسلوکی کی وجہ سے جو دوران قید ان کے ساتھ کی گئی، ان کی صحت بالکل تباہ ہو چکی تھی۔ چنانچہ پچھلے سال جب ان پر تپ محرقہ کا حملہ ہوا تو وہ اسے برداشت نہ کر سکے۔ ان کے مرض الموت میں جب کبھی مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا، تو ان کی گفتگو سے یہی ٹپکتا تھا کہ انہیں بچنے کی امید نہیں۔ بالآخر انہیں داعی اجل کو لبیک کہنا پڑا۔

حضرت مولانا مرحوم کی وفات سے صوبہ سرحد کے علمی اور سیاسی حلقوں میں ایک ایسا خلاء پیدا ہو گیا ہے کہ اسے پر نہیں کیا جا سکتا۔ آج وہ ہم میں نہیں لیکن ان کی زندگی ہمارے لئے اور آنے والی نسلوں کیلئے مشعل راہ کا کام دے گی۔ آج کی دنیا پروپیگنڈہ کی دنیا ہے اور مولانا مرحوم اس رنگ سے قطعاً نا آشنا تھے۔ لیکن وہ وقت دور نہیں کہ لوگ ان کی خدمات کی اصلی قدر و قیمت سے آگاہ ہوں۔

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں آں قصہ پارینہ را

سردار عبدالرب نشتر
رائے عامہ پوپلزئی نمبر ۸ جون ۱۹۴۵ صفحہ نمبر ۲۳

حکیم عبدالجلیل ندوی:۔

مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم صوبہ سرحد کے ان بے لوث راہنماؤں میں سے تھے جو قوم کی خدمت اپنا فرض سمجھ کر کرتے ہیں اور کسی نام و نمود، عزت و جاہ اور شہرت کی خواہش نہیں رکھتے۔ ان کی تمام زندگی اسی اخلاص و صداقت کا نمونہ تھی۔ اور آخر تک اپنی روش پر قائم رہے۔

حکیم عبدالجلیل ندوی
رائے عامہ پوپلزئی نمبر ۸ جون ۱۹۴۵ صفحہ نمبر ۱۷

خان عبدالقیوم خان:۔

مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم ومغفور جنگ آزادی ہند کے ایک بہادر سپاہی تھے۔آپ ایک قابل قدر پاک مسلمان اور بلاتمثیل فرقہ پرستی سے آزاد انسان تھے۔آپ نے صحیح معنوں میں اسلامی بردباری پر عمل کیا۔اور اپنی اخلاص ومحبت ہر نوع انسان کیلئے بلاامتیاز مذہب وملت وقف کی۔زندگی بھر میدان حریت میں پیش قدم رہے۔مسلسل قیدو بند اور برطانوی اسیری کے مصائب خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔ہماری موجودہ اور آئیندہ نسل آپ کے نقش قدم پر چلنے کیلئے ہمہ تن کوشاں رہے گی۔

خان عبدالقیوم بیرسٹر

رائے عامہ یوپلزئی نمبر ۸ جون ۱۹۴۵

مولانا محمد اسحق ندوی:۔

۱۹۳۹ء کا زمانہ مولانا کی جدوجہد پیہم سعی وعمل،قربانی اور بے لاگ انسانی خدمات کا دور ہے۔برطانوی طاقت جب قبائل کے خلاف نبردآزما تھی،بے کس اور نہتے پٹھانوں پر بمباری کر کے اپنی بھڑاس نکال رہی تھی،مولانا اس استبداد کے خلاف تقریر فرماتے ہیں۔حکومت کو اپنا رویہ بدلنے کیلئے منصفانہ مشورہ دیتے ہیں۔لیکن حکومت کو مولانا کی روش پسند نہیں آتی،آپ کو تین برس کیلئے جیل بھیج دیتی ہے اس عرصہ میں آپ کو بڑی بڑی تکلیفات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔جوان سال بیٹی کا صدمہ بھی جیل میں اٹھانا پڑتا ہے۔مولانا کی آخری قید جس کی معیاد ۱۹۴۳ء میں ختم ہوتی ہے،نہایت دردانگیز ہے۔آپ مسلسل آٹھ ماہ تک قید تنہائی میں رکھے گئے۔جس کا انجام پلورسی کی شکل میں ظاہر ہوا۔جیل سے رہائی کے بعد دس ماہ تک آپ صاحب فراش رہے۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

بدن نحیف میں جسم ناتوان کو اٹھانے کی سکت باقی نہ رہی تمام اعضاء نے کام کرنا چھوڑ دیا۔

وطنی خدمات کی یہ آخری گھڑی بدھ ۳۱ مئی ۱۹۴۴ء کی شب ہے جو ۵۳ سال کی عمر میں تمام ہوئی۔

کانگرسی رہنما

مولانا محمد اسحاق ندوی رائے عامہ یوپلزئی نمبر ۸ جون ۱۹۴۵

شری رام سرن نگینہ:۔

1940 میں اضلاع بنوں وکوہاٹ کے دیہاتوں کے دورے کئے۔حکومت کے نزدیک آپ کی سرگرمیاں غیر پسندیدہ تھیں۔لہٰذا آپ ایک تقریر کے سلسلے میں بنوں میں گرفتار کر لئے گئے۔ جہاں آپ کو 5 سال سنگین قید کی سزا ہوئی۔یہ آخری قید تھی جس نے آپ کی صحت پر برا اثر ڈالا اور آخر جیل سے ایک نامراد مرض لے کر آئے۔جس نے آپ کی زندگی کو ختم کر دیا۔۳۱ مئی ۱۹۴۴ کی شام کو خورشید حریت، امیر کاروان، مفتی اعظم حضرت مولانا صاحب راہ گیر راہ عدم ہوئے۔

رام سرن نگینہ سیکرٹری کانگرس کمیٹی پشاور

وسابق سیکرٹری نوجوان بھارت سبھا

رائے عامہ پوپلزئی نمبر ۸ جون ۱۹۴۵

شری بخشی فقیر چند وید:۔

1940 میں جب جنگ زوروں پر تھی۔رام گڑھ کانگرس میں سبھاش چندر بوس نے خلاف سمجھوتہ کانفرنس کے بعد جدوجہد کا آغاز کر دیا تھا۔حضرت مولانا کی منچلی طبعیت خاموش نہ رہ سکی اور پھر ایک بار آزادی وطن کا شیدائی میدان میں نکلا۔آزاد قبائل کو پرامن طور پر منظّم کرنے کی سوجھی۔بنوں میں چند تقریریں کیں۔برطانوی سامراج شاہی تاک میں تھی۔وہ مولانا کی در پردہ طاقت اور شخصیت سے واقف تھی۔جنگ کا زمانہ تھا۔مولانا کا آزاد پھرنا برطانوی امپریلزم کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔گرفتار ہوئے۔اور پانچ سال قید سخت کی سزا دے دی گئی۔بعد ازاں سزا تین سال رہ گئی۔اس دوران اسیری میں آپ کی ۱۵ سالہ لڑکی وفات پا گئی۔راقم نے جب ڈیرہ اسماعیل خان جیل میں ملاقات کی اور یہ افسوسناک واقعہ بیان کیا تو مرحوم کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔مرحوم کو یہ لڑکی نہایت عزیز تھی۔لیکن جلد ہی انہوں نے آنسو پونچھے اور فرمایا کہ خداوند کریم کی یہی رضا ہو گی اور پھر صوبہ کی حالت دریافت کرنے لگ پڑے، جیسے کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں۔

(بخشی فقیر چند وید)

رائے عامہ پوپلزئی نمبر ۸ جون ۱۹۴۵ صفحہ نمبر ۲۷

کا کاجی صنوبر حسین مہمند:۔

جس وقت وزیرستان میں فقیرایپی کی سرگرمیاں انگریزوں کے خلاف زوروں پر تھیں۔اور بڑے بڑے سیاسی لیڈر ایسے موقع پر گھبراتے تھے۔مولانا مرحوم نے بنوں میں بیانگ دہل جلسہ عام میں جہاد پر ایک پرزور تقریر کی۔جسکی پاداش میں مولانا مرحوم قید بامشقت کی سزا پا گئے۔

اسی طویل قید و بند میں مولانا کی صحت روز بروز گرتی گئی۔اس طویل اور جان گسل قید سے رہا ہو کر چندے بعد رحلت فرما گئے اور سابق صوبہ سرحد خصوصاً اور ہندوستان عموماً ایک نڈر مستقل مزاج اور دوراندیش انقلابی لیڈر سے ہمیشہ کیلئے محروم ہوا۔

مولانا مرحوم کا سیاسی نظریہ:

مولانا مرحوم کا زمانہ سیاسی تحریک کا وہ زمانہ تھا جب کہ تحریک آزادی نقطہ عروج پر پہنچ چکی تھی۔ہر جماعت اور ہر لیڈر کا نعرہ فقط سیاسی آزادی تھا۔اور عوام اس آزادی کی خوشیوں میں ایسے سرشار تھے کہ انہیں مستقبل کا کوئی خیال نہ تھا۔وہ اسی آزادی کو سب کچھ سمجھ رہے تھے۔اور یہی ان کو سمجھایا گیا تھا۔اس میں شک نہیں کہ آزادی میں سب کچھ ہے۔مگر وہ تمنائیں جو عوام دلوں میں لے کر دیوانہ وار شمع آزادی پر قربان ہو رہے تھے،وہ مستقبل کے طرز حکومت اور بنیادی دستور حکومت پر منحصر تھیں۔

ایسے وقت میں صرف چند عوامی لیڈر تھے جن کو مستقبل کا خیال تھا۔اُن چند لیڈروں میں مولانا مرحوم کا بھی ایک خاص اور ممتاز مقام تھا۔

مولانا مرحوم سیاسی آزادی کے ساتھ اقتصادی آزادی اور اقتصادی مساوات کے علم بردار تھے۔وہ عوامی جمہوریت میں عقیدہ رکھتے تھے۔ایسی عوامی جمہوریت،جس کی باگ ڈور عوام کے ہاتھ میں ہو۔جس میں مزدور،کسان اور دیگر پیشہ وروں کی واضح اور موثر نمائندگی ہو۔جس طرح متحدہ ہندوستان کے علماء دین میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم اقتصادی ناہمواری کو مسلمانوں کے سیاسی اور اخلاقی زوال کا موجب گردانتے تھے۔متحدہ ہندوستان میں صرف یہی ایک ایسی ہستی تھی،جن کی قوم کی اقتصادی حالت پر نظر تھی۔

اسی طرح مولانا عبدالرحیم صاحب اپنے وقت کے شاہ ولی اللہ تھے۔اور یہی وجہ تھی کہ حکومت اور سرمایہ دار طبقہ ان سے خائف تھا۔مولانا مرحوم کا اثر دانشور اور غریب طبقے میں بہت زیادہ

تھا۔آج آپ پاکستان میں جو چند باشعور تعلیم یافتہ افراد دیکھ رہے ہیں، یہ انہی کے فیضان اورنوجوانوں کی تحریک کے طفیل ہیں۔آج پاکستان کوایسے نڈر عالم دین کی ضرورت تھی۔کاش مولانا زندہ ہوتے!۔

صنوبر حسین مہمند "بانگ حرم" ۲۸ مئی ۱۹۵۸ء

اسیر فرنگ فتح چند نسیم:۔

میری بدقسمتی ہے کہ مجھے ایک سرحدی ہونے کے باوجود اپنے صوبے کی مایہ ناز وممتاز ترین ہستی مفتی اعظم علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے نیاز کا شرف حاصل نہ ہوا۔ ہمارے کئی رفقاء ایسے بھی تھے جو ان کے زمانہ میں بھی قید رہ چکے تھے۔وہ جب بھی ان کا ذکر چھیڑتے تو انکی کرمفرمائیوں اور انکی طرز زندگی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھچ جاتا۔اور آئینہ دل میں اس برگزیدہ رہنما کا عکس لطیف جلوہ نما ہوتا۔ کان جب "ذکر محبوب" سے آشنا ہوتے تو گردنیں ان کے قدموں میں عقیدتاً جھک جاتیں۔

شری فتح چند نسیم ڈی آئی خان

رائے عامہ پوپلزئی نمبر ۸ جون ۱۹۴۵

وارث خان آف رشکئی:۔

آپ ایک باعمل عالم، زبردست انقلابی، نڈر انسان، مدبر لیڈر اور بلند پایہ بزرگ تھے۔حق کی آواز بلند کرنے میں آپ نے کبھی کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں کی۔حکومت وقت کے ظلم وستم اور قید وبند سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے۔غریب کسانوں، مزدوروں کی خدمت آپ کا مقصد زندگی تھا۔اس مقصد کیلئے ہر قسم کے ایثار وقربانی کیلئے ہر وقت تیار رہتے۔آپ پر مصیبتیں آئیں اور حکومت کے عتاب نازل ہوئے۔لیکن آپ نے اپنے مسلک کو ایک لمحہ کیلئے نہ چھوڑا۔کسان مزدور تحریکوں میں سر دھڑ کی بازی لگانے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔

وارث خان آف رشکئی ڈاڈر سینی ٹوریم

رائے عامہ پوپلزئی نمبر ۸ جون ۱۹۴۵ صفحہ ۱۱

بابو فضل خالق:۔

1940 میں ایک مرتبہ پھر امام حریت کو کوہاٹ اور بنوں کے مقام پر باغیانہ تقریروں کی

پاداش میں قید بامشقت کی سزا کاٹنے کیلئے جیل میں بند کر دیا گیا۔ نہ صرف یہ بلکہ حضرت امام حریت کے بہت پیارے بھائی اور بعد میں مفتی اعظم سرحد کے منصب پر جلوہ افروز ہونے والے عظیم الشان سیاسی اور مذہبی رہبر حضرت مولانا عبدالقیوم پوپلزئی کو بھی گرفتار کر کے اپنے بھائی کے ساتھ جیل بھیج دیا گیا۔ جیل سے رہا ہونے کے بعد ڈپٹی کمشنر پشاور اسکندر مرزا نے حضرت امام حریت پر بے شمار پابندیاں عائد کیں۔ یہاں شاید میرا یہ لکھنا ضروری ہو کہ یہ وہ ڈپٹی کمشنر اسکندر مرزا ہے جو بعد میں پاکستان کے صدر جمہوریہ بن بیٹھے تھے۔ ہمارے ملک میں یہ بہت بڑا المیہ رہا ہے کہ ایسے بہت سارے لوگ جو انگریز سامراج کے دور میں قیام پاکستان تک انگریز کے کاسہ لیس تھے اور مختلف عہدوں پر فائز رہتے ہوئے انگریزوں کے ہاتھ پاؤں مضبوط کرنے کی ہر ممکن کوششیں کرتے رہے، انگریز حکومت کی خاطر اپنے ہم وطنوں پر جہاں بھر کے ظلم وستم کیے، مگر افسوس کہ پھر یہ آزادی کے متوالے دیکھتے رہے کہ وہی انگریزوں کے بوٹ پالش کرنے والے ملک کے سب سے بڑے عہدوں پر براجماں ہو کر ذرائع ابلاغ کے ذریعے اپنی بزرگی اور تجربہ کاری جتانے نظر آتے ہیں۔ شاید ہی دنیا میں کوئی ایسا ملک ہو جہاں آزادی حاصل کرنے کی مخالفت کرنے والے، آزادی میں سیاہ سفید کے مالک بن بیٹھیں اور آزادی کے پروانے مرتے دم تک غریب الوطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوں۔

حضرت امام حریت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے انتھک جدوجہد کی۔ اپنی صحت کا بہت کم خیال رکھا۔ وہ اسلئے کہ حضرت کو ایسا موقع بہت کم ملا کہ صحت کا مکمل خیال رکھتے۔ بیماری کے باوجود صبح سے شام تک سیاسی کاموں میں مشغول رہتے اور جب جیل چلے جاتے تو پھر علاج اور پرہیز کی کوئی صورت نہیں ہوتی تھی۔ اسلئے کہ ایک تو فرنگی سامراج اس عظیم سیاسی رہبر کو "سی" کلاس میں رکھ کر علاج معالجے کی سہولت سے محروم رکھتے اور کم مقدار میں ناقص خوراک کھانے پر مجبور کرتے۔ اس طرح امام حریت کی صحت روز بروز گرتی رہتی تھی۔ حضرت علامہ کی قید کے ایام میں ساتھ رہنے والے متعدد ساتھیوں سے راقم کی بالمشافہ بات چیت ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ جیل میں کسی معمولی بیماری میں مبتلا سیاسی کارکن یا عام اخلاقی قیدیوں کیلئے حضرت امام حریت اتنے بہترین تیمار دار ثابت ہوتے کہ اپنی بیماری تک کو فراموش کر دیتے۔ بلکہ اپنی بیماری اپنے ساتھیوں سے بھی چھپاتے۔

حضرت کے اکثر ساتھیوں نے راقم کو بتایا کہ اسیری کے ایام میں ہمیں یاد نہیں کہ کبھی امام حریت نے ہمیں رات کو اپنی بیماری کی وجہ سے نیند سے محروم کیا ہو جبکہ حضرت علامہ خود کئی راتیں نڈھال

رہے اور رات بھر سو بھی نہ سکے تھے۔

بہت بعد میں کہیں جا کر پشاور میونسپل کارپوریشن نے لاہوری دروازے میں ایک چھوٹی سڑک کو حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے نام سے موسوم کیا اور اب سنا ہے کہ چارسدہ روڈ پر عید گاہ چوک کو حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے نام سے موسوم کیا جا رہا ہے۔لیکن یہ کوئی خراج عقیدت نہیں۔ حضرت علامہ جو اپنی ذات میں ایک بہت بڑا ادارہ تھے،ضرورت ہے کہ ان کے افکار پھیلانے کیلئے ایک بڑے تعلیمی ادارے کا قیام عمل میں لایا جائے اور حضرت کی کتب افکار سے بھرپور ایک بڑی لائبریری حضرت علامہ کے نام سے قائم کی جائے تاکہ نہ صرف حضرت علامہ بلکہ دیگر عظیم قائدین آزادی کی تعلیمات سے عام لوگ اور نئی نسل استفادہ کر سکے اس سلسلے میں پاکستان خصوصاً پختونخوا کی قومی،عوامی اور ترقی پسند مذہبی جماعتیں مل کر حضرت علامہ کے نام سے ایک بہت بڑے سیمینار کے انعقاد کا بندوبست کریں۔

بابو فضل خالق

روزنامہ جدت پشاور 23 نومبر 1990

سادھو سنگھ سوز:۔

مولانا صاحب نے اپنی زندگی کا قیمتی حصہ موجودہ ظالم حکومت کے جبر و تشدد کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں گزارا۔آپ نے ہر ظلم کے خلاف جہاد کیا اور ہر مصیبت کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔مولانا صاحب تقریباً دس مرتبہ جیل گئے اور ہر بار کی قید سات پانچ اور دو سال کے قریب تھی۔مرحوم کی یہ آخری قید تین سال کی تھی جو ۱۹۴۰ میں بنوں شہر میں ظلم ناروا کے خلاف ایک تقریر کی بنا پر ہوئی۔حکومت سرحد نے ان کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا وہ کسی ہندوستانی سے پوشیدہ نہیں۔مولانا صاحب جیسی ہستی جو کہ صوبہ سرحد کے مسلمانوں کے مفتی اعظم تھے۔جو فیصلہ حاکم وقت نہ کر سکتے تھے وہ فیصلہ مفتی اعظم صاحب شریعت کے مطابق کر دیتے تھے۔ایسی ہستی کو حکومت وقت نے "سی" کلاس میں رکھ کر نامردی کا ثبوت دیا۔اس گندی فضاء میں رہنے سے آپ کی صحت پر برا اثر پڑا۔نتیجہ کے طور پر آپ رہائی کے چند ماہ بعد وفات پا گئے۔

سادھو سنگھ سوز

رائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945 صفحہ 39

رضا ہمدانی:۔

جب وہ جیل سے باہر آئے تو درد گردہ اور پلورسی کا مرض ساتھ لیکر آئے۔ اور اس کے بعد مسلسل چارپائی کی پٹی سے لگے رہے۔ اور 1944ء میں وفات پاگئے۔ دینی عالم ہونے کے ساتھ ساتھ مولانا ایک آتش نوا شاعر اور نڈر صحافی بھی تھے۔ آپ نے 1927ء میں ہفتہ وار اخبار سرفروش جاری کیا تھا۔ جس نے سیاسی بیداری میں بڑا کردار ادا کیا۔ میں نے مولانا عبدالرحیم کو منبر پر قال اللہ قال الرسول کہتے بھی سنا۔ سیاسی جلسوں میں ان کی آتش ریز تقریریں بھی سنیں۔ مزدوروں، خاکروبوں کے جلوس کی قیادت کرتے بھی دیکھا۔ مولانا کی شخصیت پہلودار تھی۔ اگر ان کو سرحد کا حسرت موہانی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

قید و بند کی صعوبت، چکی کی مشقت اور فکر سخن مولانا کی شخصیت کے جز و لاینفک اور زیور زندگی تھے۔ ان کی زندگی کا کوئی لمحہ بھی آرام و سکون سے نہیں گزرا۔ بلکہ وہ ہر آن "حق اللہ" اور "حق العباد" کیلئے برسر پیکار رہے۔ ان کا شمار سرحد کے چند ایک علمائے حق میں ہوتا ہے۔ وہ بڑے پرہیزگار و متقی بھی تھے اور ذہنی و فکری طور پر بھی ترقی پسند تھے۔ ان کی شاعری اور فکر و سخن میں زندگی کے شعلے پنہاں تھے۔ برصغیر میں جب ادب کی ترقی پسند تحریک شروع ہوئی تو اس میں حضرت مولانا حسرت موہانی بھی شریک تھے۔ اس عہد میں صوبہ سرحد میں مولانا (عبدالرحیم) کی فکر شعر و سخن کے آفتاب و ماہتاب ڈھال رہی تھی۔ وہ اپنی شاعری کے ذریعے بھی حق اللہ اور حق العباد کی ترویج و تشہیر کرتے رہے، ان کی آواز کروڑوں مظلوموں کی آواز تھی۔ چنانچہ انگریز سامراج کے خلاف شعر و سخن کے پردے میں مولانا نے جو کچھ کہا وہ ہماری ادبی تحریک کا ایک رجائی پہلو اور صحت مند روایت ہے۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی فرماتے ہیں۔

توپ کا خوف ہے ہم کو نہ ہیں خائف بم سے
آبرو ہے رسن و دار کی قائم ہم سے
دیکھنے میں تو فقط خاک نشیں ہیں ہم لوگ
لیکن عظمت کو جو دیکھو تو ہے بڑھ کر جم سے

اشک سے اہل گلستان کا عجب حال ہوا
اس قدر دیکھا جو مانوس قفس کو ہم سے
عمر بھر قید وقفس میں رہے فریاد نہ کی
زندہ ہے نام اسیروں کا ہمارے دم سے
آشفتہ سروں میں بھی دھن کا وہی پکا ہے
جو رنج فزوں چاہے اور درد سوا مانگے
کیوں گل کی طرح چپ ہو اس گلشن عالم میں
سوچو تو کسے کب کچھ ملتا ہے بلا مانگے

مولانا کی فکر میں وقت کی پکار اور لمحات کی داستان ہے جو آزادی کا ایک حصہ اور تاریخ کا روشن باب ہے۔ ان کی شاعری معاشرے کے زخموں کا مداوا ہے۔ مولانا عبدالرحیم فرماتے ہیں۔

مذہب نہیں دیتا ہے تعلیم غلامی کی
تم سچے مسلمان ہو آزادی کے پروانو
سختی سے نہ گھبراؤ وہ سامنے منزل ہے
کچھ اور بھی تیزی سے بڑھتے چلو دیوانو
یہ برق زدہ خرمن تاراج ہوا تو کیا
کس چیز سے ڈرتے ہو اے سوختہ سامانو

روزنامہ مشرق پشاور
یکم اگست 1983

سید فارغ بخاری:۔

1939ء میں برطانوی حکومت نے آزاد قبائل پر بمباری کی تو آپ نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے بنوں کے جلسہ عام میں ایک آتشیں تقریر کی۔ جس پر آپ پانچ سال کیلئے جیل بھیج دیئے گئے۔ کچھ عرصہ بعد ایڈوائزری کمیٹی بنی تو اس نے آپ کو اس شرط پر رہا کرنا چاہا کہ آپ بنوں نہ جائیں مگر آپ نے مشروط طور پر رہا ہونے سے صاف انکار کر دیا۔ 1943ء میں معیاد

اسیری گزار کر باہر آئے تو آپ کی صحت بے حد گر چکی تھی۔ دوران اسیری ہی میں آپ کو درد گردہ اور پلورسی کا عارضہ ہو گیا تھا۔ رہا ہونے کے بعد دو سال تک بستر علالت پر پڑے رہے اور آخر 31 مئی 1944 کو اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔

مولانا مرحوم صوبہ سرحد کی بہت بڑی عوامی شخصیت اور ہمہ صفت موصوف انسان تھے۔ آپکے علم وفضل کا یہ عالم تھا کہ فلسفہ، منطق، حکمت، قرآن، حدیث اور سیاست کا درس دیتے وقت گھنٹوں بے تکلف بولتے اور بڑی بڑی گتھیوں کو نہایت آسانی سے سلجھا دیتے۔ انداز خطابت مسحور کن تھا۔ شعلہ نوا مقرر تھے۔ اس کے علاوہ آپ ایک نڈر صحافی، بےخوف رہنما، بلند پایہ ادیب اور انقلابی شاعر بھی تھے۔ آپ ان تھک سیاسی لیڈر اور دیوانگی کی حد تک آزادی کے پرستار تھے۔ آپ کو ایک شاعر کی حیثیت سے نہ صرف اپنے ہمعصروں میں ممتاز درجہ حاصل ہے بلکہ آپ ترقی پسند شاعری کے بھی رہنما ہیں۔ آپ کا ذہن نئی قدروں سے آشنا تھا۔ اور حقیقتاً آپ نے ہی یہاں سب سے پہلے شعوری شاعری کا سنگ بنیاد رکھا۔ افسوس ہے کہ آئے دن کی خانہ تلاشیوں اور قید و بند کے مصائب کی وجہ سے آپ کا کلام محفوظ نہیں رہ سکا۔ لیکن جو چند ایک متفرق اشعار دستیاب ہوئے ہیں وہ اتنے بلند پایہ ہیں کہ ان سے آپ کی شاعرانہ عظمت اور خلاقانہ قوت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مولانا صرف سرحد کے ہی نہیں، پاک و ہند کے پہلے ترقی پسند شاعر ہیں، جنہوں نے شعوری طور پر نئی قدروں کو اپنایا۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی فرماتے ہیں۔

داد دے صیاد کچھ تو حریت کا راگ ہم
عمر بھر زنجیر کی جھنکار پر گاتے رہے

فارغ بخاری "ادبیات سرحد" جلد سوم صفحہ نمبر 226 تا 232

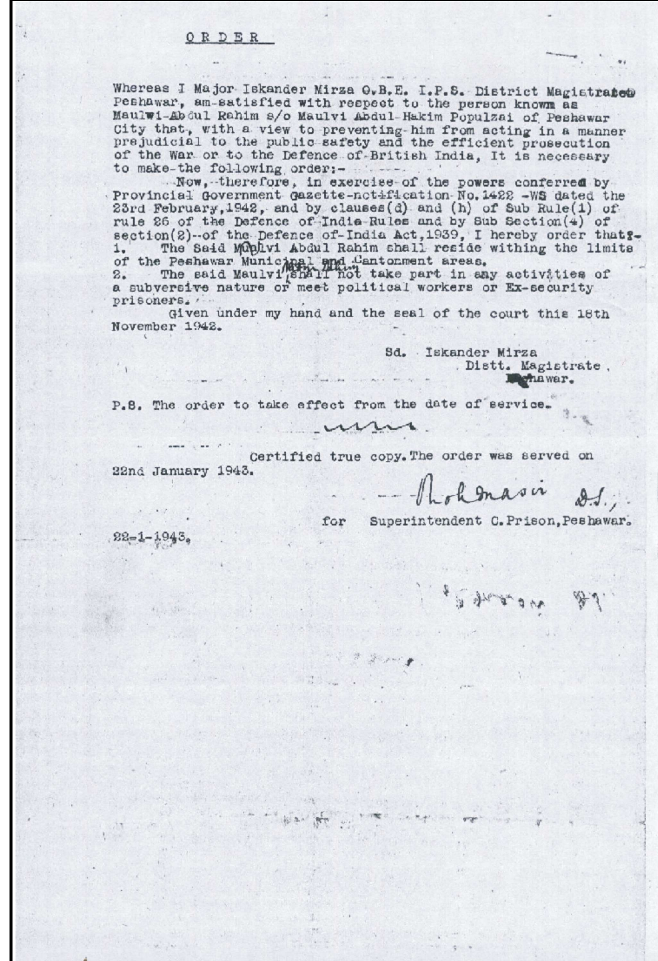
پروفیسر محمد شفیع صابر:۔

1939ء میں برطانوی حکمرانوں نے وزیرستان میں آزاد قبائل پر ہوائی جہازوں اور بکتر بند گاڑیوں کے ذریعے وحشیانہ بمباری کی۔ جس کے نتیجے میں بہت بڑی تعداد میں قبائلی مارے گئے۔ اس وحشت اور بربریت کے خلاف امام حریت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے پھر صدائے احتجاج بلند کی اور حکومت نے انہیں گرفتار کر کے جیل بھیج دیا۔ وہاں سے امام حریت تین سال بعد قید کاٹ کر رہا ہوئے تو

انتہائی کمزور ہو چکے تھے اور اسی دوران ساری زندگی قید و بند کی صعوبتوں سے مات نہ کھانے والی ہستی حضرت مفتی اعظم امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی جہاد اور انقلاب کے معرکے سر کرتے ہوئے 31 مئی 1944 کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

آپ کی وفات پر صوبے میں سرکاری تعطیل کا اعلان کر دیا گیا۔ آپ کے جنازے میں جو کہ جناح پارک (کننگھم پارک) میں رکھا گیا تھا، لاکھوں لوگوں نے شرکت کی۔ کئی مقتدر بزرگوں نے آپ کے ولی اللہ ہونے کی تصدیق کی ہے۔ آپ شہر کی تاریخی یادگار جامع مسجد قاسم علی خان میں مدفون ہیں۔ مستقبل کا مورخ جب سچی تاریخ لکھے گا تو آزادی کی جنگ لڑنے والوں میں امام حریت حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی قربانیوں اور جدوجہد کا پلڑا بہت بھاری پائے گا۔

محمد شفیع صابر روزنامہ مشرق 2 جون 1986ء



ORDER

Whereas I Major Iskander Mirza O.B.E. I.P.S. District Magistrate Peshawar, am satisfied with respect to the person known as Maulwi-Abdul Rahim s/o Maulvi Abdul-Hakim Populzai of Peshawar City that, with a view to preventing him from acting in a manner prejudicial to the public safety and the efficient prosecution of the War or to the Defence of British India, It is necessary to make the following order:-

Now, therefore, in exercise of the powers conferred by Provincial Government gazette-notification No.1422 -WS dated the 23rd February,1942, and by clauses(d) and (h) of Sub Rule(1) of rule 26 of the Defence of India Rules and by Sub Section(4) of section(2)--of the Defence of-India Act,1939, I hereby order that:-

1. The Said Maulvi Abdul Rahim shall reside withing the limits of the Peshawar Municipal and Cantonment areas.

2. The said Maulvi shall not take part in any activities of a subversive nature or meet political workers or Ex-security prisoners.

Given under my hand and the seal of the court this 18th November 1942.

Sd. Iskander Mirza
Distt. Magistrate,
Peshawar.

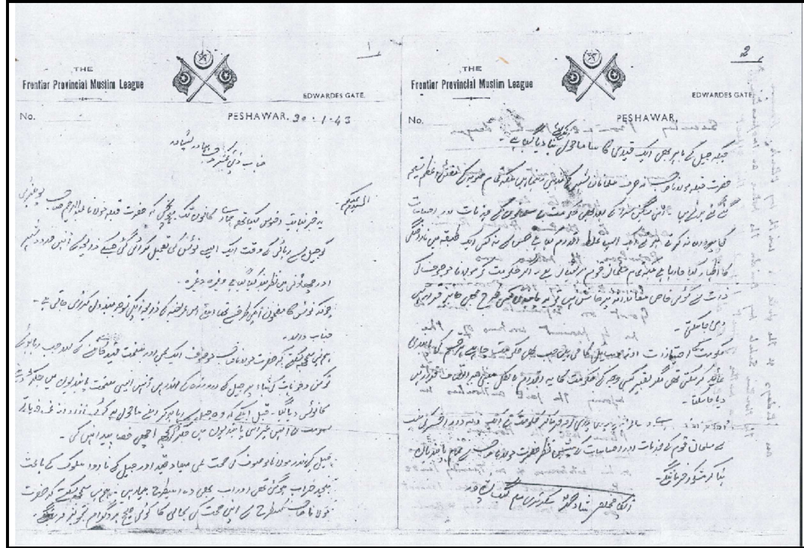
P.S. The order to take effect from the date of service.

Certified true copy. The order was served on 22nd January 1943.

Rohmasir D.S.,
for Superintendent C.Prison,Peshawar.

22-1-1943.

سابق صدر پاکستان میجر اسکندر مرزا کی طرف سے بطور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مولانا کے خلاف پابندیوں کا آخری حکم نامہ



THE Frontier Provincial Muslim League — EDWARDES GATE, PESHAWAR. 30-1-43

No.

[illegible]

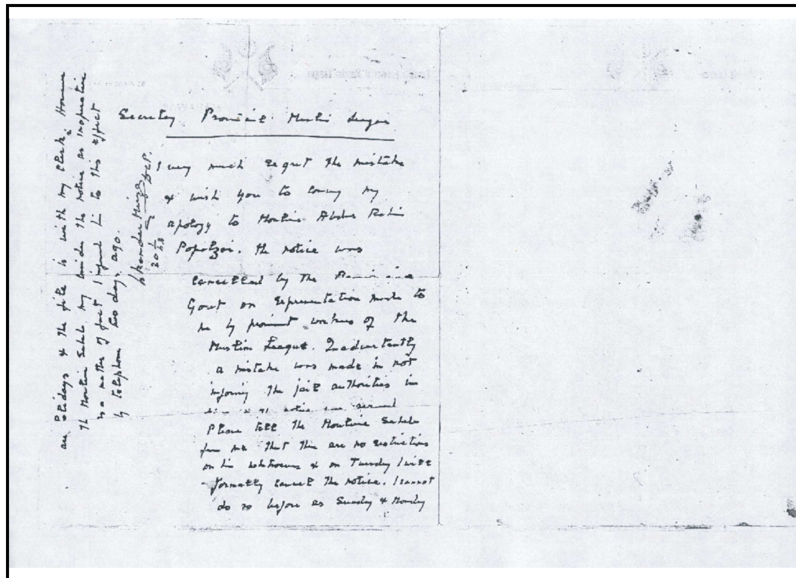
THE Frontier Provincial Muslim League — EDWARDES GATE, PESHAWAR.

No.

[illegible]

مسلم لیگ پشاور کے سیکرٹری ملک شاہ محمد خان کا ڈپٹی کمشنر اسکندر مرزا کے نام خط

سابق صدر پاکستان اسکندر مرزا کی طرف سے بطور ڈپٹی کمشنر مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی



Secretary Provincial Muslim League

I very much regret the mistake & wish you to convey my apology to Moulvi Abdur Rahim Popalzai. The notice was cancelled by the [illegible] Govt on representation made to me by prominent workers of the Muslim League. Inadvertently a mistake was made in not informing the jail authorities [illegible] Please tell the Moulvi Sahib from me that there are no restrictions on his whereabouts & on Tuesday I will formally cancel the notice. I cannot do so before as Sunday & Monday are holidays & the file is with my clerk. However the Moulvi Sahib may [illegible] the notice as inoperative as a matter of fact I informed him to this effect by telephone two days ago.

Iskander Mirza [illegible]
20-1-43

خدمت میں معافی نامے کا عکس

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ جگہ غیر مسجد بنا کافی ہے جو کہ بول و براز غسل خانہ وغیرہ کی جگہ ہو۔ اور اس پر مدرسہ تعمیر کیا جاوے۔ تو اس تعمیر کے اخراجات میں زکوٰۃ کا پیسہ صرف ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

الجواب: [illegible] صاحب نصاب زکوٰۃ اپنی زکوٰۃ سے مسجد یا اس جیسی دوسری موجب ثواب تعمیرات پر خرچ نہیں کر سکتا، شرع شریف کا یہ حکم [illegible] استثنائی ان صورتوں پر بھی حاوی ہے کہ جو مال زکوٰۃ مذہبی جلسوں، جلوسوں، کانفرنسوں، مسافرخانوں، سڑکوں، پلوں، کنوؤں، یتیموں پر خرچ کیا جائے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے دینے والے کی جانب سے تملیک اور لینے والے کی جانب سے قبضہ ضروری ہے اور یہ [illegible]

(ب) [illegible]

خلاصہ: ۲- اگر کوئی غیر مستحق زکوٰۃ مال زکوٰۃ کو غیر مشروط طور پر حاصل کر کے اپنی مرضی سے مسجد یا اس جیسی دوسری عمارت [illegible] صرف کر دے تو جائز ہے۔

[illegible] واللہ اعلم بالصواب

۹ ربیع الثانی [illegible] مطابق [illegible]

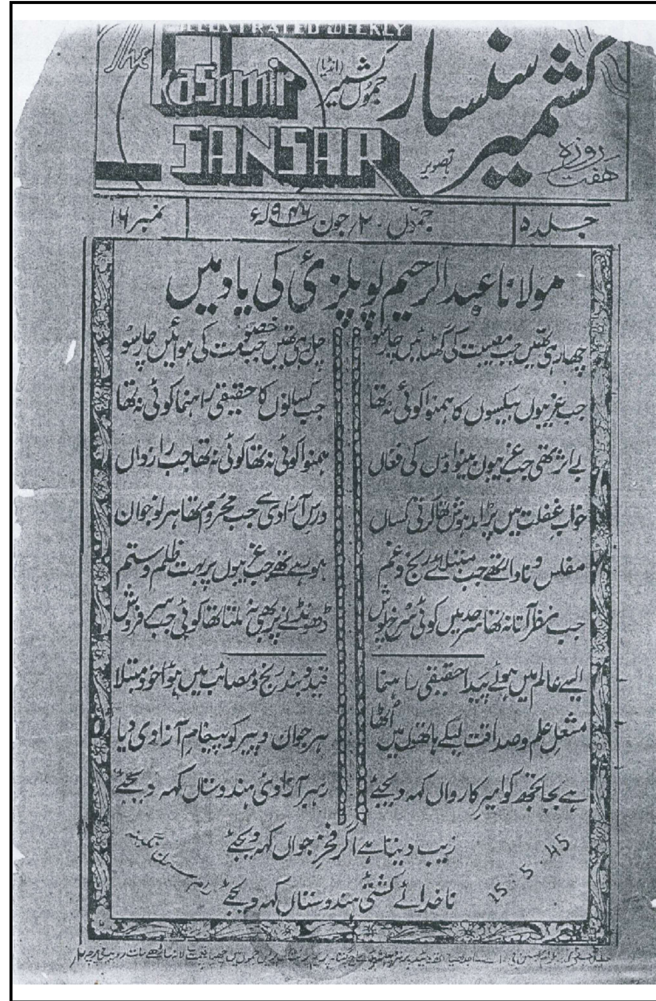
المسائل:

(۱) ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا الی نحو مسجد وکفن میت وقضاء دینه (درمختار باب المصرف) لعدم التملیک [illegible] (درمختار) هندیه عن [illegible] لا یجزئه لعدم التملیک الا اذا دفع له الطعام کان یعقل القبض [illegible]

البحر الرائق۔

(۲) وحیله

وفات سے قریباً ایک ماہ پہلے بستر علالت سے مولانا کا تحریر کردہ فتویٰ



ILLUSTRATED WEEKLY

The Kashmir Sansar

ہفت روزہ تصویر کشمیر سنسار

جموں کشمیر (انڈیا)

جلد ۵ | جمعہ ۲۰ جون ۱۹۴۷ء | نمبر ۱۶

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی یاد میں

چھا رہی تھیں جب مصیبت کی گھٹائیں چار سو
چل رہی تھیں جب خصومت کی ہوائیں چار سو

جب غریبوں بیکسوں کا ہمنوا کوئی نہ تھا
جب کسانوں کا حقیقی راہنما کوئی نہ تھا

بے اثر تھی جب غریبوں بینواؤں کی فغاں
ہمنوا کوئی نہ تھا کوئی نہ تھا جب رازداں

خوابِ غفلت میں پڑا مدہوش تھا کرتی کساں
درسِ آزادی سے جب محروم تھا ہر نوجواں

مفلس و نادار تھے جب مبتلائے رنج و غم
ہو رہے تھے جب غریبوں پر بہت ظلم و ستم

جب نظر آتا نہ تھا سرحد میں کوئی خیر خواہ
ڈھونڈنے پر بھی نہ ملتا تھا کوئی جب سرفروش

ایسے عالم میں ہوئے پیدا حقیقی راہنما
قید و بند رنج و مصائب میں ہوا خود مبتلا

مشعلِ علم و صداقت لیکے ہاتھوں میں اٹھا
ہر جوان و پیر کو پیغامِ آزادی دیا

ہے بجا تجھ کو امیرِ کارواں کہہ دیجئے
رہبرِ آزادیٔ ہندوستاں کہہ دیجئے

زیب دیتا ہے اگر فخرِ جواں کہہ دیجئے
ناخدائے کشتیٔ ہندوستاں کہہ دیجئے

رام سرن نگینہ
15.5.45

رام سرن نگینہ کا منظوم خراجِ عقیدت

چودھواں باب امام حریت کیا چاہتے تھے؟

مولانا ہندوستان میں اس دور میں ولی الٰہی تحریک کا جو باقاعدہ ایک فلسفہ پر مبنی ہے مقام متعین کرنا چاہتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ آج سابقہ حرکات کے مقامات بدل چکے ہیں۔ پہلے تحریک کا منشا ایک آزاد ریاست کا قیام تھا۔ اور اسکے لئے لازماً کسی نہ کسی خارجی مقام کی تلاش تھی۔ لیکن آج صورت یہ نہیں۔ آج ہندوستانی عوام کا ایک مخصوص طبقہ حصول اقتدار کی جدوجہد میں بڑے زوروں سے مصروف کار ہے۔ اور قدرت نے اسے اس امر پر مامور کر دیا ہے کہ وہ اپنے پیش رو کی جگہ لے کر آگے بڑھے۔ ہمیں اب اپنی ولی اللٰہی تحریک کے مقاصد کی جو ہندوستانی عوام کی تحریک تھی، نئی تشریح کرنا ہے۔ تاکہ ہم اپنا ایک مقام متعین کر لیں۔ مولانا کانگریس کو سامراج دشمن تو مانتے تھے مگر فرماتے تھے کہ آج کانگریسی قیادت جہاں سامراج دشمن ہے وہاں وہ ہندی سرمایہ دوست بھی ہے اور اس نئی تبدیلی نے جہاں اسکو مضبوط کیا ہے وہاں اسے کمزور بھی کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ تمام ہندوستان کے عوام کی ترجمان تھی۔ اب وہ صرف ہندی سرمایہ کی ترجمان ہے اور اس میں عوام کو ثانوی حیثیت حاصل ہے۔ مولانا ایک تحریک میں اسکے عوامی پہلو پر بہت زور دیتے تھے۔ ایک تحریک میں اگر عوام کا مفاد مقدم رہتا ہے تو وہ عوامی تحریک ہے ورنہ وہ اس طبقے کی تحریک ہو جاتی ہے جسے اس میں سیادت حاصل ہو۔

صوبہ سرحد میں مولانا ایک طرف خدائی خدمت گار تحریک کے ہمدرد تھے۔ کیونکہ یہ اصلاً سامراج دشمن تحریک تھی لیکن اس پر جس طرح زمیندار چھا گئے تھے اور یہ ان کے جاگیردارانہ عزائم کی آلہ کار بن گئی تھی اسکے مولانا مخالف تھے۔ مولانا ہندوستانی سوسائٹی کو اپنے سامنے رکھتے تھے جو جاگیرداری اور نوآبادی نظام کی مخلوط سی شکل تھی۔ اس میں ایک طرف انفرادیت پسندی حد سے زیادہ ہے اور دوسری طرف سامراجی عزائم کی مخالفت کا بھی جذبہ ہے۔ مولانا اس پر بڑا زور دیتے تھے کہ ہمارا ملک جاگیرداری دور سے گزر رہا ہے اور ساتھ ہی مقامی سرمایہ بھی ابھر رہا ہے لیکن وہ بدیشی سرمائے کا حصہ بنتا جا رہا ہے اور نئی ریاست سامراجی مقاصد کو بروئے کار لانے کیلئے بنائی جا رہی ہے۔ یعنی ہمارے ریاستی ڈھانچے کی تشکیل یورپ کے ترقی یافتہ ملکوں کے نمونے پر ہے۔ اس لئے یہاں کی عوامی تحریکوں کو ایک ترقی یافتہ سامراجی مشینری سے مقابلہ کرنا ہے جو صحیح اور گہرے شعور اور علمی قابلیت کے بغیر ناممکن ہے۔ اس سلسلے میں مولانا اپنے ساتھیوں کو شاہ ولی اللہ کی تحریک کے تجربات سے آگاہ کراتے رہتے اور اس

تحریک کے رہنماؤں اور کارکنوں پر ہندوستان اور غیر ممالک میں جو کچھ گزری، غیر ممالک میں برطانوی اثر ورسوخ اپنے مخالفوں کے خلاف کیسے کام کر رہا ہے اور کس طرح بعض مجاہدین کو برطانوی محکمہ خارجہ کے جاسوسوں سے قتل کرادیا گیا وغیرہ وغیرہ۔ وہ ان سب باتوں پر روشنی ڈالتے۔

مولانا فرماتے تھے کہ آج کل سرمایہ انفرادی نہیں رہا کہ وہ کسی فرد واحد کا سرمایہ ہو بلکہ ایک گروہ یا خاندان کا سرمایہ ہوتا ہے۔ انفرادی سرمایہ اور اس نوع کے گروہی سرمایہ میں یہ فرق ہوتا ہے کہ پہلا ایک فرد کو منافع دیتا ہے اور اس سے ایک مخصوص گروہ کو منافع ملتا ہے جو بڑا با اثر اور ترقی یافتہ ہوتا ہے۔ لیکن یہی سرمایہ اگر مخصوص گروہ کی تنظیم سے نکل کر عوامی تنظیمی شکل اختیار کر لے تو فرق صرف تقسیم منافع کا ہوگا، نہ کہ صورت سرمایہ کا۔ ایک کمپنی کے حصہ داروں کو اپنی حدود کے اندر جمہوری تنظیم کا بھی حق پہنچتا ہے اور اس طرح ایک گروہ جمہور کے سرمائے پر مسلط ہوجاتا ہے۔ یہ حال آج کل اکثر سرمایہ داروں کا ہے کہ وہ کمپنی کے کچھ حصے لے کر اس کے سارے سرمائے کو اپنی تحویل میں کر لیتے ہیں اور دوسرے حصہ داران پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتے۔ ان حالات میں جمہوریت ختم ہوجاتی ہے۔ اب اگر سوسائٹی میں جمہوریت کا قیام چاہیے تو مخصوص گروہ کے خلاف عام سرمایہ کا اتحاد ضروری ہے۔ اور وہ صرف امداد باہمی اور باہمی اشتراک ہی سے ممکن ہے۔ یہی سرمایہ جمہوریت کی اساس ہوگا۔

اور اس پر تمام حصہ داروں کا علی المراتب برابر کا حق ہوگا۔ ابتدائے اسلام میں بیت المال کے ادارے کا قیام صرف حکومت وقت کے مصارف کیلئے نہ تھا بلکہ ہر شخص کا اس پر اپنی ضروریات کے مطابق یکساں حق تھا۔ اس دور میں بیت المال شخصی تصرف سے بالا تھا۔ اور یہ صحیح معنوں میں پوری امت کا بیت المال تھا۔ غرض ابتدائے اسلام کی جمہوریت کا یہی اساس تھا۔ لیکن حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد یہ صورت بدل گئی اور بنو امیہ نے بیت المال کو اپنی جاگیر بنالیا۔ اور اس طرح وہ ان کے اقتدار کا وسیلہ بن گیا۔ اگر بیت المال کی تنظیم جمہوری رہتی، جمہور مسلمان اسکی آمد و خرچ سے باخبر رہتے اور اس پر ان کا حق تسلیم کیا جاتا تو آج ملت اسلامیہ کی تاریخ دوسری ہوتی۔ بیت المال کی اسی حرص و آز نے بنو امیہ میں آمریت پیدا کر دی۔ وہ باہمی کشمکش اور سازشوں کا شکار ہوگئے اور آخر کار یہی چیز ان کی تباہی کا باعث بنی۔

اسی طرح اگر ہندوستان میں سرمایہ مشترکہ اداروں کی شکل میں ترقی کرے تو وہ جمہوریت کی بنیاد بن سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ با اثر اور صاحب امتیاز اقلیت کے ہاتھ میں ترقی کرے گا تو یہ سرمایہ موجودہ

برطانوی سامراج کا دشمن تو ہوسکتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ عوام دوست بھی ہو۔مولانا فرماتے تھے کہ یہی وجہ ہے کہ محکوم ملکوں میں سرمایہ دار آزادی ملک کی تحریک میں انقلابی موڑ پر پہنچ کر آخر میں سامراج سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔کیونکہ ملک کی عوامی تحریک جب ایک خاص موڑ سے گزر جاتی ہے تو وہ صرف سامراج دشمن نہیں رہتی بلکہ عوام دوست بھی ہوجاتی ہے۔اس مرحلے پر مقامی سرمایہ دار قومی مقامی آزادی کی تحریک کے خلاف بدیشی سامراج سے سمجھوتہ کی راہ تلاش کرتے ہیں اور اس طرح وہ خود بھی ایک بڑے سامراجی ملک کے حصہ دار بن جاتے ہیں۔اس موڑ پر عوام کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اس تبدیلی کے خطرے سے آگاہ رہیں۔

پارٹی کی تنظیم میں باہمی مشاورت کو مولانا بہت اہمیت دیتے تھے۔آپ فرماتے تھے کہ آج کل کی اکثر کمیونسٹ پارٹیاں ایک مخصوص گروہ کی آمریت بن جاتی ہیں اور اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان مشین کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔اگر چہ دعویٰ جمہوریت کا رہتا ہے اور اس طرح ایک انقلابی فلسفہ کو آہستہ آہستہ ردانقلاب کی طرف دھکیل دیا جاتا ہے۔انسان کو جب بھی تقلید پر مجبور کیا گیا انسانی ترقی کی اقدار کا خاتمہ ہوگیا۔اجتہاد ہی انسانی زندگی کی ترقی کی بنیاد ہے اور اجتہاد کا ملکہ دراصل غور وفکر سے پیدا ہوتا ہے۔اور اگر غور وفکر کو انسانی زندگی سے نکال دیا جائے تو باقی رہ ہی کیا جاتا ہے۔اسی لئے مولانا پارٹی کے اندر آزادانہ بحث وتمحیص کو پارٹی کی زندگی قرار دیتے تھے۔اور چھوٹے چھوٹے مسائل پر عام کسانوں سے تبادلہ خیال فرماتے تھے۔ان کا ارشاد تھا کہ بعض دفعہ سچائی ایک فلاسفر کے مقابلے میں ایک عام آدمی کے قول کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔جب بھی کوئی انسانی گروہ یہ کہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اور سمجھتا ہے، وہ بالکل سچ ہے تو یہ گروہ ہمیشہ کیلئے اپنے اوپر کائنات کو سمجھنے کے دروازے بند کر دیتا ہے۔اور غرور نفس میں مبتلا ہو کر اپنے لئے اخلاقی موت کے سامان مہیا کرتا ہے، جو آہستہ آہستہ حقیقی موت پر منتج ہوجاتی ہے اور یہ اس لئے کہ معرفت تامہ اس دنیا میں ناممکن ہے۔

رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد کہ اے اللہ! میں آپ کو حق معرفت کے درجے میں نہیں پہچان سکا، خود اس حقیقت پر دال ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ پارٹی کے اندر بحث ومباحثہ سے حقیقت حال دریافت کی جائے۔اس دور میں مولانا جہاد فی سبیل اللہ کے سب سے بڑے داعی تھے۔وہ فرماتے تھے کہ انسانیت کی اجتماعی بہتری اور بہتر اخلاق کا تصور لفظ "اللہ" کے تصور میں ہے۔جو دلالت کرتا ہے "جمع کمالات" پر۔اب اگر خیر اور حصول خیر ایک کمال ہے تو کمال خیر کیلئے جہاد ضروری

ہے۔مولانا فرماتے تھے کہ جب انسانیت کیلئے خیر کا حصول لازمی ہے۔محض ضرورت نہیں تو جو گروہ حصول خیر کیلئے ایک زمانے میں خیر کے حصول کا نظریہ پیش کرتا ہے اور اس پر عمل درآمد کراتا ہے وہ گروہ قائدامت کہلاتا ہے۔کیونکہ وہ ایسے فائدہ کے حصول کا داعی ہوتا ہے جو نوع انسانی کا فائدہ ہے۔اسے قرآن کی اصطلاح میں گروہ مومنین سے تعبیر کیا گیا ہے۔یہی مفلحون کا گروہ ہے۔حضرت امام حریت کی فکر کو سمجھنے کیلئے اسکی اصل اساس یعنی حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی تحریک اور انکا فلسفہ سمجھنا ضروری ہے۔

تحریک ولی اللہ:۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کی شاگردی پر حضرت امام حریت بڑا فخر کرتے تھے۔فرمایا کرتے تھے کہ مجھے فخر ہے کہ حضرت شیخ الہند جیسے مجاہد میرے استاد ہیں۔حضرت شیخ کی تربیت نے آپ کو ایک بڑا انقلابی اور سامراج دشمن بنا دیا تھا۔آپ انگریز سامراج کے زبردست مخالف اور قوم کی آزادی کے داعی ہونے کی وجہ سے انگریزی سامراج کے حاشیہ بردار طبقوں کے ظلم و جبر اور جاگیرداری اور سرمایہ داری کے بھی شدید ترین مخالف ہوگئے تھے۔اور ملک سے غیر ملکی سامراج کا عمل دخل ختم کرنے کے ساتھ ساتھ اسکے دیسی گماشتوں کا سیاسی اقتدار بھی ختم کرنا چاہتے تھے تاکہ ملک صحیح معنوں میں سیاسی اور اقتصادی طور پر آزاد ہو۔آپ کے زمانے میں تحریک ولی اللہی کے مراکز باقاعدہ طور پر سرحد اور آزاد قبائل میں کام کررہے تھے۔آپ کا رابطہ اس تحریک کے دوسرے متعلقین کے ساتھ رہتا تھا۔اس تحریک کے متعلقین حضرت شاہ ولی اللہ کی فلاسفی کے پیروکار اور اس فلاسفی کی بنیاد پر معاشرہ میں موجود رزائل کو رفع کر کے ایک فلاحی معاشرہ قائم کرنے کی تگ ودو میں لگے رہتے تھے۔

حضرت امام حریت نے حضرت شاہ ولی اللہ کے فلسفے سے فیض حاصل کر کے ملک میں انقلاب برپا کرنے کیلئے ایک ترقی پسند فکر کی بنیاد رکھی تھی۔آپ کی سیاسی زندگی میں اس ترقی پسندانہ فکر کے رہنما اصول عملی جدوجہد کی اصل اساس کے طور پر ہمیشہ پیش نظر رکھے گئے۔مشینی دور کے نئے تقاضوں اور بنی نوع انسان کی نئی ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر آپ نے اپنے تجربے اور وجدان سے حضرت امام ولی اللہ کے فلاحی پروگرام کو مزید وسیع تناظر میں پیش کیا تھا۔حضرت شاہ ولی اللہ کے اس انقلابی فکر کو سمجھے بغیر کوئی شخص اس پس منظر کو نہیں سمجھ سکتا جس میں حضرت امام حریت سیاسی اور اقتصادی آزادی کی

دعوت لیکر اٹھے اور اس کو عملی شکل دینے کیلئے تمام عمر وقف کردی۔ آپ نے اپنے شیوخ کی رکھی ہوئی بنیاد پر نظریہ وحدت الوجود اور وحدت ادیان کے تحت اس کام کیلئے مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کو بھی تیار کرنے کا کام کیا۔ اس پس منظر کو سمجھنے کیلئے اور حضرت شاہ ولی اللہ کے فلاحی نظریات اور موجودہ سیاسیات میں انکی اہمیت اور افادیت واضح کرنے کیلئے یہاں مختصر طور پر ولی الٰہی فلاسفی کے کچھ اصول بیان کرنا بے محل نہ ہوگا۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے ہاں انقلاب کیلئے پرانے فرسودہ نظام کو نیست و نابود کر دینا ضروری ہے۔ چنانچہ اس معاملے میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا نعرہ ہے **"فک کل نظام"** یعنی ہر ایک نظام کو شکست کر دینا اور اس میں انقلاب برپا کرنا۔ (تحریک شیخ الہند صفحہ نمبر 78) لیکن کسی نظام کی صرف اینٹ سے اینٹ بجا دینا بجائے خود کوئی مقصد نہیں۔ پرانے نظام کو نیست و نابود کرنے کے بعد جس نئے نظام کی داغ بیل ڈالنی مقصود ہے، حضرت شاہ ولی اللہ نے اس کے خدوخال بھی ۱۷۳۱ء میں متعین فرمائے تھے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے جس زمانے میں یہ نظریات پیش کئے تھے اس وقت انقلاب فرانس (۱۷۸۹ء) نصف صدی بعد آنے والا تھا۔ اور کمیونزم کے معلم اول کارل مارکس اور اسکے رفیق عزیز اینگلس کی پیدائش میں پوری ایک صدی باقی تھی۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نظریات کو پڑھئے اور سوچئے کہ اس حکیم الہند نے یہ انقلابی نظریات کتنے عرصہ قبل پیش کرکے انسانیت کو ظلم و جبر کی بھٹی سے نکالنے کی کوشش کی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے اقتصادی اصول تحریک شیخ الہند مؤلف مولانا سید محمد میاں (شاگرد حضرت شیخ الہندؒ) سے حرف بحرف یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

اقتصادی اصول:۔

1: دولت کی اصل بنیاد محنت ہے۔ مزدور اور کاشت کار قوت کا سبہ ہیں۔ باہمی تعاون مدنیت (شہریت) کی روح رواں ہے۔ جب تک کوئی شخص ملک وقوم کیلئے کام نہ کرے، ملک کی دولت میں اسکا کوئی حصہ نہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ والبدور البازغہ بحوالہ تحریک شیخ الہند صفحہ نمبر ۷۸)

(۲) جوا۔ سٹہ۔ اور عیاشی کے اڈے ختم کیے جائیں۔ جن کی موجودگی میں تقسیم دولت کا صحیح نظام قائم نہیں ہوسکتا۔ اور بجائے اسکے کہ قوم اور ملک کی دولت میں اضافہ ہو، دولت بہت سی جیبوں سے نکل

کرایک طرف سمٹ آتی ہے۔(تحریک شیخ الہند،صفحہ نمبر۷۹)

(۳) مزدور کاشت کار اور جو لوگ ملک کیلئے دماغی کام کریں، دولت کے اصل مستحق ہیں، انکی ترقی اور خوشحالی ملک اور قوم کی ترقی اور خوشحالی ہے۔ جو نظام ان قوتوں کو دبائے، وہ ملک کیلئے خطرہ ہے اس کو ختم ہو جانا چاہیے۔(تحریک شیخ الہند صفحہ نمبر۷۹)

(۴) جو سماج محنت کی صحیح قیمت ادا نہ کرے مزدوروں اور کاشت کاروں پر بھاری ٹیکس لگائے قوم کا دشمن ہے، اسکو ختم ہو جانا چاہیے۔(تحریک شیخ الہند صفحہ نمبر۷۹)

(۵) ضرورت مند مزدور کی رضامندی قابل اعتبار نہیں، جب تک اس کی محنت کی وہ قیمت ادا نہ کی جائے جو امداد باہمی کے اصول پر لازم ہوتی ہے۔(تحریک شیخ الہند،صفحہ نمبر۷۹)

(۶) جو پیداوار اور آمدنی، تعاون کے اصول پر نہ ہو وہ خلاف قانون ہے(صفحہ نمبر۷۹)۔

(۷) کام کے اوقات محدود کئے جائیں۔ مزدوروں کو اتنا وقت ضرور ملنا چاہیے کہ وہ اخلاقی اور روحانی اصلاح کرسکیں اور انکے اندر مستقبل کے متعلق غور وفکر کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔(تحریک شیخ الہند،ص۷۹)

(۸) تعاون باہمی کا بہت بڑا ذریعہ تجارت ہے۔ لہٰذا اس کو تعاون کے اصول پر ہی جاری رہنا چاہیے۔ پس جس طرح تاجروں کیلئے جائز نہیں کہ وہ بلیک مارکیٹ یا غلط قسم کے کمپٹیشن سے روح تعاون کو نقصان پہنچائیں ایسے ہی حکومت کیلئے درست نہیں کہ بھاری ٹیکس لگا کر تجارت کے فروغ و ترقی میں رکاوٹ پیدا کرے یا رخنہ ڈالے(صفحہ نمبر۸۰)

(۹) وہ کاروبار جو دولت کی گردش کو کسی خاص طبقہ میں منحصر کر دے، ملک کیلئے تباہ کن ہے (ص ۸۰)

(۱۰) وہ شاہانہ نظام زندگی جس میں چند اشخاص یا چند خاندانوں کے عیش وعشرت کے سبب سے دولت کی صحیح تقسیم میں خلل واقع ہو، اسکا مستحق ہے کہ اسکو جلد از جلد ختم کر کے عوام کی مصیبت ختم کی جائے۔ اوران کو مساویانہ نظام زندگی کا موقع دیا جائے (نمبر۸۰)

سیاسی اصول:۔

(۱۱) زمین کا مالک حقیقی اللہ (اور ظاہری نظام کے لحاظ سے اسٹیٹ) ہے تحریک شیخ الہند صفحہ نمبر۸۰

باشندگان ملک کی حیثیت وہ ہے جو کسی مسافر خانہ میں ٹھہرنے والوں کی۔ملکیت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حق انتفاع میں دوسرے کی دخل اندازی قانوناً ممنوع ہو۔صفحہ نمبر ۸۰

(۱۲) سارے انسان برابر ہیں۔کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو مالک ملک، ملک الناس، مالک قوم یا انسانوں کی گردنوں کا مالک تصور کرے، نہ کسی کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی صاحب اقتدار کیلئے ایسے الفاظ استعمال کرے صفحہ نمبر ۸۱۔

(۱۳) اسٹیٹ کے سربراہ کی وہ حیثیت ہے جو کسی وقف کے متولی کی ہوتی ہے۔وقف کا متولی اگر ضرورت مند ہو تو اتنا وظیفہ لے سکتا ہے کہ عام باشندگان ملک کی طرح زندگی گزار سکے۔صفحہ نمبر ۸۱۔

بنیادی حقوق:۔

حجتہ اللہ البالغہ اور ورالبدور البازغہ وغیرہ تصانیف میں ارتفاقات (مفادات عامہ) کے عنوان سے بہت مفصل بحث کی ہے ان کا ماحصل یہ ہے کہ

(14) روٹی، کپڑا، مکان اور ایسی استطاعت کہ نکاح کر سکے اور بچوں کی تعلیم وتربیت کر سکے، بلا لحاظ مذہب ونسل ہر ایک انسان کا پیدائشی حق ہے۔

(15) اسی طرح مذہب، نسل یا رنگ کے کسی تفاوت کے بغیر عام باشندگان ملک کے معاملات میں یکسانیت کے ساتھ عدل وانصاف، ان کے جان و مال کی حفاظت، انکی عزت وناموس کی حفاظت، حق ملکیت میں آزادی، حقوق شہریت میں یکسانیت، ہر باشندہ ملک کا بنیادی حق ہے۔

(16) زبان اور تہذیب کو زندہ رکھنا ہر ایک فرقہ کا بنیادی حق ہے۔

بین الاقوامی تحفظات:۔

(17) ان حقوق کو حاصل کرنے کی شکل یہ ہے کہ خودمختار علاقے بنائے جائیں۔یہ خودمختار اکائیاں اپنے معاملات میں آزاد ہونگی۔ہر ایک یونٹ میں اتنی طاقت ضرور ہونی چاہیے کہ اپنے جیسے یونٹ کے اقدام کا مقابلہ کر سکے۔یہ تمام اکائیاں ایک ایسے بین الاقوامی نظام (بلاک) میں منسلک ہوں جو فوجی طاقت کے لحاظ سے اقتدار اعلی کا مالک ہو۔اس کو یہ حق نہیں ہوگا کہ کسی مخصوص مذہب یا مخصوص تہذیب کے کسی یونٹ پر حملہ کر سکے (تحریک شیخ الہند صفحہ نمبر 81 وصفحہ نمبر 82)

مذہبیات:۔

(18)(ا) دین اور سچائی کی اصل بنیاد ایک ہے اس کے پیش کرنیوالے ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔
(ب):۔ داعیان صداقت ہر ملک اور قوم میں گزرے ہیں۔ان سب کا احترام ضروری ہے۔
(ج):۔ سچائی اور دین کے بنیادی اصول تمام فرقوں میں تقریباً تسلیم شدہ ہیں۔مثلاً اپنے پروردگار کی عبادت،اس کے لئے نذرونیاز،صدقہ وخیرات،روزہ وغیرہ۔یہ سب کام سب کے نزدیک اچھے ہیں۔ البتہ عملی صورتوں میں اختلاف ہے۔
(د):۔ ساری دنیا کے سماجی اصول اور ان کا منشاء ومقصد ایک ہے۔مثلاً ہر ایک مذہب اور فرقہ جنسی انارکی کو ناپسند اور اخلاقی جرم قرار دیتا ہے۔جنسی تعلقات کے لئے مرد اور عورت میں ایک معاہدہ، ہر ایک فرقہ میں ضروری ہے۔البتہ معاہدہ کی صورتیں مختلف ہیں۔ایسے ہی ہر ایک فرقہ،اپنے مردہ کو نظروں سے غائب کر دینا ضروری سمجھتا ہے۔اختلاف اس میں ہے کہ زمین میں دفن کر کے نظروں سے اوجھل کیا جائے یا جلا کر(تحریک شیخ الہند صفحہ نمبر 82) یہ تھے حضرت شاہ ولی اللہ کے نظریاتی اصول۔جنکو اپنے دور کے حالات کے مطابق اختیار کر کے،حضرت امام حریت اور انکے دوسرے ساتھیوں نے مشعل راہ بنایا اور اپنے زمانے کی سیاسی اصطلاحات کے حوالے سے ان اصولوں کو پیش نظر رکھا۔گو کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنے فکر کو دو الفاظ میں محیط کیا ہے۔ایک لفظ ہے اقترابات جسکے معنی ہیں کہ انسان کو حقوق اللہ سے آشنا ہونا چاہیے اور اللہ تعالی کے ساتھ ربط رکھنا چاہیے۔اور دوسرا لفظ ارتفاقات ہے،جس سے مراد سیاست مدن یا انسانی سوسائٹی کی فلاحی بنیادوں پر تعمیر کے اصول ہیں۔حضرت شاہ ولی اللہ کی فکر میں خواہ وہ عمرانیات سے متعلق ہو یا تصوف کے ضمن میں ہو،مخصوص اصطلاحات ملتی ہیں۔آج کے دور کی اصطلاحات مثلاً سیکولرزم،سوشلزم،فیوڈل ازم اور کیپٹلزم،اس زمانے میں رائج نہ تھیں۔اگر حضرت شاہ ولی اللہ کے ان اصولوں پر بروقت ایک فلاحی معاشرے کی بنیاد رکھی جاتی تو آج جدید سوسائٹی کی امامت اور قیادت عالم کا جھنڈا ہمارے ہاتھ میں ہوتا۔اور غیروں کو ہماری نظریاتی بے خبری کا فائدہ اٹھا کر ہمیں سیاسی اور اقتصادی غلام بنانے کی جرات بھی نہ ہوسکتی۔اس ضمن میں یہ بات ذہن میں رکھنے کے قابل ہے کہ اگر ہندوستان بھر کے تمام مفلوک الحال لوگ بلالحاظ مذہب ونسل حضرت شاہ ولی اللہ کے اصولوں پر کسی بھی نعرہ ومنشور کے تحت انقلاب برپا کرنے میں کامیاب ہوجاتے تو اس میں سب سے زیادہ فائدہ

خود مسلمانوں کو ہوتا کیونکہ اقتصادی غلامی میں سب سے زیادہ وہ مسلمان ہی جکڑے ہوئے تھے۔ جبکہ ملک کی آزادی کے وقت تک سرمایہ دار طبقہ یا تو ہندو و پارسی تھا یا پھر انگریزوں کا خطاب یافتہ جاگیردار طبقہ جو مسلمان ہو کر بھی مسلمانوں کے ساتھ غداری کا مرتکب ہو کر انعام واکرام اور جاگیروں کا مالک بنادیا گیا تھا۔ اس لئے حضرت امام حریت اس فلاسفی کے وارث ہونے کے ناطے اپنے زمانے کے حالات کے مطابق جاگیرداری اور سرمایہ داری کی مخالفت بہت ضروری خیال کرتے اور اس مقصد کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہتے تھے۔ اسی لئے کانگرس کا رکن اور عہدیدار ہونے کے باوجود کانگرسی دور حکومت میں بھی کسانوں کے حقوق کے لئے آواز اٹھانے کی پاداش میں انہیں جیل جانا پڑا جہاں انہیں قید بامشقت کی سزا دیکر سی کلاس میں رکھا گیا۔

پندرھواں باب مزاحمتی اور حبسیہ شاعری

مولانا مزاحمتی اور حبسیہ شاعری کے بھی امام تھے۔ان کا کلام زیادہ تر جیل خانوں کی پیداوار ہے۔اس میں سے بھی زیادہ تر وہی حصہ محفوظ رہ سکا ہے، جو آخری قید و بند کے دوران تخلیق ہوا، اور مولانا کی جلد وفات کے باعث کسی خانہ تلاشی کی نذر ہونے سے بچ گیا۔

ان کی شاعری سے متعلق کوئی رائے اتنی مستند نہیں ہوسکتی جتنی اساتذہ شعراء کی ہوسکتی ہے۔ ادبیات سرحد کے مصنف اور قادر الکلام اردو شاعر فارغ بخاری کتاب کی جلد سوم میں صفحہ نمبر 330 پر راقم طراز ہیں۔

" مولانا صرف سرحد ہی نہیں بلکہ پاک و ہند کے پہلے ترقی پسند شاعر ہیں جنہوں نے شعوری طور پر نئی قدروں کو اپنایا۔اگر چہ انہیں سیاسی الجھنوں اور قید و بند کے مصائب نے شعر و سخن کی طرف بہت کم متوجہ ہونے کا موقع دیا۔اس کے باوجود جو کچھ انہوں نے کہا وہ زمانے کی دستبرد سے محفوظ رہ سکتا تو آج اردو ادب اپنے اس قیمتی اثاثے پر فخر کرتا۔خصوصاً حبسیات پر تو جو کچھ مولانا نے کہا ہے اسے اولیت بھی حاصل ہے اور اس میں جو تاثیر کی شدت ہے وہ ان کے بعد بھی سوائے فیض کے اور کسی کو نصیب نہیں ہوسکی"۔

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے بارے میں مشہور شاعر رضا ہمدانی نے اپنے کالم " حجرہ" میں " علامہ عبدالرحیم پوپلزئی سرحد کے پہلے ترقی پسند شاعر " کے عنوان سے روزنامہ مشرق پشاور جمعہ 8 اکتوبر 1991ء کی اشاعت میں لکھا۔

" مولانا محترم ایک حساس شاعر تھے۔انہوں نے اپنے مقاصد کے اظہار کے لئے عربی، فارسی اور اردو زبانوں کا سہارا لیا۔عربی میں ان کا خطاب اپنے ہم عصر علماء کرام سے ہے۔جمود کی خاموش جھیل میں آپ نے پتھر پھینک کر گوشہ عافیت میں پناہ گیر اہل علم اور علماء کو بیدار کرنے کی سعی جمیل فرمائی۔انہوں نے شعر کے پردے میں مقصد کی بات کی۔مولانا صوبہ سرحد میں اردو کے پہلے ترقی پسند شاعر تھے۔نظم میں کم اور غزل کے قالب میں زیادہ مولانا کے افکار میں مقصد کا موثر اظہار ملتا ہے۔ان کے کلام میں پختگی بھی ہے اور اعلیٰ فنی اقدار بھی۔غزل کے تمام آداب کا احترام والتزام ان کی اردو غزل کا طرہ امتیاز ہے۔غزل کے جملہ محاسن کو برقرار رکھتے ہوئے آپ نے اپنے نعرہ مستانہ سے فضاء میں گھما

گہی کوجنم دیا اور واشگاف الفاظ میں معاشرے کے قبیح چہروں سے ریا کاری کا ملمع اتارا۔ سماج کی کالی بھیڑوں کو بے نقاب کیا۔ عوام کے درد و کرب کو نہ صرف آشکارا کیا بلکہ اس کا مداوا بھی ڈھونڈا۔ انہوں نے ایک شعر سے وہ کام لیا جو نشتر کے دفتر بھی نہیں کر سکتے۔ وہ سفر میں رہے یا حضر میں، گھر میں رہے یا مسجد میں، میدان عمل میں رہے یا مدرسے میں، انہوں نے فکر سخن ترک نہیں کی اور اپنے سادہ سلیس اشعار میں ایسی باتیں کہیں جو قاری اور عوام کے دل میں اُتر گئیں۔ ان کے ایک ہاتھ میں قلم اور دوسرے میں تلوار تھی۔ وہ ان دونوں ہتھیاروں سے اپنے مقصد کی تکمیل کرتے رہے۔ ان کی غزل ایک لحاظ سے ان کی آپ بیتی یا سرگزشت ہے۔ سیاست کے خارزار کو انہوں نے غزل کے گلدستے میں سجا کر پیش کیا ہے جس سے مشام کائنات معطر ہو رہا ہے۔"

پروفیسر خاطر غزنوی نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی پر یوں تبصرہ کیا ہے "یہ قابل احترام ہستیاں ہر دور اور ہر دور کی ظلمتوں میں روشنیاں بکھیرتی ہیں۔ ایسی عظیم ہستیوں میں ہمارے ہاں کے ایک عظیم مرد راہ داں، امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی تھے۔ انہوں نے حیات کے لئے مذہب، مذہب کے لئے سیاست اور سیاست کے لئے احتجاج کی روش اپنائی۔

ان کا یہ شعر تو ان کی زندگی کا آئینہ ہی نہیں مکمل تفسیر بھی ہے

داد دے صیاد کچھ تو حریت کا راگ ہم
عمر بھر زنجیر کی جھنکار پر گاتے رہے

یہ شعر شعریت کا حسن، الفاظ کی دلکش ترتیب، نغمگی کا سحر، ایثار و قربانی کی لگن اور سب سے بڑھ کر حریت کے عشق جان سوز کی تپش و لذت لئے ہوئے ہے۔ بلکہ اردو کی انقلابی شاعری میں اس شعر کو حیات جاوداں ملے گی۔

(خاطر غزنوی 31 مئی 1994 ٹاؤن ہال پشاور)

کہنہ مشق شاعر پروفیسر محسن احسان نے مولانا کے کلام پر حسب ذیل تبصرہ لکھا ہے۔

"ان کی غزلوں میں زندگی کی تلخ اور حوصلہ طلب حقیقتوں سے آنکھ چرا کر فراریت کا انسانیت سوز رجحان کہیں نظر نہیں آتا۔ بلکہ اس کے برعکس وہ زندگی کی نبض پر ہاتھ رکھ کر سوچنے اور لکھنے کے قائل ہیں۔ یہ ان کے کلام کی وہ حیات آفرین اور صحت مند قدر ہے جس کو علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی خود آگہی اور احساس کی دیانت سے نہایت گہرا تعلق ہے۔ ان کے فن میں آپ کو شدید درد کی کسک دکھائی دے گی

جسے شاعر نے اپنے وجود کا حصہ بنالیا ہے۔ان کے کلام سے ذہن کی کشادگی کے ساتھ مسائل حیات کو سمجھنے کا چوکنا پن اوراعلی حوصلگی ملتی ہے۔اس سے ان کی سوچ میں روح عصر کی بیداری کا احساس ہوتا ہے۔ان کی سوچ کا مطمع نظر ایک بہتر ماحول، ایک مہذب تر اسلامی معاشرہ اور ایک روشن تر مستقبل ہے"۔

نامور ادیب اور شاعر عطاء الحق قاسمی نے ان الفاظ میں علامہ عبدالرحیم صاحب پوپلزئی کے کلام پر اپنی رائے پیش کی ہے۔" مجھے جب امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے حالات زندگی اور ان کا منتخب کلام پڑھنے کا موقع ملا تو یقین جانیں مجھے میرے ضمیر نے شدید کچوکے دیئے۔میں صوبہ سرحد کی اتنی بڑی شخصیت کے کام اور کلام سے واقف نہ تھا۔صرف میں ہی نہیں قومی سطح پر ہم لوگ مولانا حسرت موہانی اور مولانا ظفر علی خان کی استعمار دشمنی، ان کی استقامت، ان کی قربانیوں اور ان کی شاعری کے کمالات سے تو واقف ہیں۔لیکن علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کا نام ہمارے لئے اجنبی ہے، جن کی قربانیاں اور جن کے کام کی نوعیت ان بزرگوں سے مختلف نہیں ہے۔علامہ پوپلزئی کے علمی کمالات اور سیاسی جدوجہد کی تفصیل کے علاوہ ان کا کلام پڑھ کر بھی مجھے حیرت ہوئی کہ اتنی بھر پور مصروفیات کے باوجود انہوں نے اپنے اندر کے شاعر کو مرنے نہیں دیا"

ممتاز شاعر پروفیسر طٰہ خان نے مولانا پوپلزئی کی کلام پر ذیل کا تبصرہ کیا ہے۔" علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کا شمار بھی ان بڑے لوگوں میں ہوتا ہے جنہیں زمانہ مٹا نہیں سکتا۔موت مار نہیں سکتی، زندگی بھول نہیں سکتی۔مفتی عبدالرحیم پوپلزئی تحریک آزادی و بیداری کے ایک روشن خیال مصلح بھی تھے۔ ایک فراخ دل سیاسی رہنما بھی تھے۔ایک بلند مرتبت شاعر بھی تھے۔ایک دوراندیش سیاسی رہنما بھی تھے۔انہوں نے کبھی اپنے ضمیر اور قلم سے غداری نہیں کی۔جو محسوس کیا وہی کہا اور جو کہا سچ کہا۔

نہ گرمی راس آتی ہے نہ سردی
نہ برکھا میں کوئی سکھ دیکھتا ہوں
بہار آئی گئی اور میں بدستور
بہار داغ دل دکھلا رہا ہوں
صبا کرتی ہے گل کا پیرہن چاک
میں اپنا ہی گریباں پھاڑتا ہوں

(روزنامہ مشرق پشاور 23 نومبر 2002ء)

مذکورہ بالا قد آور شعراء اور کئی دیگر ادیبوں کے تبصروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا عبدالرحیم صاحب آزادی کی جد و جہد اور جیل کی صعوبتوں کے باوجود شعر و سخن کی حکایات خونچکاں بھی لکھتے رہے۔ بلکہ زیادہ تر ان کا وہی کلام محفوظ رہ سکا ہے جو معرکہ بنوں کے سلسلے میں اپنی زندگی کی آخری اسیری کے دوران مختلف کاغذوں کے پرزوں پر لکھتے رہے۔ اور زیادہ تر یہ 1941ء کے زمانے کا کلام ہے۔ چونکہ اس زمانے کا اس کتاب کے نفس مضمون سے گہرا تعلق ہے، اس لئے اس آخری دور کی حبسیات کا انتخاب پیش کیا جا رہا ہے۔

لطف ساقی پہ منحصر ہے نشاط
رند نے کیا شراب میں دیکھا
ہم نے کھولی جو زندگی کی کتاب
عشق ہی باب میں دیکھا
نافہ مشک کیا ختن ہی ختن
دل کے ہر پیچ و تاب میں دیکھا
دل کی درماندگی کہ اور تو اور
آپ کو بھی حجاب میں دیکھا
وائے آشفتگی دل کا علاج
ہم نے بوئے گلاب میں دیکھا
قیس کا کیا بنا بیابان میں
اک پیاسا سراب میں دیکھا
پیرو مسلک آہنسائی
تو نے کیا اس نصاب میں دیکھا
عشق اور پھونک پھونک کر چلنا
سچ بتا کس کتاب میں دیکھا
عشق اور دعوائے شکیبائی
کیا سکوں اضطراب میں دیکھا
انقلاب امم ہوا رسوا
انقلاب انقلاب میں دیکھا
جی کے دنیا میں کیا مزا پایا
خواب کو ہم نے خواب میں دیکھا
جل کے خود ہی دکھا دے پوپلزئی
جو تماشا کباب میں دیکھا

جائیں کیا منہ لے کے مے خانے کو ہم
پاس ساغر ہے نہ مینائے شراب
حبیب خالی ہاتھ خالی دیکھ کر
دور سے دے دیں گے ٹکا سا جواب
یہ بھی کھٹکا ہے مبادا میفروش
مانگنے لگ جائے اگلا ہی حساب
گھر میں تو ایک بوریا تک بھی نہیں
کوٹھری اجڑی ہوئی آنگن خراب
ساکھ سے چلتا ہے سارا لین دین
زر ہے دولت اور یہ دولت مآب
جس لگن سے دل ہوا تھا پاش پاش
اس کے گن گایا کیا چنگ و رباب
غمزہ دل کی کشاکش بھی ہے یاد
اور ساقی کا بھی رہ رہ کر عتاب
دل کی بے تابی بھی بڑھ جائے گی جب
زلف ساقی میں جو آئے پیچ و تاب
1941ء

-----o-----

رنگ لاتا ہے ابھی دیکھئے کیا کیا ساون
کالی کالی یہ گھٹائیں ہیں بلا کی پر فن
شعبدہ گر ہیں کہ رو رو کے کبھی ہنس ہنس کر
آگ اور پانی کا دکھلاتی ہیں ہم کو سنگھٹن
یہ شرابور کہاں سے مرے سر آدھمکی

کچھ سمجھ میں نہیں آتے ہیں ہوا کے کھیکھن
بجلیاں جھانکتی پھرتی ہیں کہ کیا رنگ کریں
پھونک ڈالیں کوئی کٹیا کہ جھلس دیں تن من
چھاگلیں لائی ہے بھر بھر کے مگر ساگر سے
گرد آلود تھا مدت سے فضا کا دامن
یا کوئی سامنے حوروں کا لگا ہے خیمہ
کہ نگاہوں میں نہ آجائے سکھی کا جوبن
قیس کی آہوں سے لیلےٰ کی عماری کا اچھاڑ
کیا بنا لائی ہے فطرت کی سیانی درزن
کیا شکن کھول دیئے یار نے زلفوں کے تمام
کہ نئے روپ میں پھبتا ہی نہیں ہے بندھن
1941ء

-----o-----

مجھ سے یاروں کا حال کیا پوچھو
یار کو ہائے یار نے مارا
یار کو یار نے تو کیا مارا
اصل میں اعتبار نے مارا
مجھ کو دی ہجر نے نہ اتنی مار
جس قدر انتظار نے مارا
جان نثاروں کو ننگ و نام سے کیا
بوالہوس کو وقار نے مارا
جی کے بھی مل گیا ہوں مردوں میں
مجھ کو اس انکسار نے مارا

جان بل کو پٹک کے شملہ کی
اونچی چوٹی سے کار نے مارا
جگ میں محنت کشوں کو فاقوں سے
خوب سرمایہ دار نے مارا
سوشلسٹوں کو مفلسی کا بم
تاک کر حال زار نے مارا
نوجوانوں کو خودسری کی مار
کانگرس کو سدھار نے مارا
جذبہ حریت کو رہ رہ کر
قوم کے انتشار نے مارا
سچ بتا روس کیا حقیقت ہے؟
تجھ کو کس افتخار نے مارا
باوجود احتیاط کامل کے
کس طرح اعتبار نے مارا
کھول دے تا کہ یہ عیاں ہوجائے
یار کو ہائے یار نے مارا

1941ء

-----o-----

مٹنے والوں کو میں ناکام کہوں یا نہ کہوں
عشق کو مورد الزام کہوں یا نہ کہوں
عشوہ حسن کو دی دل میں سدا عشق نے داد
ایک میں اس کو نکو نام کہوں یا نہ کہوں
چشم بدمست مغان سے مرے دل کی ہے نشاط

اس کو ذوق مئے گلفام کہوں یا نہ کہوں
کوٹھری یہ خم گیسو سے نہیں تنگ اے دل
اس اسیری کو بھی آرام کہوں یا نہ کہوں
دور پر دور چلا پھر بھی مرا جی نہ بھرا
کیا اسے گردش ایام کہوں یا نہ کہوں
حسن سے عشق کو اور عشق کو غم سے بھرنا
غم کو اس کا کرم عام کہوں یا نہ کہوں
ہے فنا عشق میں خود میری بقا کا آغاز
خواہ آغاز کا انجام کہوں یا نہ کہوں
ڈھونڈھ لائیگی دھندلکے میں کبھی صبح امید
مہر سے میں یہ سرشام کہوں یا نہ کہوں

1941ء

-----o-----

غم ہی سے کیوں نہ نالہ دل کا اثر رہے
بے صرفہ بار منت شام و سحر رہے
رو رو کے کیا بجھائے کوئی شعلہ ہائے غم
پانی میں بھی سنا ہے کہ پنہاں شرر رہے
دامن بچا بچا کے بھی چھوٹے نہ ہم سے وہ
مٹ کر بھی ہم غبار سر رہگذر رہے
مانند گل چمن میں بھی آشفتہ دل رہا
مجنون نہیں ہوں میں کہ بیاباں میں گھر رہے
ثابت ہوا کہ موت میں ہے زندگی کا راز
پر حیف اس سے اہل جہاں بے خبر رہے

1941ء

-----o-----

دل کو فدائے غمزہ کہوں یا ادا کہوں
حیراں ہوں میں کہ کیا کہوں اب اور نہ کیا کہوں
سب کہدیا رقیب نے ہی جانکنی کا حال
بے صرفہ ہے کہ میں بھی وہی ماجرا کہوں
اب تک تو اپنا دل ہی نہ قابو میں رکھ سکا
تم ہی کہو کہ غیر کو میں کیا برا کہوں
کیا کم ہے تیری ذرہ نوازی یہی کہ میں
جب پوچھتا ہوں حال تو کہتے ہو کیا کہوں
زاہد تو رات دن پیئے پوشیدہ خم کے خم
اور میری سادگی کہ اُسے پارسا کہوں
دور قدح وہ چاہیے ساقی کہ دمبدم
اک جام لے کے ہاتھ میں "اک اور لا" کہوں
بزم مغاں میں محتسب آ کے کھلا ترا بھرم
جام سفال پر دیا جام جہاں نمائے جم
قوم بنے کہاں سے جب گھر میں ہو شورش نسب
کوئی کہے عرب کوئی کہے عجم عجم
عقدہ کار کانگرس وا نہ ہوا سدھار سے
شانہ سے زلف یار کا کوئی کھلا نہ پیچ و خم
1941ء

-----o-----

کیا مٹے ہم کہ لے مٹی ہی نہیں

جل گئے پر لگی بجھی ہی نہیں
سن کے نالے کہا کہ کہا تو نے
کچھ پرانے خموں کی پی ہی نہیں
آہ کیسی ہے یہ فغاں کیسی
بے خودی ایسی بے خودی ہی نہیں
یہ پھپھولوں بھری تلی کیوں ہے
جبکہ کانٹوں کی کچھ کمی ہی نہیں
بن میں زخموں سے تیرے پاؤں کے
تو لہو کی کوئی ندی ہی نہیں
ایک کی ضد ہے کہ بات منوا لے
دوسرے نے کبھی سنی ہی نہیں
دن میں اندھیر کی کشاکش ہے
تیر پیہم ہیں پرانی ہی نہیں
اب تو یہ جان بل بھی کہتے ہیں
کہ غلامی میں زندگی ہی نہیں
نالے وہ عندلیب کیا جانے
جو ابھی دام میں پھنسی ہی نہیں
ہم سے کیا وہ بلا کو ٹالیں گے
پار ساگر سے تو ٹلی ہی نہیں
اک گھٹاؤں بھری اندھیری ہے
جو ہٹائے کبھی ہٹی ہی نہیں
ذوق انسانیت کو کیا جانے
جس کو قدرت نے عقل دی ہی نہیں
ذرہ آخر کہاں سے چمکے گا

جب کوئی اس پہ لو پڑی ہی نہیں
1941ء

-----o-----

بزم میں کچھ تو چاہیے عیش نہ ہو عزا سہی
نغمہ نہ ہو تو گو نہ ہو نوحہ ہی جابجا سہی
نشوونما زخم دل مان لیا کہ ہو ضرور
کچھ تو سبب بھی چاہیے غمزہ نہ ہو ادا سہی
غمزہ سے چھید چھید کر دل کو کیا انی انی
اس پہ بھی گر وہ نیک ہیں دل سے تو میں برا سہی
ذوق نوا پہ بلبلو اتنی نہ ہو زبان دراز
یہ تو کلی کلی میں ہے گو کہ ذرا ذرا سہی
لطف نگاہ ناز کو عام کیا کرم کیا
اب تو بہانہ چاہیے شکوہ نہ ہو دعا سہی
نالہ بھی کوئے یار میں ننگ کمال حسن ہے
دست کرم کے سامنے مانا کہ ہم گدا سہی
سنئے کہ پاس نام و ننگ عشق کی راہ میں سنگ
میں بھی اگر سبک ہوا عیب نہیں ہوا سہی
تیری خوشی میں غیر نے مجھ کو اگر مٹا دیا
چاہیے ایسی موت پر میری بھی اب رضا سہی
ہم نفسو! نہ چاہیے ایسی ہوا میں بے خودی
مان لیا کہ باخبر ناؤ کا ناخدا سہی
1941ء

-----o-----

محابا کیا ہے گر ہم جان تک اس بت کو دے آئے

کوئی اس کی نگاہوں سے بچا کر دل تو لے آئے
خدا جانے ہے ان کو میری بدمستی سے کیا حاصل
کہ ساقی لے کے خود جام و سبو میرے لئے آئے
صلائے عام ہے پیر مغاں کی اے جوان مردو!
کھلا ہے میکدہ اب شوق سے ہر اک پیے آئے
لرز جاتا تھا جن سے تو بھی اے چرخ کہن پہلے
وہی پر سوز نالے ہم تو مدت سے کیے آئے
گئے بزم مغاں میں شیخ ذوق مو عظمت لے کر
ولے سرمایہ ایمان و دانش جا کے دے آئے
گئے ہم رونق ہنگامہ بزم بتاں سن کر
ولے جیسے گئے تھے لوٹ کر ویسے چلے آئے
اسیری نے بتایا شیوہ وابستگی ہم کو
مری زنجیر کے حلقے بھی آپس میں بندھے آئے
نبھائیں گے ہم اس سے ہر طرح رسم وفا پوری
بگڑ کر آئے یا بن ٹھن کر جس انداز سے آئے
چمن میں گل کو پریشان ہمیشہ بو نے کیا
مجھے جہاں میں دل آشفتہ آرزو نے کیا
سراغ کی ہے طلب خود سراغ کو بیکار
صبا کو مفت میں آوارہ جستجو نے کیا
جو قید میں بھی نہ زنجیر کر سکی وہ کام
الجھ کے سلسلہ زلف مشکبو نے کیا
تری نگاہ کرم چاہتا ہوں اے ساقی
کہ سیر چشم نہ مجھ کو خم و سبو نے کیا
میں سیل اشک سے دل کھول کر نہالوں گا

حرج نہیں جو نہ ستھرا مجھے وضو نے کیا
وہ کیا مٹائیں گے داغوں کو اپنے دامن سے
عجیب ڈھنگ سے قابو مرے لہو نے کیا
کرے گا ستیہ گرہ بھی مقابلہ لیکن
وہی کرے گا جو خنجر تلے گلو نے کیا
وہ پابگور لڑائی کا ڈھنگ کیا جانیں
یہ کام سر ہی جوانان گرم خو نے کیا
پگھل رہا ہوں میں خود مثل شمع پوپلزئی
ستم کہاں سے کسی دوست یا عدو نے کیا
1941ء

-----o-----

بہت جی کر مرا مر کر جیا ہوں
اس اتھری جان سے اکتا گیا ہوں
کہاں تھا اور کہاں ہوں کیا تھا کیا ہوں
میں کس دلدل میں یارب آ پھنسا ہوں
نہ گرمی راس آتی ہے نہ سردی
نہ برکھا میں کوئی سکھ دیکھتا ہوں
یہ جیون بھی کوئی جیون ہے جس میں
کبھی تولہ کبھی ماشہ رہا ہوں
بہار آئی گئی اور میں بدستور
بہار داغ دل دکھلا رہا ہوں
صبا کرتی ہے گل کا پیرہن چاک
میں اپنا ہی گریباں پھاڑ تا ہوں

کبھی لٹو ہوا بوئے سمن پر
کبھی گر ویدہ رنگ حنا ہوں
پریشان دیکھ کر دریا کی لہریں
کبھی آشفتہ خاطر ہو گیا ہوں
کبھی ساحل کے انداز سکوں سے
میں آداب تحمل سیکھتا ہوں
کبھی گھوما جہاں رنگ و بو میں
کبھی دنیائے دل میں جا پھرا ہوں
گیا جس راہ سے یکبار مجنوں
میں اس سے بارہا آیا گیا ہوں
سراپا سوز ہوں کیا رات کیا دن
نہ سورج ہوں نہ میں کوئی دیا ہوں
زمانہ کچھ کہے میں جانتا ہوں
کہ کس پاداش میں زندہ جلا ہوں
رکھا بلبل نے گل سے سروکار
میں ہر آئے گئے سے ہمنوا ہوں

1941ء

-----o-----

خدارا کچھ تو بتلانا مغاں یہ ماجرا کیا ہے
کہ مے کش خم کے خم پی پی کے بھی ہشیار بیٹھے ہیں
بہت ہوں گے رموز بیخودی کے جاننے والے
کبھی رندوں میں بھی آکر کوئی دوچار بیٹھے ہیں
چلے آتے رہینگے ہر طرف سے پے بہ پے کب تک
یہ فتنے اس قدر یارب کہاں تیار بیٹھے ہیں

مداوائی خاک ہو روگی لگے کرنے مسیحائی
مسیحا کنج خلوت میں بنے بیمار بیٹھے ہیں
کہاں اے ہم نفس وہ دن کہ خاک پاک دیمبن میں
کہا کرتی تھی دنیا کہ شبلی و عطار بیٹھے ہیں
کبھی شانہ سے یارو کا کل پیچاں کے خم نکلے
کہ گاندھی جی آہنسا کی لیے تلوار بیٹھے ہیں
انوکھا کس نے پارہ کا اچھلنا آگ پر سمجھا
غلامی سے اگر بگڑے ہوئے خوددار بیٹھے ہیں
الجھ جاتے تھے جا جا کر جو پر آشوب موجوں سے
مسل کر آج طوفانوں کو دریا پار بیٹھے ہیں
سمالو اندر اندر ہی تمام آذر کدے رندو
کف شیون سے دل کو جانچنے اغیار بیٹھے ہیں

مکالمہ

تو دی بچہ بہ نو جوا نے میکرد شکایت زمانہ
کاروائے نہ عقل خام مردم نوریختہ اند طرح خانہ
دل بستہ بہ نشاء تے کہ سازد برباد نظام مالکانہ
ذوق طلب طرب نہ ماند کس را بہ می و مغ چغانہ
جز حاصل سعی دست و بازو روزی نہ بود ز آب و دانہ
آئین حقوق مرد و زن را باید کہ بود مساویانہ
نو گونہ فضا ست از کماری تا دامن خیبر و سمانہ
القصہ جوان گرم خوئے بشنید جو این ہمہ فسانہ
گفتا کہ چہ فتنہ ہانمودی در ملک بحیلہ و بہانہ
پروردہ لطف خاص مائی مانند یکے غلام خانہ
اما بچہ عشوہ مے سرائی ارباب فرنگ را ترانہ
تاچند کنی زنقش باطل زیبائش این نگارخانہ
وارفتہ دلی! بحسن لندن مفتون نگاہ جاودانہ
باطن ہمہ پر زخبث داری ظاہر بہ نماز پجگانہ
از خون فے است درسہ تو کیف نشہ مے مغانہ
د زمحنت ماست در سرایت سرمایہ عیش جاودانہ
امروز کہ صلاح کوشم از روی حق برادرانہ
گوئی کہ بہ ہرزہ مے سراید نازد بخیال مغویانہ
اے رونق بزم رونڈ ٹیبل منت کش لطف خسروانہ
آنست برائے صید دامے این است برائے دام ودانہ
دیدم بسے چنیں کہ بت را مردم بہ لباس صوفیانہ
گائے بہ نماز مے پر ستند گاہے بہ نیاز بندگانہ

مورخہ 21-1-42

سولھواں باب امام حریت عبدالرحیم پوپلزئی تاریخ کے آئینے میں!

1890ء پیدائش (آپ درانیوں کے شاہی خاندان پوپلزئی کے چشم و چراغ تھے)۔

حوالہ نمبر1۔ رائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945ء صفحہ نمبر 9

حوالہ نمبر2۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئیؒ از عمر فاروق خان صفحہ نمبر 9 سال اشاعت جنوری 1970ء وغیرہ۔

1912۔ حصول تعلیم کے بعد پشاور واپسی

حوالہ نمبر1: رائے عامہ پوپلزئی نمبر صفحہ نمبر 9 وغیرہ

1914-1912ء درس و تدریس۔ علمی سرگرمیاں، تحریک ولی اللہ اور حزب اللہ وغیرہ۔ روحانی سلسلہ میں حضرت نجم الدین ہڈہ شریف اور حضرت مولانا فضل حق خیر آبادیؒ سے بھی وابستگی اور رویائے صالحہ۔

حوالہ نمبر1 مطبوعہ فتوی امام الکلام فی مسلہ اذان عندالامام 1333ھ

حوالہ نمبر2: تاریخ صوبہ سرحد صفحہ نمبر 879 از محمد شفیع صابر

حوالہ نمبر3: خلاصہ خفیہ پولیس (Abstract of Intelligence) 1914ء

حوالہ نمبر4: کتاب مولانا عبدالرحیم پوپلزئیؒ از عمر فاروق خان ملک پوری سندھ ساگر اکیڈمی لاہور (وغیرہ)

1914ء مدرسہ اسلامیہ عربیہ الصمدیہ کا قیام

حوالہ: فتوی امام الکلام مطبوعہ 1333 ھجری

14-3-27 مدرسہ اسلامیہ بمقام مسجد قاسم علی خان کا باقاعدہ افتتاح

حوالہ: خلاصہ خفیہ پولیس 1914ء پیرا نمبر 241 جلد نمبر X صفحہ نمبر 76

1914ء خلافت اسلامیہ ترکی۔ کی امداد کی مہم

حوالہ: خلاصہ خفیہ پولیس پیرا نمبر 214 جلد نمبر X صفحہ 76 سال 1914ء

1914-20ء علمی و تدریسی سرگرمیاں۔ خفیہ انداز میں عوامی شعور کی بیداری کا کام

حوالہ: رائے عامہ پوپلزئی 8 جون 1945ء صفحہ نمبر 25

حوالہ نمبر 2: خلاصہ خفیہ پولیس جلد نمبر XXX1 پیرا نمبر 183 اور نمبر 207 شیخ الہندؒ کے علاوہ حکیم برکات احمدؒ مولانا انور شاہ کاشمیریؒ، مولانا غلام رسول بفویؒ سے بھی شرف تلمذ۔ علامہ عبدالرحیم صاحب کی شادی کے موقع پر شیخ الہند دیو بند سے پشاور تشریف لائے۔ آپ کے پیر بھائی مولانا عمادالدین انصاری شیر کوٹیؒ بھی موجود تھے۔ (بیان مولانا سعیدالدین شیر کوٹی) حضرت پوپلزئیؒ کا حضرت شیخ الہندؒ کے 17 خاص الخاص شاگردوں میں شمار۔

حوالہ: کتاب "علماء ہند کا شاندار ماضی" جلد پنجم و ششم۔ مکتبہ رشیدیہ کراچی صفحہ نمبر 101 مکتبہ محمودیہ لاہور وغیرہ۔

1920ء کئی انقلابیوں کو سرحد پار بھیج دیا۔ پنجاب کے کامریڈ فضل الٰہی قربان آپ کے ذریعے سرحد پار جا پہنچے۔ پھر سویت یونین گئے۔

حوالہ نمبر 1 اخبار کشمیر سنسار 2 جون 1946ء از رام سرن نگینہ

حوالہ نمبر 2 اخبار الجمعیۃ دہلی (ہفتہ وار) 19 ستمبر 1969ء رام سرن نگینہ

حوالہ نمبر 3 اخبار "تیج" 9 اگست 1969ء

حوالہ نمبر 4 کتاب پنجاب کے انقلابی رہنما صفحہ نمبر 23 از اسلم راحیل مرزا۔

ایشین پبلشرز 38 اردو بازار لاہور۔

1921ء انٹرنیشنل اسلامیہ خفیہ سوسائٹی کی ترکی، وسط ایشیاء اور ہندوستانی تنظیموں سے روابط پر زیر عتاب آ گئے۔

حوالہ: کون کیا ہے (Who s Who) آرکائیوز صوبہ سرحد سپیشل برانچ بستہ نمبر 81 فائل نمبر شمار 1463ء میں صوبہ سرحد کے مشتبہ

1921ء اسی زمانے میں آسام سے آئے ہوئے انگریزوں کے ایک باغی کو پناہ دینے پر مقدمہ، لیکن عدم ثبوت کی بناء پر مقدمہ داخل دفتر (Discharge)

حوالہ: کون کیا ہے۔ آرکائیوز صوبہ سرحد سپیشل برانچ بستہ نمبر 81 فائل نمبر شمار 1463 میں صوبہ سرحد کے مشتبہ عبدالرحیم پوپلزئی

1921ء مولانا ابوالکلام آزاد کے آدمی ان کے ذریعے مجاہدین چمرکند کے پاس پہنچ جاتے۔

حوالہ: ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 39 فائل نمبر 1100 صفحہ نمبر 153 پشاور آرکائیوز ریکارڈ

1922ء خلافت اور کانگرس سرگرمیاں۔آپ کے ایک بھائی میاں نصیر بھی خلافت میں سرگرم عمل

حوالہ نمبر 1 خلاصہ خفیہ پولیس 1920ء سے 1931ء تک

حوالہ نمبر 2 سپیشل برانچ بستہ نمبر 24 فائل نمبر 441 صفحہ نمبر 35 آرکائیوز سرحد۔شدھی تحریک کی وجہ سے دہلی کے آس پاس مسلمانوں کے ارتداد کا چیلنج۔آپ ایک تبلیغی مشن لے کر روانہ ہوئے۔اور جمعیت دعوت تبلیغ اسلام دہلی کی طرف سے امیر (امیر الوفد) کا خطاب ملا۔اس تبلیغی مشن میں عبدالرحمٰن ریا بھی آپ کے ساتھ گئے تھے۔

حوالہ نمبر 1: خلاصہ خفیہ پولیس جلد 1X1X1 سال 1923ء پیرا نمبر 206 اور 313

حوالہ نمبر 2: اخبار "بانگ حرم" پشاور مورخہ اکتوبر 1976ء

1924 یہ تبلیغی کام 1924ء میں بھی جاری رہا

1924 کان پور سازش کیس میں گرفتاری۔عدم ثبوت کی بناء پر جلد رہا ہوگئے۔گرفتاری شبے کی بنا پر تھی۔

حوالہ: بخشی فقیر چند وید رائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945 صفحہ 15 / 1934، 3 اور 4 اپریل 1924ء جمعیت علماء ضلع پشاور کا قیام۔آپ نے تاریخی اجلاس میں شرکت کی۔

حوالہ: خلاصہ خفیہ پولیس پیرا نمبر 131 جلد نمبر xx سال 1924ء صفحہ 67

1925 علمی، تبلیغی و تدریسی سرگرمیاں (خطابت)

1926 جمیعت علماء ہند کے ساتویں سالانہ اجلاس منعقد کلکتہ کے لئے آپ کا عربی قصیدہ جس میں علماء و مشائخ سے کہا گیا ہے کہ گوشہ نشینی چھوڑ کر میدان جہاد میں کود پڑیں۔

(قصیدہ میں خطاب اس لئے کہ قصیدہ ہی عربی میں شاعری کی معروف صنف ہے اور دور جدید میں گریز اور تشبیب کا التزام نہیں)۔

علامہ عبدالرحیم پوپلزئی سرحد کے پہلے ترقی پسند شاعر ہیں۔

حوالہ: حجرہ، روزنامہ مشرق پشاور مورخہ 8 اکتوبر 1991ء رضا ہمدانی

30-1927 اخبار نوجوان سرفروش کا اجرا۔(اخبار کی کاپیاں انڈیا آفس برٹش لائبریری میں موجود)

حوالہ نمبر 1 رائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945ء صفحہ نمبر 10

حوالہ نمبر 2 کتاب تذکرہ علماء و مشائخ سرحد از سید امیر شاہ قادری

حوالہ نمبر 3 کتاب اٹک کے اس پار صفحہ نمبر 549

حوالہ نمبر 4 کتاب ادبیات سرحد جلد سوم صفحہ 326

حوالہ نمبر 5 کتاب صحافت صوبہ سرحد میں از اجمل ملک صفحہ 68

حوالہ نمبر 6 کتاب صوبہ سرحد میں پریس کی تاریخ (انگریزی) از عمر عامر

1929ء جمعیت نوجوانان سرحد میں آپ کی شرکت

حوالہ نمبر 1 ہفت روزہ رائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945ء صفحہ نمبر 25

حوالہ نمبر 2 اخبار "بانگ حرم" پشاور مورخہ 4 جنوری 1964ء مضمون محمد یونس قریشی

1927ء جمعیت علماء ہند صوبہ سرحد کے لئے شاندار کام کرنے پر جمعیت علماء ہند دہلی کے ناظم مولانا احمد سعید دہلوی کی طرف سے مولانا عبدالرحیم صاحب کا شکریہ

حوالہ نمبر 1 آرکائیوز لائبریری پشاور سپیشل برانچ بستہ نمبر 54 فہرست دوم فائل نمبر 917 صفحہ نمبر 119

حوالہ نمبر 2 "جریدہ **الجمعیت**" دہلی مورخہ 14 مارچ 1927ء

1927ء جمیعت علماء ہند کے آٹھویں سالانہ اجلاس بمقام پشاور کی آخری نشست میں آپ ورکنگ کمیٹی (مجلس عاملہ صوبہ سرحد) کے رکن منتخب ہوئے۔ آپ کے والد کو صوبائی صدر منتخب کرلیا گیا۔

اس اجلاس میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خان، مولانا حسرت موہانی، مولانا انور شاہ کشمیری (اجلاس کے صدر) سید حسین احمد مدنی، مولانا احمد سعید دہلوی، سید سلمان ندوی، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مفتی عزیز الرحمٰن، مولانا سراج احمد، مولانا ذکریا، مولانا احمد علی لاہوری سمیت کئی اکابرین شریک ہوئے تھے۔

حوالہ نمبر 1 آرکائیوز لائبریری پشاور سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 54 فائل نمبر شمار 922 سال 1927ء صفحہ نمبر 3 خلاصہ آئی بی ڈائری مورخہ 6,5 دسمبر 1927ء

حوالہ نمبر 2 آرکائیوز سپیشل برانچ بستہ نمبر 54 فائل نمبر شمار 918 سال 1927ء صفحہ نمبر 185

ورکنگ کمیٹی کے ممبر کے طور پر علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے انتخاب کا اعلان سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی نے کیا۔ اس موقع پر ساتویں نشست میں جو آخری دن 5 دسمبر کی رات کو 2 بجے ختم ہوئی، مولانا ظفر علی خان، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا سید سلیمان ندوی اور مولانا حسرت موہانی سمیت اکابرین موجود تھے۔

حوالہ آرکائیوز لائبریری صوبہ سرحد سپیشل برانچ بستہ نمبر 54
ستمبر 1928ء سائمن کمیشن کے خلاف تحریک میں آپ کا حصہ
حوالہ اخبار ہفتہ وار "سرحد" پشاور مورخہ 2 اکتوبر 1928ء
20-3-29 میرٹھ سازش کیس دفعہ 121 ضابطہ فوجداری کے تحت 32 افراد گرفتار۔ ان سیاسی اسیروں کے دفاع کے لئے کمیٹی کا قیام۔ آپ اس کمیٹی کے صدر بنائے گئے ارکان میں نکودیوی ملک میاں محمد، دیوان روشن لعل اور ملک دلاور خان شامل تھے۔
حوالہ اخبار بانگ حرم پشاور مورخہ 6 جون 1960ء عید نمبر صفحہ نمبر 8
31-3-29 پراونشل خلافت کمیٹی کے رکن (ورکنگ کمیٹی)
حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس پیرا نمبر 219 انڈکس برائے جلد xxv سال 1929ء صفحہ 75
31-3-29 اسی روز کانگریس کے اجلاس میں پراونشل کانگریس (ورکنگ کمیٹی) کے رکن۔
حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس پیرا نمبر 220 انڈکس برائے جلد xxv سال 1929
31-3-29 خلافت صوبہ سرحد کے اجلاس میں آپ کے والد مفتی عبدالحکیم پوپلزئی کو تحریک کا صدر میاں فضل شاہ کو نائب صدر اول اور خان عبدالغفار خان کو نائب صدر دوم منتخب کر لیا گیا۔
حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxv پیرا نمبر 219 صفحہ نمبر 75 سال 1929 آرکائیوز سرحد وغیرہ
1928-29 امیر امان اللہ خان کی حمایت میں پہلی بین الاقوامی تحریک کے صوبہ سرحد میں بانی آپ تھے۔
حوالہ کتاب ایک اشتراکی عالم دین از عمر فاروق خان صفحہ نمبر 19
21 اپریل 1929 افغانستان میں فساد کی آگ بجھانے اور انگریزوں کے مخالفانہ پروپیگنڈے کا مقابلہ کرنے کے لئے 25 علماء کے ناظم کی حیثیت سے آپ کا دورہ اور متعدد قبائلی جرگوں سے خطاب۔
حوالہ نمبر 1 ڈپٹی کمشنر آفس ریکارڈ بستہ نمبر 1 نمبر شمار 13 آرکائیوز صوبہ سرحد
حوالہ نمبر 2 خلاصہ خفیہ پولیس سال 1929ء پیرا نمبر 288 جلد xxv پیرا نمبر 241، پیرا نمبر 242 وغیرہ۔

حوالہ نمبر 3 کتاب روداد وفد علماء صوبہ سرحد از عبدالرحیم پوپلزئی

6 مئی 1929 دورہ سے واپسی اور ایک اجلاس میں کارگردگی کی تفصیل

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس سال 1929 پیرا نمبر 302 جلد xxv صفحہ نمبر 100

1929 ہندوستان بھر میں آپ کے خفیہ روابط۔سرکاری رپورٹ

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس 1929ء پیرا نمبر 713 جلد xxv صفحہ نمبر 237

27-10-29 1929-30ء کے لئے پھر صوبہ سرحد کانگریس کمیٹی کے رکن منتخب

حوالہ خلاصہ پولیس سال 1929 جلد xxv پیرا نمبر 910

26-11-29 اسلامیہ کلب ہال میں علامہ عبدالرحیم صاحب کی صدارت میں تحریک خلافت کا جلسہ۔

حوالہ سپیشل برانچ فہرست دوئم بستہ نمبر 52 فائل نمبر 858 صفحہ نمبر 154 آرکائیوز پشاور۔

29-11-29 تحریک خلافت کے زیر اہتمام ہڑتال میں حصہ اور شاہی باغ کے جلسہ عام میں تقریر۔

حوالہ نمبر 1 خلاصہ خفیہ پولیس سال 1929 پیرا نمبر 994 جلد xxv صفحہ 20

حوالہ نمبر 2 سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 52 فائل نمبر 858 آرکائیوز

1929 دسمبر کانگریس سیشن لاہور کے لئے صوبہ سرحد سے مندوب منتخب ہوئے۔اس اجلاس میں آزادی کامل کی قرارداد دریائے راوی کے کنارے منظور ہوئی تھی۔وہیں نوجوان بھارت سبھا اور کرتی کسان کانفرنس میں بھی شرکت کی۔

حوالہ نمبر 1 خلاصہ خفیہ پولیس پیرا نمبر 1014 جلد xxv صفحہ نمبر 334 اور سپیشل برانچ ریکارڈ وغیرہ

حوالہ نمبر 2 آرکائیوز پشاور سپیشل برانچ بستہ نمبر 1 فائل نمبر شمار 1 انڈین نیشنل کانگرس سال 1929ء

27-12-29 لاہور میں لاجپت رائے نگر کے سٹیج پر کرتی کسان کانفرنس کی دوسری نشست سے خطاب کیا اور صوبہ سرحد میں ظلم وجبر کے امتیازی قوانین کے خلاف آواز اٹھائی۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس سال 1930ء جلد نمبر x xvi پیرا 168 صفحہ 67

19-2-30 علامہ پوپلزئی کی تحریک نوجوان بھارت سبھا کے دفتر میں خان عبدالغفار خان کی

حاضری۔صبح نو بجے سے گیارہ بجے تک۔

حوالہ آرکائیوز سپیشل برانچ بستہ نمبر 25 فائل نمبر 356 صفحہ نمبر 35 دوسرا پیرا گراف۔

3-3-30 علامہ لاہور سے واپس پہنچے

1930 علامہ پوپلزئی جنگ آزادی میں سول نافرمانی کی وار کونسل کے رکن تھے،کل ارکان بارہ تھے۔

حوالہ 1 ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 64 فائل نمبر 1775 صفحہ 24 تا صفحہ 31 لائبریری ومحکمہ دستاویزات صوبہ سرحد

حوالہ نمبر 2 اخبار ٹریبیون لاہور 26 اپریل 1930

1930 آپ کی قیادت میں نوجوان سبھا اور کانگریس کی مشترکہ جدوجہد کا آغاز

حوالہ نمبر 1 31 مارچ 1930ء کی روزانہ ڈائری ڈپٹی کمشنر ریکارڈ بستہ نمبر 1 فائل نمبر 16 بستہ نمبر 3 فائل نمبر 38 وغیرہ

حوالہ نمبر 2 خلاصہ خفیہ پولیس سال 1930 جلد xxvi پیرا نمبر 415 اور 463 وغیرہ

1930 آپ کے اخبار نوجوان سرفروش کی شعلہ بیانی اور ضبطی۔

حوالہ آرکائیوز سرحد سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 63 فائل نمبر شمار 403

نوٹ۔ اس زمانے میں اخبار کا نام " نوجوان سرفروش" تھا۔ 1931 میں اس کا نام صرف " سرفروش" تھا۔

15-4-30 شاہی باغ پشاور میں ایک بڑے جلسہ عام سے خطاب۔اس میں آپ نے فرمایا کہ "میں برطانوی سامراج کا تختہ الٹنا چاہتا ہوں"۔

حوالہ نمبر 1 آرکائیوز پشاور ڈپٹی کمشنر آفس ریکارڈ بستہ نمبر 1 فائل نمبر شمار 17 میں 16 اپریل کی ڈائری۔

حوالہ نمبر 2 آرکائیوز پشاور خلاصہ خفیہ پولیس جلد نمبر xxvi سال 1930ء پیرا نمبر 463 وغیرہ۔

1930ء آپ کی کانگرس کی فرانٹیئر انکوائری کمیٹی کے لئے دوڑ دھوپ اور اس سلسلے میں ہزارہ کا دورہ

حوالہ نمبر 1 آرکائیوز سرحد سپیشل برانچ فہرست اول بستہ نمبر 25 فائل نمبر 356 صفحہ نمبر 75 ڈائری نمبر 12

حوالہ نمبر 2 خلاصہ خفیہ پولیس لائبریری آرکائیوز پشاور جلد xxvi سال 1930ء پیرا نمبر 345 وغیرہ۔

1930ء 21 اپریل 1930 کو شاہی باغ کے تاریخی جلسہ عام میں اہم احتجاجی قرارداد پیش کی جو تمام

مقررین کے لئے مرکزی نقطہ بن گئی۔

حوالہ نمبر 1 ڈپٹی کمشنر ریکارڈ فہرست اول بستہ نمبر 1 نمبر شمار فائل 17 صفحہ 213

حوالہ نمبر 2 ڈپٹی کمشنر ریکارڈ بستہ نمبر 3 فائل نمبر شمار 38 صفحہ نمبر 227

حوالہ نمبر 3۔ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxvi سال 1930 پیرا نمبر 510

22-4-30 آپ کے مکان پر آپ کی صدارت میں انقلابیوں کا اجلاس اور ہڑتالوں اور مظاہروں کا پروگرام۔ کا کا جی صنوبر حسین بھی موجود تھے۔

حوالہ نمبر 1 اخبار "بانگ حرم" پشاور 21 جون 1960ء محمد یونس قریشی

حوالہ نمبر 2 اخبار "بانگ حرم" پشاور 28 مئی 1958ء صفحہ نمبر 11 کا کا جی صنوبر حسین

23-4-30 تقریباً صبح 30-2 پر آپ کی گرفتاری (قصہ خوانی فائرنگ کا سانحہ)

حوالہ۔ ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 64 فائل نمبر 1775 صفحہ نمبر 24 تا 31

حوالہ نمبر 2 اخبار "بانگ حرم" پشاور 28 مئی 1958

23-4-30 آپ کی گرفتاری پر ڈی ایس پی کہہ رہا تھا کہ اگر آپ کو حفظ ماتقدم کے طور پر گرفتار نہ کریں تو آپ صبح انقلاب برپا کرنے والے ہیں۔ کا کا جی صنوبر حسین نے اس کے الفاظ نوٹ کئے۔

حوالہ اخبار "بانگ حرم" پشاور 28 مئی 1958ء صفحہ نمبر 11

1930 پہلے پشاور جیل میں

اگلی صبح جیل میں قیدیوں کی بغاوت۔ آپ نے مختصر تقریر کی

حوالہ اخبار "بانگ حرم" پشاور 20 فروری 1967ء از محمد یونس قریشی۔

پھر آپ کو بعد میں قلعہ بالا حصار پہنچا کر نو سال قید با مشقت کی طویل ترین سزا سنائی گئی۔ خان عبدالغفار خان کو بھی تین سال قید کی سزا ملی۔

علامہ پوپلزئی نوجوان بھارت سبھا کے قائد اور کانگرس کے عہدیدار تھے۔ علاوہ ازیں وار کونسل کے اہم رکن تھے۔

حوالہ 1 آرکائیوز سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 67 فائل 1194 صفحہ نمبر 61

حوالہ نمبر 2 اخبار "بانگ حرم" پشاور بیس فروری 1967

حوالہ نمبر 3 کتاب باچا خان از فارغ بخاری

حوالہ نمبر 4 ڈپٹی کمشنر ریکارڈ بستہ نمبر 1 فائل نمبر 16 فہرست اول ڈائری مورخہ 30-5-2

حوالہ نمبر 5 تاریخ صوبہ سرحد صفحہ نمبر 858 از محمد شفیع صابر

حوالہ نمبر 6 انٹرویو رحیم بخش غزنوی روزنامہ "شہباز" پشاور 24 اپریل 1954ء

1930ء خطرناک ملزم قرار دے کی بی کلاس میں (قریبا ایک ہفتہ بعد) گجرات سپیشل جیل بھیج دیئے گئے۔(راستے میں پولیس گاڑی میں دو دو افراد کو ایک ہی ہتھکڑی لگائی گئی)۔

حوالہ 1 سپیشل برانچ بستہ نمبر 67 فائل نمبر 1194 صفحہ نمبر 60 آرکائیوز صوبہ سرحد

حوالہ نمبر 2 انٹرویو رحیم بخش غزنوی "شہباز" پشاور 24 اپریل 1954ء

حوالہ نمبر 3 ٹرائبل ریسرچ سیل پشاور کی گڑ بڑ بمع مردان صفحہ نمبر 21

حوالہ نمبر 4 اخبار "بندے ماترم" لاہور سات ستمبر 1930ء اور سپیشل برانچ بستہ نمبر 7 فائل 1194 صفحہ 85

حوالہ نمبر 5 ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 58 فائل نمبر شمار 1619 صفحہ نمبر 8 اور صفحہ نمبر 9 وغیرہ۔

1931 اس جیل میں "جنگ آزادی کی تصویر کا دوسرا رخ" کتاب کے اردو ترجمے پر آپ نے مقدمہ لکھا۔ THE OTHER SIDE OF MEDAL مسٹر ایڈورڈ ٹامسن کی کتاب تھی۔جس کا اردو ترجمہ آپ کے جیل کے ساتھی شیخ حسام الدین میونسپل کمشنر امرتسر نے کیا تھا۔

1930-31 گاندھی اروِن پیکٹ کے تحت عام سیاسی معافی کے تحت گجرات جیل کے تمام قیدیوں کی رہائی کے بعد آپ آخری قیدی تھے۔

حوالہ ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 58 فائل نمبر 1626 جلد دوم صفحہ نمبر 36 محکمہ دستاویزات لائبریری صوبہ سرحد۔

1931 بیس مارچ 1931ء کو شاہی باغ کے جلسہ عام میں پھر شرکت

حوالہ۔ آرکائیوز سپیشل برانچ بستہ نمبر 2 فائل نمبر 23 فہرست اول صفحہ نمبر 47

24-3-31 24 مارچ 1931 کو کراچی سپیشل سیشن میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں ہی ٹرین میں پتہ چلا کے بھگت سنگھ راج گورو، اور سکھ دیو 23 مارچ 1931 کی صبح ہی کو سولی پر

چڑھا دیئے گئے ہیں۔(یہ بات بڑی عجیب ہے کہ ان کی سزا کا حکم آنریری مجسٹریٹ نواب محمد احمد خان نے دیا تھا۔ بعد میں سزا کی توثیق بھی ہوئی۔اور لاہور سینٹرل جیل میں پھانسی دی گئی۔کئی سال بعد اسی جیل کے قریب نواب محمد احمد خان کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔جس نے سابق وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کے مقدمے کے طور پر پوری دنیا میں شہرت حاصل کی۔بھگت سنگھ نو جوان بھارت سبھا پنجاب کے نو عمر رہنما تھے۔)

31-3-31 کراچی میں نوجوان بھارت سبھا کے جلسہ میں شرکت

حوالہ سپیشل برانچ بستہ نمبر 1 فائل نمبر 4 صفحہ نمبر 207

23-4-31 یوم شہدائے قصہ خوانی پر جلوس کی قیادت

حوالہ 1 خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxvii سال 1931 پیرا نمبر 434 آرکائیوز

حوالہ نمبر 2 آرکائیوز سپیشل برانچ فہرست اول کانگریس و سرخپوش سرگرمیاں سال 1931ء

28-4-31 مسجد صاحبزادگان ماشوخیل میں علامہ کی تقریر

حوالہ آرکائیوز سپیشل برانچ بستہ نمبر 2 فائل نمبر 20 صفحہ نمبر 67

24-5-31 زیارت شہیدان نزد بازید خیل میں 30-1 سے 30-4 سہ پہر تک سرخپوشوں کے جلسہ عام میں شرکت۔علامہ نے کاکاجی صنوبر حسین کی قراردادوں کی تائید بھی کی۔

حوالہ آرکائیوز صوبہ سرحد سپیشل برانچ فہرست اول بستہ نمبر 2 فائل نمبر 20 صفحہ نمبر 119

27-5-31 30 مئی 1931ء کو بمبئی میں شروع ہونی والی خلافت کانفرنس میں شرکت کے لئے 27 مئی کو ٹرین میں روانہ ہوئے۔آپ کے ساتھ اللہ بخش یوسفی بھی تھے۔

حوالہ آرکائیوز صوبہ سرحد سپیشل برانچ بستہ نمبر 29 فائل نمبر 455 صفحہ نمبر 21

11-6-31 شاہی باغ میں باغیانہ تقریر۔دفعہ 144 کی خلاف ورزی اور مقدمہ

حوالہ آرکائیوز صوبہ سرحد سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 71 فائل نمبر 1308

24-3-31

1931ء دوسری سیاسی سرگرمیاں

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxvii سال 1931

14-8-31 انجمن اصلاح کے جلسہ عام سے چوک یادگار میں خطاب

حوالہ آرکائیوز صوبہ سرحد سپیشل برانچ بستہ نمبر 2 فائل نمبر 26 صفحہ نمبر 243

29-8-31 گیارہ جون کی ہری کشن ڈے والی باغیانہ تقریر پر آپ کی گرفتاری۔

16-9-31 ایک سال قید بامشقت کی سزا۔ (عملاً تین سال قید)

حوالہ آرکائیوز صوبہ سرحد سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 71 فائل نمبر 1308 سال 1931

1931ء پشاور سنٹرل جیل میں صعوبتیں اور مظالم۔ قیدیوں کا احتجاج اور جیل میں گڑبڑ۔ آپ کی حالت نازک۔ عبدالرحمان ریا بھی شدید علیل۔

حوالہ نمبر 1 روزنامہ "ملاپ" لاہور 6 ستمبر 1931

حوالہ نمبر 2 روزنامہ "سیلاب" پشاور 9 اکتوبر 1931ء

حوالہ نمبر 3 روزنامہ "مزدور کسان" امرتسر 25 اکتوبر 1931ء

حوالہ نمبر 4 ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 57 فائل نمبر شمار 1613

8-9-31 آپ کی گرفتاری کی مذمت۔ احتجاجی اجتماع زیر صدارت اللہ بخش یوسفی۔

حوالہ آرکائیوز سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 71 فائل 1309

1932ء 30 ستمبر 1932ء کو آپ کو ہری پور جیل منتقل کرنے کے احکامات۔ حوالہ آرکائیوز سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 39 فائل نمبر 641 صفحات 166 اور 167

1932ء ہری پور جیل میں قیدیوں کی گڑبڑ

حوالہ کتاب "ایک اشتراکی عالم دین" از عمر فاروق خان۔ شائع کردہ سندھ ساگر اکیڈمی انارکلی لاہور جنوری 1970ء

1932ء اس لئے آپ کی ہری پور کیمپ جیل منتقلی

اور آپ کی بیماری میں اضافہ

حوالہ نمبر 1 آرکائیوز سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 67 فائل 1200(1202)

حوالہ نمبر 2 سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 39 فائل 641 صفحہ نمبر 160

حوالہ نمبر 3 خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxix پیرا نمبر 170

حوالہ نمبر 4 ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 39 فائل نمبر 1100 صفحہ نمبر 153، 154، 155 اور ٹی آر سی بستہ نمبر 39 فائل نمبر 1102 صفحہ نمبر 6۔

حوالہ نمبر 5 ایکسرے اور میڈیکل رپورٹ موجود (ذاتی ریکارڈ)

1932 گورنر جارج کننگھم کا دورہ۔ آپ اپنی جگہ سے نہ اٹھے

حوالہ روزنامہ مشرق 30 اکتوبر 1992

عینی شاہد عبدالرحمان غالب اسیر فرنگ کا انٹرویو

10-5-33 آپ کی جدائی میں آپ کے والد محترم کا اچانک انتقال اور آپ کی بعد میں اگلے دن "غیر مشروط" (Unconditional) رہائی۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxix پیرا نمبر 356 سال 1933

1933 مسجد قاسم علی خان کی خطابت پر سرکار پرستوں کی سازش اور آپ کے حق میں قومی رہنماؤں کی تحریک

آپ کا اس تحریک کا جمع شدہ فنڈ قبول نہ کرنا اور واپسی کا کام حکیم عبدالجلیل ندوی کو سونپا۔

حوالہ ٹرائبل ریسرچ سیل فہرست دوم بستہ نمبر 51 فائل نمبر 813 سی آئی ڈی اوقاف فائل

حوالہ نمبر 2 خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxix سال 1933ء

دارالعلوم اسلامیہ محلّہ جٹاں میں آپ صدر مدرس تھے

1933 آپ پر سخت پابندیاں

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxiv سال 1933ء

29-8-33 آپ کے سوانح نگار عمر فاروق خان برادر حاجی فقیرا خان ممبر لیجسلیٹو اسمبلی) کی آپ کی ہاں آمد اور عبدالغفور آتش کے ہمراہ آپ سے ملاقات۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxix پیرا نمبر 654 1933ء

1933ء انجمن خدام انسانیت کا قیام

امام حریت علامہ پوپلزئی نے فلاحی کاموں مثلاً لائبریری، شبینہ سکول، مفت ہسپتال اور خواتین کی خصوصی تعلیم کے سلسلے میں ابتدائی طور پر 200 روپے فنڈ عبدالرحمٰن ریا کے حوالے کیا۔ (سوشل ورک)۔

حوالہ نمبر 1 خفیہ پولیس جلد xxix پیرا نمبر 853 سال 1933

حوالہ نمبر2 اخبار "ترجمان سرحد" 6 نومبر 1933ء

1934ء جنوری میں بہار اور اڑیسہ میں زلزلہ اور آپ کا سوشل ورک

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxx پیرا نمبر 79 اور 97

17-1-34 عیدالفطر۔آپ نے پابندیاں توڑ کر امامت کی۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxx پیرا نمبر 60 سال 1934ء

28-3-34 عید قربان ۔ پابندی توڑ کر عیدگاہ میں امامت کی۔اس عید پر سرکاری لوگوں کے پروپیگنڈے کے علمی جواب میں فوراً ایک پمفلٹ لکھ کر تقسیم کرایا۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxx سال 1934 پیرا نمبر 253

1934ء ینگ مین ایسوسی ایشن کے نام سے سیاسی کام

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxx سال 1934ء پیرا نمبر 91 وغیرہ۔

1934ء جمعیت علماء سرحد اور آپ (صدارت قبول کرنے سے معذرت)

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxx پیرا نمبر 219 سال 1934ء

جون 1934ء متحدہ بورڈ کا قیام (مختلف مذاہب کے درمیان)

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxx پیرا نمبر 548

1934ء مسلم پرسنل لاء کے قانون کی جدوجہد

حوالہ خلاصہ پولیس جلد xxx پیرا نمبر 672

جون 1934ء فرقہ وارانہ ہم آہنگی بورڈ آپ کی صدارت میں

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxx پیرا نمبر 577

1934ء سرحد کے پہلے مجوزہ منتخب ممبر مرکزی لیجسلیٹو اسمبلی کے لئے آپ کی ڈاکٹر خان صاحب کے لئے کوششیں۔

حوالہ نمبر1 خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxx پیرا نمبر 766 سال 1934ء

حوالہ نمبر2 آرکائیوز سپیشل برانچ بستہ نمبر 41 فائل نمبر 656 فائل 658 اور فائل 660

1935ء آپ پر سخت پابندیاں اور آپ کا ارادہ حج۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxxi پیرا نمبر 158 سال 1935ء

18-2-35 حج کے لئے آپ کی روانگی (پشاور سے لاہور اور پھر کراچی)۔ روانگی کا جلوس۔ بخشی فقیر چند وید کی تقریر اور آپ سے مقامات مقدسہ پر آزادی کے لئے دعاء کی درخواست۔ سردار عبدالرب نشتر پیر بخش خان وکیل اور چاچا یونس کے علاوہ باوردی خاکسار بھی جلوس میں موجود۔ جلوس میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی زندہ باد کے نعرے۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxxi پیرا نمبر 183 اور پیرا نمبر 207

1935ء 29 اپریل 1935ء کے اخبارات روزنامہ " پرتاب لاہور" اور روزنامہ " فرانٹیر ایڈوکیٹ" پشاور نے لکھا کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی غازی امان اللہ کے ساتھ قسطنطنیہ گئے ہیں۔ اور وہ ان کے ساتھ یورپ بھی جائیں گے۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxxi پیرا نمبر 508 سال 1935ء

1935ء آپ حجاز میں شاہی مہمان تھے

حوالہ نمبر 1 رائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945ء صفحہ نمبر 11 اور صفحہ نمبر 25

حوالہ نمبر 2 "تذکرہ علماء ومشائخ سرحد" از سید امیر شاہ قادری

حوالہ نمبر 3 "مشاہیر سرحد" از عبدالقیوم

1936ء اواخر اپریل 1936ء میں وطن واپسی۔ بمبئی آمد اور پھر اجمیر شریف لاہور روالپنڈی اور کشمیر وغیرہ کے دورے۔

حوالہ نمبر 1 ڈیلی ڈائری 26 اگست 1936ء سی آئی ڈی بستہ نمبر 73 فائل نمبر 1352ء (1354) سپیشل برانچ فائل آرکائیوز لائبریری پشاور۔

حوالہ نمبر 2 خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxxii پیرا نمبر 844

1936ء آل انڈیا مجلس احرار اسلام کانفرنس امرتسر منعقدہ مورخہ 8،9،10 مئی 1936ء میں مولانا مفتی عبدالرحیم پوپلزئی پر ناروا پابندیوں کی مذمت اور پابندیاں واپس لینے کا مطالبہ۔

حوالہ آرکائیوز لائبریری پشاور سپیشل برانچ بستہ نمبر 54 فائل نمبر 904 صفحہ نمبر 69 اور صفحہ نمبر 83 وغیرہ

26-8-36 والدہ صاحبہ کا انتقال۔ حج سے واپسی پر ابھی آپ کشمیر میں تھے۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxii سال 1936ء پیرا نمبر 844، 845 وغیرہ

28-8-36 ڈسٹرکٹ پارلیمانی بورڈ کا جلسہ عام۔ حاضرین ایک ہزار۔ علامہ صاحب پر پابندیوں کا ذکر۔ علامہ صاحب خود بھی موجود تھے۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxxii پیرا نمبر 839

16-9-36 فتو منڈی پشاور شہر میں مکان اور زیارت پر ہندوؤں اور مسلمانوں کا تنازعہ۔ علامہ عبدالرحیم صاحب کی سرپرستی پر اتفاق۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxxii سال 1936ء پیرا نمبر 921۔

24-10-36 مجلس احرار کانفرنس منعقدہ 24 اکتوبر 1936ء میں شیخ حسام الدین میونسپل کمشنر امرتسر کی طرف سے مفتی عبدالرحیم پوپلزئی پر پابندیوں کی مذمت اور پابندیاں واپس لینے کا مطالبہ۔

حوالہ نمبر 1 اخبار "ویر بھارت" لاہور 26 اکتوبر 1936ء

حوالہ نمبر 2 آرکائیوز لائبریری پشاور بستہ نمبر 54 فائل نمبر 904 صفحہ نمبر 83

15-11-36 مسجد قصابان میں آپ کی صدارت میں جلسہ عام۔ اسلام بی بی کیس کی بحث۔ سرکاری رپورٹوں کے مطابق حاضرین جلسہ کی تعداد چھ ہزار کے قریب تھی۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxxii پیرا نمبر 1134 سال 1936ء

1936ء گورنر سرحد کی طرف سے آپ پر پابندیوں کا حکم

حوالہ دستاویز کی ذاتی کاپی موجود

16-12-36 38 خاکساروں نے پرچم اور بگل کے ساتھ عید کے موقع پر آپ کو سلامی پیش کی۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxxii پیرا نمبر 1268 سال 1936ء آرکائیوز صوبہ سرحد

6-12-37 عید کے موقع پر سرخپوشوں کی علامہ کو سلامی

حوالہ آرکائیوز سرحد سپیشل برانچ بستہ نمبر 73 فائل 1358ء۔ 1357ء اور بستہ نمبر 2 فائل نمبر 31 صفحہ نمبر 297 وغیرہ۔

1937ء یادگار شہداء کی دوبارہ تعمیر کی تحریک

حوالہ نمبر 1 ڈیلی ڈائری 9 دسمبر، 13 دسمبر، 15 دسمبر 1937ء سپیشل برانچ بستہ 73

حوالہ نمبر 2 اخبار ترجمان افغان مورخہ 5 مئی 1954ء

حوالہ نمبر 3 تاریخ صوبہ سرحد صفحہ نمبر 861 محمد شفیع صابر

1936-37ء کانگرس سوشلسٹ پارٹی جو دراصل نوجوان سبھا ہی کا تسلسل تھی۔ علامہ ہی اس کے قائد تھے۔

حوالہ سپیشل برانچ بستہ نمبر 61 فائل 1060 صفحہ نمبر 12 اور بستہ نمبر 61 فائل نمبر 1051 صفحہ نمبر 143

1937ء انتخابات کی سرگرمیاں۔ پارٹی اجلاس۔ جلسے جلوس وغیرہ۔

حوالہ نمبر 1 ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 65 فائل نمبر 1803 آرکائیوز صوبہ سرحد

حوالہ نمبر 2 آرکائیوز سپیشل برانچ بستہ نمبر 73 فائل نمبر 1357 روزانہ ڈائری

حوالہ نمبر 3 سپیشل برانچ بستہ نمبر 2 فائل نمبر شمار 31 اور فائل نمبر شمار 32 آرکائیوز لائبریری پشاور۔

1937ء۔(27-8-37) خان عبدالغفار خان کی سیاسی زندگی کے مشہور جلوس کی قیادت بھی امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے کی تھی۔ اسی روز شاہی باغ میں منعقدہ جلسہ عام کی صدارت بھی علامہ پوپلزئی نے کی تھی۔ جلسہ میں خان عبدالغفار خان اور ڈاکٹر خان سمیت صوبہ سرحد کے ممتاز رہنما موجود تھے۔ جلوس وجلسہ کے انتظام کے سرپرست بھی آپ تھے۔ باقی بارہ اراکین میں ڈاکٹر خان صاحب، آغا لعل بادشاہ، علی گل خان، پیر بخش خان، حکیم عبدالجلیل ندوی اور سردار عبدالرب نشتر وغیرہ شامل تھے۔

حوالہ نمبر 1 آرکائیوز سپیشل برانچ بستہ نمبر 2 فائل نمبر 32 صفحہ نمبر 293

حوالہ نمبر 2 سپیشل برانچ بستہ نمبر 73 فائل نمبر 1357

حوالہ نمبر 3 اخبار "شعلہ" اشاعت شعبان 1357 (57/8) کاکاجی صنوبر حسین۔

14-10-37 کو جواہر لعل نہرو کے دورہ سرحد کے سلسلے میں خان عبدالغفار خان اور علامہ عبدالرحیم پوپلزئی رہنما منتخب۔

حوالہ آرکائیوز سپیشل برانچ بستہ نمبر 2 فائل نمبر شمار 31 صفحہ نمبر 97 اور صفحہ نمبر 181 وغیرہ۔

1938ء جلسے، جلوس پارٹی اجلاس اور تنظیم سازی وغیرہ۔

حوالہ نمبر1 کانگرس اور سرخپوش سرگرمیاں ضلع مردان۔ سپیشل برانچ فرست اول بستہ نمبر10 فائل 131

حوالہ نمبر2 کانگرس و سرخپوش سرگرمیاں ضلع مردان بستہ 10 فائل 132

حوالہ نمبر3 سی آئی ڈی ڈیلی ڈائری بستہ نمبر 74 فائل نمبر 1377

5-2-38 یادگار شہداء کی دوبارہ تعمیر کی جدو جہد بدستور (آپ کی تحریک کے سرکردہ کارکن رام سرن نگینہ کا بیان)

حوالہ اخبار "سرحد" پشاور 19 فروری 1938ء

28-4-38 اکوڑہ سوشلسٹ کانفرنس۔ آپ نے پرچم کشائی کی

حوالہ کتاب " تحریک غلہ ڈھیر " مولفہ رام سرن نگینہ۔

1938ء تحریک غلہ ڈھیر۔ سرحد کے کسانوں کا پہلا معرکہ آزادی

حوالہ نمبر1 کتاب تحریک غلہ ڈھیر از رام سرن نگینہ

حوالہ نمبر2 سپیشل برانچ بستہ نمبر 74 فائل نمبر 1377 آرکائیوز

حوالہ نمبر3 سرحد اسمبلی کی بحثیں۔ مورخہ 5 نومبر 1938ء آرکائیوز

دسمبر 1938ء ہزارہ کے دورے اور تنظیم سازی کا کام

حوالہ کتاب ہزارہ کے مظلوم عوام اور علامہ عبدالرحیم پوپلزئی۔ المحمود اکیڈمی عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

1938-39ء خاکروب تنظیم سازی

حوالہ نمبر1 سپیشل برانچ بستہ نمبر 86 فائل نمبر 1588 لائبریری محکمہ دستاویزات پشاور۔

حوالہ نمبر2 کتاب "اچھوت خاکروب مفتی اسلام کی قیادت میں"

1938-39 کینٹ مسجد احاطہ بیلی رام پر ہندو مسلم تنازعہ۔ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی ثالثی پر سب کا اتفاق۔

حوالہ سپیشل برانچ فائل نمبر شمار 34 بستہ نمبر 3 سال 39-1938 صفحہ نمبر 107 کانگرس ضلعی سرگرمیاں آرکائیوز پشاور۔

فروری 1939ء 25 اور 26 فروری 1939ء پہلی ہزارہ کانفرنس بمقام پڑاؤ مانسہرہ۔

25-2-39 آپ کا خطبہ صدارت۔ مانسہرہ کانفرنس میں عنقریب جنگ عظیم کی پیش گوئی۔ (چند ماہ بعد اسی سال جنگ عظیم چھڑ گئی)

حوالہ نمبر 1 "ہزارہ میں زرعی بے چینی" ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 43 فائل کی نمبر 1206 آرکائیوز صوبہ سرحد

حوالہ نمبر 2 مانسہرہ تحصیل کے مزارعین اور مالکان کے تعلقات کی تحقیق کے لئے کمیٹی کا قیام۔ ٹرائبل ریسرچ بستہ نمبر 43 فائل نمبر 1207 لائبریری محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد

حوالہ نمبر 3 سپیشل برانچ، روزانہ ڈائری بستہ نمبر 74 فائل نمبر 1372 مورخہ 28 فروری، یکم مارچ، 3 مارچ اور 4 مارچ 1939ء

1939ء پنجاب، مزارعت بل ترمیم صوبہ سرحد 1939ء

بل پر آپ کا بیان سرکاری بل کی مطبوعہ فائل میں موجود ہے۔

حوالہ لیجسلیٹو اسمبلی بل 1939ء سپیشل برانچ آرکائیوز صوبہ سرحد فہرست دوئم بستہ نمبر 63۔

26-3-39 پہلی تاریخی صوبائی خاکروب کانفرنس۔ آپ کا خاکروبوں کے جلوس کے ساتھ چلنا اور آپ کا خاکروب کانفرنس میں خطبہ استقبالیہ پڑھنا۔

حوالہ نمبر 1 سپیشل برانچ بستہ نمبر 86 فائل 1588 آرکائیوز صوبہ سرحد

حوالہ نمبر 2 کتاب "اچھوت خاکروب مفتی اسلام کی قیادت میں"!

مطبوعہ المحمود اکیڈمی 17 عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

1939 سبھاش چندر بوس کا دورہ پشاور اور آپ سے راز و نیاز

1939ء سرحد اسمبلی میں مزارعت بل پر تفصیل بحث

حوالہ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی اسمبلی بحث مورخہ 3 مارچ 1939ء

دسمبر 1939ء (20 اور 21 دسمبر) دوسری ہزارہ کانفرنس بمقام سرائے صالح۔ آپ کا خطبہ صدارت

حوالہ سپیشل برانچ روزانہ ڈائری بستہ نمبر 74 فائل نمبر 1372 سابقہ 69 مورخہ 22 دسمبر 1939 اور 23 دسمبر 1939ء

دسمبر 1939ء ایکٹ منظور

حوالہ گورنمنٹ گزٹ نوٹیفکیشن مورخہ 22 دسمبر 1939ء

1939ء اگست کے دوسرے ہفتے میں شیورام جنرل سیکرٹری ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی ہزارہ (جس نے سرائے صالح کانفرنس میں تقریر کی تھی) کی طرف سے مولانا عبداللہ سندھی کو ہزارہ پولیٹیکل کونفرنس کی صدارت کی دعوت۔

نوٹ۔ اس سے پہلے مرغز صوابی مردان کے جلسہ کی صدارت کی دعوت بھی حضرت سندھی کو دی جا چکی تھی۔

حوالہ سپیشل برانچ آرکائیوفہرست نمبر III بستہ نمبر II فائل نمبر 171 صفحات نمبر 205 اور 207

1940 تغمان یارقند سے خدادادخان 26 مارچ 1940ء کولکھنو آیا اور پھر پشاور میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی سے ملاقات کی۔ وہ روسی حکومت کا پیغام لے کر آیا تھا۔ اس نے لاہور، دیوبند اور دہلی میں علماء سے ملاقات کی کہ اگر روس ہندوستان پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنائے تو کیا سرحد اور آزاد قبائل کے مسلمان ساتھ دیں گے۔ مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی اور مولانا نیف گل نے اثبات میں جواب دیا۔ جب کہ مفتی کفایت اللہ دہلوی اور مولانا شاکراللہ نے روس کو کافر کہتے ہوئے نفی میں جواب دیا۔

حوالہ نمبر 1 یہ مولانا عبیداللہ سندھی کی خفیہ فائل میں موجود ہے۔ سپیشل برانچ فہرست سوئم بستہ نمبر گیارہ فائل نمبر 171 صفحہ نمبر 139 بمطابق سرکولر یادداشت نمبر 43/M.A/39 مورخہ 6 اپریل 1040ء از اسسٹنٹ ڈائریکٹر انٹیلجنس بیورو ہوم ڈیپارٹمنٹ حکومت ہند نئی دہلی برائے اسسٹنٹ ٹو آئی جی پی سی آئی ڈی صوبہ سرحد۔

حوالہ نمبر 2 لوک آوٹ (Look Out) نوٹس نمبر 7 خلاصہ خفیہ پولیس 1940 صفحہ نمبر 118

اپریل 1940ء آپ کی پندرہ سالہ بیٹی بیمار۔ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کا دورہ کوہاٹ بنوں۔

12-4-40 مسجد قصابان بنوں میں بارہ اپریل لوگوں سے جہاد میں نکلنے کو کہا

حوالہ نمبر 1 کتاب "حریت نامہ بنوں" استعارہ پبلی کیشن لاہور

حوالہ نمبر 2 سی آئی ڈی روزانہ ڈائری بستہ نمبر 73 فائل نمبر 1355 جلد دوئم محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد

15-4-40 مسجد بیرون غوری والا بنوں میں پھر تقریر اور اگلے دن گرفتاری۔

حوالہ سی آئی ڈی ڈائری بستہ نمبر 73 فائل نمبر 1355
جلد دوئم آرکائیوز صوبہ سرحد۔
8-5-40 اے ڈی ایم بنوں کی عدالت سے پانچ سال قید بامشقت۔
حوالہ نمبر 1 کتاب "حریت نامہ بنوں" صفحہ نمبر 34
حوالہ نمبر 2 آرکائیوز لائبریری پشاور سپیشل برانچ بستہ نمبر 73 فائل نمبر 1355 صفحہ نمبر 335
1940ء ومابعد گرفتاری پر مختلف شخصیات اور جماعتوں کا احتجاج۔ ضبط شدہ خطوط وغیرہ
حوالہ سپیشل برانچ بستہ نمبر 73 فائل نمبر 1355 آرکائیوز لائبریری پشاور۔ بستہ 55 فائل 946 صفحہ نمبر 49۔ ایضاً سپیشل برانچ بستہ نمبر 55 فائل نمبر 940 ایضاً بستہ مذکورہ 55 فائل نمبر 944۔
ایضاً سپیشل برانچ بستہ نمبر 65 فائل نمبر 1160 ایضاً بستہ مزکورہ نمبر 65 فائل
1940-41ء ولی کامل عبدالغفور سیٹھی کی علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی حمایت میں باقاعدہ مہم۔ جمعہ کے اجتماعات سے خطاب۔
حوالہ نمبر 1 سپیشل برانچ آرکائیوز بستہ نمبر 73 فائل نمبر 1355 سال 1940ء
حوالہ نمبر خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxxvii پیرا نمبر 224 اور 235 وغیرہ۔
1940-41 آپ کی پندرہ سالہ بیٹی آپ کی جدائی میں تڑپ تڑپ کر وفات پا گئی۔
13-5-41 آپ کے بھائی مفتی عبدالقیوم پوپلزئی بھی گرفتار ہو کر ڈیرہ اسماعیل خان جیل پہنچ گئے۔
حوالہ نمبر 1 ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 66 فائل نمبر 1834 آرکائیوز
حوالہ نمبر 2 سپیشل برانچ فائل برائے ہسٹری شیٹ حافظ عبدالقیوم ولد ایم عبدالحکیم بمطابق AA14، 104 جلد vii سال 1955
جولائی 1941ء مسلم لیگ کے وفد کی علامہ اور ان کے بھائی کی رہائی کے سلسلے میں ڈپٹی کمشنر پشاور سے ملاقات اور علامہ اور ان کے بھائی کی رہائی کی مطالبہ۔
وفد میں میاں غلام حسین، آغا زمان شاہ، سید سکندر شاہ اور یونس علی خان شامل تھے۔
اسی طرح انجمن خیر خواہان حیدر آباد کے حافظ عبدالرحمان کی ڈپٹی کمشنر سے ملاقات اور علامہ اور ان کے

بھائی کی رہائی کا مطالبہ

حوالہ "مسلم لیگ صوبہ سرحد میں" سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 46

فائل نمبر 753 سال 1941 صفحہ نمبر 7 ہفتہ وار ڈائری نمبر 28 مورخہ 41-7-11 آرکائیوز۔۔

25-7-41 رات کو سردار اورنگ زیب خان ایم ایل اے کے بالا خانے پر مسلم لیگیوں کا اجلاس۔ آغا لعل بادشاہ، کریم اٹلی، غلام حسین آف پشاور بوٹ ہاؤس، خواجہ اللہ بخش، حافظ فضل محمود وغیرہ شریک تھے۔ اس میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی رہائی کے سلسلے میں ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کے لئے ایک وفد تشکیل دینے کا فیصلہ کیا گیا۔

حوالہ سپیشل برانچ بستہ نمبر 46 فائل نمبر 753 صفحہ نمبر 21

سی آئی ڈی ڈیلی ڈائری نمبر 12 مورخہ 41-7-26 آرکائیوز لائبریری پشاور۔

1940-42 آپ ڈیرہ اسماعیل خان جیل، پشاور جیل اور پھر چار مئی 1942ء کو قید تنہائی کے حکم کے ساتھ ہری پور جیل میں۔

حوالہ سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 70 فائل 1247 صفحہ 21 آرکائیوز لائبریری پشاور۔

1942 آپ کے بھائی ڈیرہ اسماعیل خان جیل میں۔

1943 آپ کی حالت نازک، رہائی لیکن پابندیاں سخت۔

جنوری 1943 سیکرٹری مسلم لیگ کا آپ کی تشویشناک حالت میں پابندیوں میں رکھے جانے پر ڈپٹی کمشنر کو شکایتی خط۔

حوالہ "حریت نامہ بنوں" (خط کی کاپی موجود)

1943 آپ کی علالت اور پابندیوں پر مجلس احرار اسلام کی قرارداد۔

حوالہ حریت نامہ بنوں (قرارداد کی نقل موجود)

17-1-43 رہائی کے وقت آپ کو جیل کے قیدیوں کا سپاسنامہ۔

حوالہ کتاب حریت نامہ بنوں (دستاویز موجود)

1943 ڈپٹی کمشنر سکندر مرزا (سابق صدر پاکستان) کا آپ کی خدمت میں تحریری معافی نامہ

حوالہ سکندر مرزا کا معافی نامہ محفوظ۔ عکس حریت نامہ بنوں میں موجود۔ فقیر آف ایپی کی طرف سے آپ کی شاندار قومی خدمات پر آپ کی خدمت میں خلعت۔ طلائی کشیدہ کاری والا خلعت نوادرات میں محفوظ۔

1943 موسم گرما میں بیمار حالت میں تبدیلی آب و ہوا کے لئے آخری بار کشمیر تشریف لے گئے۔ آپ کے کم سن بیٹے عبدالروف اور آپ کے معتقد سید رسول شاہ بھی ساتھ تھے۔ انسپکٹر سی آئی ڈی دھنی رام کے بھائی ٹھاکر داس نے وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔

31-12-43 اپنی زندگی کے آخری دسمبر کی آخری تاریخ کو وصیت نامہ لکھا۔ وصیت نامے کے شروع کے الفاظ یہ تھے "خدائے قدوس کی رضامندی میرا منتہائے مقصود ہے۔ اس سے محبت اس کے رسولؐ سے عقیدت میرے لئے باعث زندگی ہے"۔

31-5-44 بمطابق 8 جمادالثانی 1363 ھجری انتقال فرمایا۔ یہ سانحہ بدھ کے دن دو بجے پیش آیا۔

31-5-44 اسی روز شام کو چوک یادگار میں کانگریس کا جلسہ۔ ڈاکٹر خان صاحب کانگرس کے صوبائی صدر علی گل خان اور محمد یونس قریشی کا آپ کو خراج عقیدت۔ علی گل خان نے تعزیتی قرارداد پیش کی۔

ڈاکٹر خان صاحب نے آپ کو قوم کا مجاہد قرار دیا۔

محمد یونس قریشی نے سٹیج سے مسجد قاسم علی خان میں تدفین کی تجویز بیان کی۔

حوالہ سپیشل برانچ آرکائیوز بستہ نمبر 6 فائل نمبر 70 کانگرس اور سرخ پوش سرگرمیاں

1-6-44 آپ کی تدفین بمقام مسجد قاسم علی خان، جہاں سے آپ نے جدوجہد کے سفر کا آغاز کیا تھا۔ اس روز پھر آپ کی یاد میں چوک یادگار میں جلسہ عام۔

حوالہ سپیشل برانچ فہرست اول بستہ نمبر 12 فائل نمبر شمار 167 صفحات نمبر 49، 51، 55 آرکائیوز سرحد۔

جولائی 1944ء جمعیۃ علماء ہند جولائی 1944ء اپریل 1945ء میں تعزیت کی قرارداد۔

حوالہ کتاب "جمعیۃ العلماء کیا ہے؟" صفحات نمبر 328 اور 358 از مولانا سید محمد میاںؒ مکتبہ محمودیہ جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور۔

مشاہیر کا خراج تحسین

(1) عبدالرحیم پوپل زئی غیرت کا نقش تھے — مولانا ظفر علی خان

حوالہ — کتاب قید فرنگ صفحہ نمبر 33 مطبوعات چٹان لاہور فروری 1980ء

(2) اللہ تعالی نے صوبہ سرحد کے لوگوں کی ہدایت کیلئے حضرت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو بھیجا تھا۔ مولانا احمد علی لاہوری (حضرت لاہوریؒ اپنے بیان میں آپ کے لئے سرحد کے ہادی کے الفاظ استعمال کرتے تھے)۔

حوالہ نمبر 1 روحانیت اور عوامی تحریک صفحہ نمبر 171

حوالہ نمبر 2 مولانا یعقوب القاسمی صاحب

حوالہ نمبر 3 مولانا حکیم رفیع الدین صاحب نوشہروی

(3) مولانا بہت بڑے ذہنی انقلابی تھے۔ انہوں نے ناموافق حالات میں جو کچھ کیا، میری دیانت دارانہ رائے ہے کہ اتنا کام کسی اور کو کرنے کی توفیق آج تک نصیب نہیں ہوسکی۔ اور لوگوں نے کام تھوڑا کیا لیکن قیمت زیادہ وصول کی۔ مولانا نے جو ایثار و قربانی کے مجسمہ تھے، بہت زیادہ کام کر کے بھی نمائش کی دنیا سے ہمیشہ اپنے آپ کو الگ رکھا۔

حکیم عبدالسلام ہزاری صدر مجلس احرار اسلام صوبہ سرحد

حوالہ — ہفت روزہ رائے عامہ پوپلزئی نمبر 31 مئی 1946ء

(4) مولانا عبدالرحیم صاحب اپنے وقت کے شاہ ولی اللہ تھے اور یہی وجہ تھی کہ حکومت اور سرمایہ دار طبقہ ان سے خائف تھا۔

کاکاجی صنوبر حسین مہمند

حوالہ — بانگ حرم پشاور 28 مئی 1958 صفحہ نمبر 11

(5) مولانا عبدالرحیم پوپلزئی مجاہد قوم تھے

ڈاکٹر خان صاحب سابق وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد

حوالہ — آرکائیوز سپیشل برانچ ریکارڈ بستہ نمبر 6 فائل نمبر 70 ڈائری بابت 31 مئی 1944

(6) مرحوم و مغفور مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے قبائلی کشاکش کا خوب مطالعہ کیا تھا لیکن جب

باتیں ظاہر کیں تو انگریز کے جبر واستبداد کا شکار ہوئے۔

خان امیر محمد خان ہوتی سابق پارلیمانی سیکرٹری
(والد محترمہ بیگم نسیم ولی خان)
حوالہ پولٹیکل کانفرنس پشاور اپریل 1945ء
کتاب منزل کی طرف صفحہ نمبر 22

(7) مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم ومغفور جنگ آزادی ہند کے ایک بہادر سپاہی تھے۔ آپ ایک قابل قدر پاک مسلمان اور بلا تمثیل فرقہ پرستی سے آزاد انسان تھے۔

خان عبدالقیوم خان

حوالہ رائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945ء صفحہ نمبر 17

(8) مجدد سرحد مولانا عبدالرحیم پوپلزئی

مجھے حضرت مولانا مرحوم کی نیازمندی کا شرف حاصل تھا اس لئے مجھے ان کی زندگی کا قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ مولانائے مرحوم ایک جید عالم، ایک متوکل انسان اور ایک سمجھدار سیاسی رہنما تھے۔ اگرچہ عمر میں وہ کئی دیگر علمائے سرحد سے کم تھے لیکن اس کے باوجود ان کی حیثیت علمی حلقوں میں اتنی بلند تھی کہ انہیں بلا چون وچرا مفتی اعظم سرحد تسلیم کیا جاتا تھا۔

سردار عبدالرب نشتر

حوالہ رائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945 صفحہ نمبر 23

ڈاکٹر وارث خان رشکئی (مجاہد آزادی) 31 مئی 1991 بمقام قصہ خوانی پشاور شہر

اس بات کی اجازت دیں کہ کہہ دوں کہ آج ہم سیاسی آزادی کی فضاء میں سانس لے رہے ہیں تو یہ برکت ہے اور یہ ثمر ہے مجاہد اعظم امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی ان قربانیوں کا جس کو حضرت علامہ نے دن رات ایک کر کے آگ اور خون کا سمندر پار کر کے ہمارے بچوں کی خوشحالی کیلئے قانونی اور پرتشدد دونوں راستوں سے منہ نہ موڑ کر ہمارے لئے ایک مثال چھوڑی۔

حوالہ تحریک غلہ ڈھیر صفحہ نمبر 231، 232 مطبوعہ المحمود اکیڈمی لاہور

(12) "محققین کو اب برطانوی عہد کے خفیہ ادارے اور پولیس کی فائلوں کی چھان بین کر کے مولانا پوپلزئی کی زندگی پر روشنی ڈالنی ہے۔ کیا یہ ہمارے لئے ان جیسے ہیرو رہنماؤں کو کتب تواریخ

اورذرائع ابلاغ میں مناسب اور جائز تشہیر دینے کا موقع نہیں کہ ہماری نئی نسلیں اپنے اصل ہیرو سے واقف ہوسکیں۔ اور کیا یہ ریاست جومولانا پوپلزئی جیسے لوگوں کی قربانیوں سے وجود میں آئی ہے اس فریضہ کی ادائیگی کی پابند نہیں کہ وہ بعد از وفات ہی سہی، ان سچے ہیرو رہنماؤں کو خراج عقیدت پیش کرے۔ اس سے آنے والی نسلیں حتمی طور پر ان مقاصد کے لئے آمادہ بہ عملی ہونگی جن کے لئے ان مجاہدوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا"۔

افراسیاب خٹک (پختون رہنما اور دانشور)

انگریزی روزنامہ "فرانٹیئر پوسٹ" 31 مئی 1994

(13) "صوبہ سرحد کے مشاہیر کو فراموش کرنا افسوس ناک ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے انگریز سامراج اور ہندوؤں کے خلاف بھرپور جنگ لڑی نا قابل فراموش ہیں اور ہماری نوجوان نسل ان کی زندگی سے کافی کچھ سبق حاصل کرسکتی ہے۔ ایسے مجاہدوں میں حاجی صاحب ترنگزئی حاجی مرزا علی خان فقیر آف ایپی سردار عبدالرب نشتر صاحبزادہ عبدالقیوم، امام حریت عبدالرحیم پوپلزئی شامل ہیں۔"

چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ

(جسٹس عبدالکریم خان کنڈی)

روزنامہ مشرق پشاور جمعہ 29 اپریل 1944ء

(14) علامہ عبدالرحیم پوپلزئی قافلہ حریت کے ان سالاروں میں سے تھے جنہوں نے برصغیر ایشیاء کے مسلمانوں کو غلامی سے نجات دلانے کے لئے عمر بھر جدو جہد کی اور مختلف صعوبتیں برداشت کیں۔۔ ہم علامہ پوپلزئی جیسی شخصیات کی قربانیوں کے نتیجے میں آزادی کا سانس لے رہے ہیں۔

نوابزادہ نصراللہ خان صدر جلسہ ٹاؤن ہال پشاور 31 مئی 1994

حوالہ ٹی وی خبرنامہ مورخہ یکم جون 1994 وغیرہ

(15) اس ملک کی بدقسمتی ہے کہ آزادی کے 47 سال ہو چکے ہیں لیکن اب بھی اس کی وہ عظیم ہستیاں جو تاریخ وثقافت کے روشن مینار ہیں، کسی کو نظر نہیں آتے۔ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے افکار و نظریات کی اس قوم کو آج جس قدر ضرورت ہے اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔

خان محمد افضل خان وفاقی وزیر برائے امور کشمیر

صدر پختونخواہ قومی پارٹی 31 مئی 1994 ٹاؤن ہال پشاور

(16) علماء ہند میں حضرت شاہ ولی اللہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہیں سب عزت واحترام کے لائق سمجھتے ہیں۔ پھر حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم پوپلزئی جو حضرت شاہ ولی اللہ کی فکر کے علمبردار تھے ہم سب میں غیر متنازعہ ہیں۔ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم پوپلزئی کو ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں، سب کے ہاں احترام کا درجہ حاصل تھا۔ وہ بلالحاظ مذہب وملت انسانی مساوات کے علمبردار تھے۔

قاضی فضل اللہ ایڈوکیٹ ایم این اے جمعیت علماء اسلام

31 مئی 1994ء ٹاؤن ہال پشاور

(17) ایک طرف تو ان کی جدوجہد جو مختلف شعبہ ہائے زندگی میں تھی اور دوسرے طرف اپنے مقاصد کے حصول کے لئے جو صعوبتیں انہوں نے جھیلیں، ان کا وہ لوگ زیادہ اندازہ کر سکتے ہیں جنہوں نے خود صعوبتیں اٹھائی ہوں۔ یہ بڑے حوصلے کی بات ہے کہ وہ اپنی تمام صلاحیتوں کو صرف اور صرف آزادی ہی کے مقصد کے لئے استعمال کرتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آج ہم میں کوئی کمزوری ہے تو اس کی ایک وجہ شاید یہ بھی ہے کہ ہم نے اپنے ان رہنماؤں کی زندگی سے رہنمائی حاصل کرنا چھوڑ دیا ہے

بیرسٹر مسعود کرثر سینیٹر

پاکستان پیپلز پارٹی

31 مئی 1994ء ٹاؤن ہال پشاور

(18) میں صرف یہ کہوں گا کہ مجھے فخر ہے کہ اس صوبے میں اور اس شہر وہ شخصیت پیدا ہوئی کہ جس نے آج تمام رہنماؤں کو اپنے مرنے کے بعد بھی ایک سٹیج لا کھڑا کیا ہے۔

سید قمر عباس صوبائی وزیر

پاکستان پیپلز پارٹی

31 مئی 1994ء ٹاؤن ہال پشاور

(19) امام حریت مفتی سرحد علامہ عبدالرحیم پوپلزئیؒ کی ایثار نفسی، بے پناہ قربانیوں، جدوجہد حیات اور خارا شگاف جہاد آزادی کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، ان کی شخصیت کا پہلا روشن ترین پہلو دین اسلام سے بے پناہ محبت، روحانی اقدار سے شیفتگی، عالم اسلام کی زبوں حالی پر جان سوزی اور ان کی زندگی کا دوسرا درخشاں مقصد قید و بند کے بے پناہ مصائب جھیلتے ہوئے درماندہ اور مفلوک الحال، سرمایہ داری، جاگیرداری اور فیوڈل لارڈز کے بے رحم ہاتھوں سے

ستائے ہوئے مزدوروں، کسانوں اور خاکروبوں کے تحفظ حقوق کے لئے تن تنہا جنگ لڑ تا تھا۔ بلا شبہ امام حریت حقیقی معنوں میں قافلہ سالار آزادی اور پرچم بردار طبقات ستم رسیدہ تھے۔

شریف فاروق

چیف ایڈیٹر روزنامہ "جہاد"

31 مئی 1994ء ٹاؤن ہال پشاور

(20) 1947ء سے پہلے علامہ صاحب کو سب جانتے تھے۔ ان کے ہم عصر اب بھی موجود ہیں۔ لیکن 47ء کے بعد کی نسل میں سے علامہ صاحب کو بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جب میں نے علامہ صاحب کے بارے میں کتابیں پڑھیں، مضامین پڑھے، اخبارات کی چھان بین کی تو پتہ چلا کہ واقعی وہ امام حریت تھے۔

حافظ ثناء اللہ چیئر مین شعبہ صحافت

پشاور یونیورسٹی

31 مئی 1994ء ٹاؤن ہال پشاور

(21) یہ قابل احترام ہستیاں ہر دور اور ہر دور کی ظلمتوں میں روشنیاں بکھیرتی رہیں۔ ایسی عظیم ہستیوں میں ہمارے ہاں کے ایک عظیم مرد راہ دان امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی تھے۔ انہوں نے حیات کے لئے سیاست اور سیاست کے لئے احتجاج کی روش اپنائی۔

ان کا یہ شعر تو ان کی زندگی کا آئینہ ہی نہیں مکمل تفسیر بھی ہے۔

داد دے صیاد کچھ تو حریت کا راگ ہم

عمر بھر زنجیر کی جھنکار پر گاتے رہے

یہ شعر نہ صرف شعریت کا حسن الفاظ کی دلکش ترتیب، نغمگی کا سحر ایثار و قربانی کی لگن اور سب سے بڑھ کر حریت کے عشق جان سوز کی تپش و لذت لئے ہوئے ہے۔ بلکہ اردو کی انقلابی شاعری میں اس شعر کو حیات جاوداں ملے گی۔

پروفیسر خاطر غزنوی

31 مئی 1994ء ٹاؤن ہال پشاور

(22) مولانا صاحب صرف پشاور یا صوبہ سرحد کے ہی نہیں بلکہ عالم انسانیت کے رہنما تھے۔

افضل شاہ خاموش

مزدور کسان پارٹی

31 مئی 1994ء ٹاؤن ہال پشاور

(23) مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے اپنی 54 سالہ زندگی میں وہ کارنامے سرانجام دیئے جو دنیا کی تاریخ میں بہت کم لوگوں کے حصے میں آئے ہیں۔

ارباب مجیب الرحمٰن

پختونخواہ ملی عوامی پارٹی

31 مئی 1994ء ٹاؤن ہال پشاور

(نوٹ:۔ 31 مئی 1994ء کو ٹاؤن ہال پشاور میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی 50 سالہ برسی کے موقع پر موجود تمام سیاسی و دینی مکاتب فکر کے شرکاء نے متفقہ طور پر یہ قرارداد منظور کی کہ حکومت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی شایان شان یادگار تعمیر کرے۔ برسی کا پروگرام حضرت امام حریت کے تلمیذ رشید مولانا سید امیر شاہ قادری سجادہ نشین یکہ توت اور مرکزی نائب صدر جمعیت علماء پاکستان کی دعاء پر ختم ہوا)۔

(24) ان کی غزلوں میں زندگی کی تلخ اور حوصلہ طلب حقیقتوں سے آنکھ چرا کر فراریت کا انسانیت سوز رجحان کہیں نظر نہیں آتا۔ بلکہ اس کے برعکس وہ زندگی کی نبض پر ہاتھ رکھ کر سوچنے اور لکھنے کے قائل ہیں۔ یہ ان کے کلام کی وہ حیات آفرین اور صحت مند قدر ہے جس کو علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی خود آگہی اور احساس کی دیانت سے نہایت گہرا تعلق ہے۔ ان کے فن میں آپ کو شدید درد کی کسک دکھائی دے گی جسے شاعر نے اپنے وجود کا حصہ بنالیا ہے۔ ان کے کلام سے ذہن کی کشادگی کے ساتھ مسائل حیات کو سمجھنے کا چوکنا پن اور اعلیٰ حوصلگی ملتی ہے اس سے ان کی سوچ میں روح عصر کی بیداری کا احساس ہوتا ہے۔ ان کی سوچ کا مطمع نظر ایک بہتر ماحول، ایک مہذب تر اسلامی معاشرہ اور ایک روشن تر مستقبل ہے۔

پروفیسر محسن احسان

(25) مجھے امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے حالات زندگی اور ان کا منتخب کلام پڑھنے کو موقع ملا تو یقین جانیں مجھے میرے ضمیر نے شدید کچوکے دیئے۔ میں صوبہ سرحد کی اتنی بڑی شخصیت کے کام